بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مو لا ے صل و سلم د ا ئما ا بد ا

علی حبیبك خیر ا لخلق كلهمِ

محمد سید ا لكو نین و ا لثقلین

و ا لفر یقین من عرب و من عجم

صلی اللہ تعالی علیه و علےٰ آلہِ و اصحابهِ وَ بارك و سلم

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت تخت رب العلمین آ پے آ پ بر و ر د گا ر

قا لو بلی کا را ز د ا ر

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے

ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

مصنف ۔ الحاج خلیفہ شاہ ثانی سلطان سرور علی شاہ قادری سروری

نام کتاب ۔ حق کی پہچان

صفحات ۔ 280

تعداد ۔ 1000

طباعت ۔ پہلی بار

سال اشاعت ۔ 16.7.2013

قیمت ۔ /-

ملنے کا پتہ :۔

خلیفہ شاہ ثانی

الحاج سلطان سرور علی شاہ قادری سروری (شفیع آحمد)

نمبر 17، ڈی فسٹ اسٹریٹ :۔،شواجی روڈ کراس، بنگلور ۔ 51

No :9916666930

جاوید بک ہوس (VP5)(FHB 506)

بک سلیر اور بینڈرس، یم. جی. چوک ۔کولار۔ کرناٹکا

جنرل میڈیکل

51/1، کین چھپا روڈ فرزرٹون، بنگلور ۔05

NO : 08025914881

فہرست مضامین

دیباچہ	4	مراقبہ کا مقصد قرب الہیٰ ہے	165
حمد شریف	8	مراقبہ کا طریقہ اور فواہد	166
نعت	9	ذکر	170
قرآن	10	انا۔ خواب اور زندگی	184
تصوف کیا ہے	14	ماسوائے اللہ	186
نفس	18	اللہ کا فضل۔ اللہ کریم ورحیم ہے	189
توبہ	22	ثواب وعذاب کیوں ہے	190
الوجود	28	پانچ کلمے اور حج کیا ہے	192
نور	49	اولاد کی شاہبت کس طرح ہے	194
انسان کی دو قسمیں	82	شیخ کیا ہے اور سجدہ حقیقی	198
دماغ	103	تصاویر کی حرمت	205
وقت کی حقیقت	126	عرس اور کفر اور اسلام کیا ہے	208
روح کی حقیقت	128	تناسخ یا آوگان، دوبارہ جنم	214
کُن ۔ الست بربکم	140	کلمہ طیب	236
وصول الیٰ اللہ	148	فاتحہ الوجود	251
محبت اور تصور شیخ	154	رشتہ دار کو خواب میں دیکھنا	251
مراقبہ اور ذات سے شناسائی	162	استخارہ کس طرح کریں	252
عبادات اور مراقبہ میں فرق	163	قصاہد	
میں گا انسانی وجود سے تعلق	164	ملفوظات	

دیباچہ

سب سے پہلے تعریف ہے اس پروردگار و برتر کی جس نے ایک لفظ کُن سے موجودات عالم کو پیدا کیا ذرے ذرے میں جس کے نور کا ظہور ہے تو ہی سب کا معبود اور ہر جگہ موجود ہے کل جہاں کا بادشاہ اور خالق ہے ہر طرف تیرے ہی جلوون کا ظہور ہے۔ پس ذات قدس ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے بے نیاز بلکہ تمام تعریفوں کی منزل اس کی ذات اقدس کے سراپردوں سے پہلے واقع ہے وہ خود ہی وہی ذات ہے جس نے خود اپنی ثناً کی اور اپنی ذات کی خود تعریف کی لہذا وہ ذات پاک خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود کوئی دوسرا اس کی حمد وثنا سے عاجز ہے

اے خدا تو نے ہی سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و سلم کو پیدا کیا جو خاتم النبین و رحمت العلمین ہیں اور تمام نبیوں کے سردار ہیں ۔میری یہ طاقت نہیں کہ میں تیری اور تیرے حبیب کی حمد وثنا کو تحریر و تقریر مین لاسکوں ۔حمد وصلوۃ کے بعد مشائخ کرام اور اہل بصیرت جن کی بنیادان کے ظاہری اور باطنی علوم پر ہوتی ہیں اور نو آموزوں کے لیے شوق اشتیاق کا باعث بنتے ہیں اور پختہ کاروں کے لئے نظام زندگی اور دستور کی حیثیت رکھتے ہیں• تصوف کے موضوع پر لکھنا ممکن نہیں ہے صرف بنیادی باتوں کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں تا کہ ہر سالک اس کتاب سے استفادہ حاصل کر سکے

اس تحریر کا کوئی مادی مقصد نہیں ہے اہل طریق کو مطالیے کی ترغیب

دینا مریدین کی ایمان کو متزنزل ہونے سے بچانا ہے دین کے بھیس میں غلط رویوں میں تمیز کر سکے تصوف پر چلنے والوں کے مختلف نظریات ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں جس سے مسلمان کشمکش میں ہے کتاب لکھنے کا مقصد ایک ہی ہے لوگوں میں غور وفکر کی عادت پیدا ہو اندھا دھند تقلید کرنا کوئی ہوش مندی نہیں لوگ صرف ان اقدار کو سچ مانتے ہیں جو انھیں سچ باور کرائی جاتی ہیں اہل سلوک کو صحیح معلومات حاصل ہو جائے حق تعالی کی معرفت کا راستہ تمام طریقوں سے افضل اور صراط مستقیم بزرگ ترین روشن ترین راہ ہے۔ جہاں تک اپنا ذوق تھا اپنی کم فہم ناقص کے مطابق عنوانات کی تعین اور مضامین کی ترتیب کو عمل میں لایا اور جہاں کہیں بھی مجھے کوئی قطعہ یا نکات شعر مناسب نظر آیا وہ اس کتاب کے موقع ومحل کے نقل کر دیا .تصوف کے عنوان پر بہت سارے کتابیں صوفیان کرام اور بزرگوان دین نے تصنیف کیئے ہیں اس حقیر نے بھی کوشش کئی ہے اور مختلف علوم کی دینی اور سائنس کی کتابوں سے مواد کو لیا گیا اور علم جدید طریقہ کے مطابق حقائق بیان کیئے ہیں۔ جن باتوں کو متقدمین اسرار ورموز قرار دے کر عوام سے مخفی رکھتے تھے قارئین کی مطلوبہ ضروریات کو اپنے انداز کے مطابق کتب میں تحریر کیا ہے

میرے پیر شیخ العارفین مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت سلطان چنو رعلی شاہ حسینی قادری سروری کا فیض وکرم ہے مجھ جیسے کم علم سے کام لینا منظور ہوا تو یہ چوتھی کتاب مکمل ہوئی ۔

میں پہلے اور ہی کچھ تھا بنایا اور کچھ مجھ کو
پیا جو آپ کا پیالہ تو خود کو بھول جاتے ہیں

میرے مرشد کے علاوہ مجھ کو اقبال احمد نیازی جو پیشہ سے اڈوکیٹ ہیں نیازی سلسلہ کے آپ مرشد رہے آپ مرشد کامل ہیں عربی ، فارسی تصوف معرفت ،محبت ، تاریخ اسلام ، سلوک کی منزلیں اور فلسفہ پر عبور حاصل ہے کہی سالوں تک اس حقیر نے ان سے فیض عاصل کیا آپ کا آستانہ چک منگلور دادا کے پہاڑ پر مقیم ہے رمضان کے ۲. تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے پروردگار سے دعا ہے آپ کے درجے بلند ہو جوار رحمت میں جگہ ملے ۔ ساتھ میں ہمارے سلسلہ کے بڑے خلیفے حضرت صوفی سلطان قلندر علی شاہ قادری سروری مخلیص مزاج ہر بھائی سے محبت اور خلوص سے برتاو فرماتے سلسلہ کی ترقی کے لئے اور خانقاہوں کی ایجاد میں آپ کافی محنت اٹھائی اکثر وہ مجھ سے تصوف پر کتابیں تحریر کرنے کا اظہار فرماتے ان ہی کی دعا سے مجھ کو لکھنے کا اشتیاق و ہمت پیدا ہوئی آپ کا آستانہ رام نگر میں ہے آپ کا عرس مبارک محرم کے منایا جاتا ہے اللہ تعالی سے دعا ہے آپ کے درجے بلند ہو جوار رحمت میں جگہ ملے اور ہمارے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے دوسرے خلفاء کرام میں میرے پیر مرشد کے دونوں فرزند ذرا ورعلی شاہ اور ذالفقار علی شاہ کی نگرانی میں تمام خانقاہوے اور مدرسہ گلزار یہ چل رہا ہے دوسرے خلقای بھی اپنی اپنی جگوں پر سروری خانقائے چلا رہے ہیں سلسلہ کے مریدین نے خاص ملاقات فرما کر مجھ کو کتابیں تحریر کرنے کا شوق اور حوصلا افزائی فرمائی۔ان سب کی دعا ہوں اور ہمت سے اس حقیر نے قلم اٹھایا اور u.k. مین ٹھہرنے کے درمیان مین کتاب مکمل فرمائی اور مجھے قوی امید ہے فیضان تصوف ، رموز سروری اور فاتحہ کا طریقہ کی طرح

اسے بھی قبول فرما کر خواص وعوام اس کتاب کے مطالعہ سے مستفیض ہوں گے اور عاجزانہ گذارش کرتا ہون کہ ناظرین کے نظر میں کہیں بھول چوک نظر آئے تو بجائے نکتہ چینی لِلّٰہِ درگذر فرمائیں دعا گو ہوں کہ خدا تعالی اپنے فضل وکرم حضور پرنور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے میری اس کتاب کوقبول فرما کرمقبول خلائق فرمائے اور میرے لئے ذریعہ مغفرت وسامان آخرت بنائے ہر نیکی کی توفیق اور ہر بدی سے دوری اس بلند وبالا ذات ہی کی طرف سے ہوتے ہے

وما ذلک علی اللہ بعزیز و ھو حسبی اللہ و نعم الوکیل و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد واله واصحابه اجمعین

خلیفہ شاہ ثانی الحاج سلطان سرور علی شاہ قادری سروری (شفیع آحمد

6/07/2013 مطابق۔ 20 شعبان 1434

مرشد پاک

جن کی غلامی میرا سرمایہ حیات ہے

آپ ہی کی باطنی فیض اور مہربانی سے یہ کتاب مرتب ہوئی

حمد شریف

ذکر تیرا ہی ہر دم اے خدا کرتے رہیں
ہم پہ لازم ہے تیری حمد و ثنا کرتے رہیں
تو ہی خالق ہے ہمارا اور رزاق بھی ہے تو
تیرے در پہ ہی ہمیشہ ہم صدا کرتے رہیں
کچھ نہیں بنتا ہے یا رب تیری رحمت کے سوا
اس لئے تیرے کرم کی ہم دعا کرتے رہیں
ہاں وہی اک نام جو محبوب ہے تجھ کو بہت
ہم اس اک نام پر یہ جاں فدا کرتے رہیں
سر خرو ہم ہو نگے تب ہی میرے مولا حشر میں
شامل حالات گر تیری رضا کرتے رہیں
ہو گیا اپنا غلامانِ محمدؐ میں شمار
شکر رب ہم ہر گھڑی اور جا بجا کرتے رہیں
ہے تمنا روزِ محشر گر نبیؐ کا ساتھ ہو
تو زباں پر ورد ہم صلِ علیٰ کرتے رہیں
ہو کے سجدہ ریز ہم بھی اپنے خالق کے حضور
حامدؔاس کے نعمتوں کا حق ادا کرتے رہیں

نعت شریف

دو جہاں مین وہ بشر کا بول بالا ہو گیا
جو محمدؐ کا ہوا ہے وہ خدا کا ہو گیا
مل گیا دیکھو وسلیہ نور آحمد کا جسے
اُوج پر اُسکے مقدر کا ستارا ہو گیا
مرحبا صلی علیٰ فضل و کرم سے آپکے
جو تمہارا اُمتی ہے کیا سے وہ کیا ہو گیا
در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے یارو
بچ گئے جب محمدؐ بے سہاروں کا سہارا ہو گیا
روز محشر اُمتِ احمد کو بخشیگا خدا
محبوب داور شفاعت کو ہمارا ہو گیا
جب سے تم آئے محمدؐ دل منور ہو گیا
دل کے آنگن میں ہمارے آپکا گھر ہو گیا
چشم دل میں سبز گنبد کے مکیں نے گھر کیا
بس اُسی دم سے ہمارا سجدے میں سر ہو گیا
نور تھا قندیل میں قندیل تھی یا نور میں
جو بھی ہو لیکن ہمارے دل سے ظاہر ہو گیا
ساقیے کوثر تمہیں ہو شافع محشر تمہیں
پی کے جام معرفت دلبر تمہارا ہو گیا
اُمت آحمد کا درجہ کیوں نہیں ہو گا بلند
جب محمدؐ مصطفیٰ محبوب داور ہو گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد واهل بيته واصحابه اجمعين

قرآن مجید

آپ قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہین؟
قرآن ہمارے مذہب کی مقدس کتاب ہے، بہت کم لوگ جانتے ہیں قرآن کے ورقوں میں کیا لکھا ہے، درحقیقت قرآن کو بہت سے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس کو اکثر گھروں کی دیواروں پر سجاوٹی غلاف میں لٹکایا جاتا ہے، اور بڑے بوڑھے وقتا فوقتا پڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے، یوں قرآن کی اصل مواد تک ان کی رسائی نہیں.
اس کو پڑھنے کے بعد کسی دوسرے کے چہرے پر زور سے پھونکنے اور ایصال ثواب کے لئے پڑھنا، کسی حادثے یا بدقسمتی سے محفوظ کئے لئے پڑھے جاتے ہیں، اور تعویذ کے لئے لکھا جاتا ہے حتیٰ قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے

بہت کم لوگ قرآن کا مفہوم سمجھتے اور اسمیں تدبر کرتے ہیں نتیجتاً وہ لوگ جو قرآن کے اصل پیغام سے نہ بلد ہیں وہ اس کو مختلف معنی پہناتے ہیں

قرآن کے نزول کا اصل مقصد لوگوں کو ہم معاملات میں غور وفکر سوچنے اور تحقیق کرنے کی ترغیب دیتا ہے جیسے تخلیق اور زندگی کا مقصد اللہ تعالی جس نے ان کو پیدا کیا اس کے بارے میں جاننا تاکہ وہ حق کو پاسکیں کیونکہ خود انسان کا مزاج ہی ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ ہر بات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے اس کا تجسس اس کو خالق سے ملوائے گا اور ان کی سیدھی راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے

یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ قرآن صرف نبی ﷺ ہی کو خطاب نہیں کرتا بلکہ سب لوگوں کو کرتا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے، واضح ہو کہ قرآن مجید کا نزول خاص اور حکم عام ہوتا ہے نزول اگرچہ زمانہ رسول مقبول ﷺ کسی خاص موقعہ میں ہوا ہوتا ہے مگر تا قیامت اس کا حکم بعینہ جاری رہتا ہے

اللہ تعالی نے آدم کو فرشتوں سے سجدہ کر دیا تو اس کی وجہ کیا تھی اسے اشرف المخلوقات بنایا تو کیوں اسے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تو کیوں ان سوالات کے جوابات قرآن کریم میں موجود ہے

قرآن کی آیات اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ دین سمجھنے کے لئے قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں. قرآن کو صرف سیکھ لینا ہی نہیں بلکہ اس کو عمل میں لانا، قرآن میں بیان کردہ فرائض کو پوا

کرنا، قرآن میں بیان کردہ اخلاق میعار کو اپنانا مختصر قرآن کو اپنی روزمرہ زندگی میں نافذ کرنا ہے.

قرآن تمام زمانوں اور تمام معاشروں پر محیط ہے کیونکہ یہ اللہ کا نازل کردہ ہے جو ہر چیز حال، ماضی، مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ قرآن کو صرف بغیر عمل کیئے پڑھ لینے اور جان لینے پر مطمیں ہو جانے کے کئی ناخوشگوار نتائج ہو سکتے ہیں۔ علم کا معنی یہاں جاننا نہیں بلکہ جتانا اور پہچان کرنا ہے

سینکڑوں ہیں جو اسلام کو بالکل نہین سمجھتے نہ کبھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو اسلامی نام باپ دادا کی وجہ سے ملا ہے اس کے متعلق ان کو اور کوئی علم نہیں وہ نہین جانتے کہ اللہ ان سے کیا چاہتا ہے اسلام کے کیا حقوق اور شرائط ہیں

روایت اور رسم و رواج کو ہم دین سمجھ گئے ہیں مذہب کی پیروی کرنے والے اکثر لوگوں کا مقصد اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ معاشرے کے موافق زندگی گزارنا اپنی روایات کو زندہ رکھ کر مذہب سے اپنے ذاتی فواہد حاصل کرنا ہوتا ہے

وہ مسلمان ہی کیا ہے جس کی طبعیت شریعت اسلامی کی پابند نہ ہو

اسلام سے خارج کرنے والی باتیں

جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ کوئی دوسری راہ نبی کریم ﷺ کی راہ سے اکمل وافضل ہے یہ کہ اور کا فیصلہ آپ ﷺ کے فیصلے سے بہتر ہے وہ کافر ہے. یہ اعتقاد رکھنا کہ انسانوں کے بنائے قوانین و نظام حیات اسلامی شریعت سے افضل ہیں اسلام نام ہے صرف ان تعلیمات کا جو بندے اور خدا

کے رشتے کو واضح کرتے ہیں زندگی کے دیگر امور میں اس کو کوئی دخل نہیں وہ کافر ہے- دیکھا گیا ہے کہ اکثر گاوں اور قریوں میں مسلمان ہندوں کی جیسے مہابھارت، رامائن اور دیگر مذہبی فلمیں دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں طریقت کے چندلوگ سمجھے بغیر اچھا اور سچ مانتے ہیں اور اپنے عقیدے سے گمرا ہو جاتے ہیں

جس کسی نے رسول اکرام ﷺ کی لائی ہوئی باتوں میں سے کسی بات کو مبغوض سمجھا وہ کافر ہو گیا (چاہے وہ اس پر عمل ہی کیون نہ کرے) اللہ کے نازل کردہ قوانین وشرایع کو بُرا سمجھا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔جس نے اللہ کے دین کی کسی بات یا ثواب اور عذاب کا مذاق اُڑایا وہ کافر ہو گیا (آج ناقص مرید اپنے کو کافر کہنے کو بھی اچھا سمجھتا ہے)

جوشخص سنت مصطفیٰ ﷺ اور شریعت مطہرہ کو جھٹلائے، مخالف کرے اور رد کرے وہ بے دین ہے اس کا معرفت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جس کو طریقت، حقیقت اور شریعت کا لحاظ نہ ہو وہ بے دینی ہے وہ معرفت ناقص اور ادھوری ہے، ظاہر و باطنی ایک ہونا چاہیے

جس کا یہ اعتقاد ہو کہ بعض لوگوں کو شریعت محمد یہ کے حدود تجاوز کرنے کی اجازت ہوتی ہے وہ کافر ہے اور جوشخص اسلام کے علاوہ اور کسی دین کو پسند کریگا اس کا عمل قابل قبول نہ ہوگا اور آخرت میں وہ خسارہ کا مستحق ہوگا

اسلام سے خارج کرنے والی ان باتوں میں ازراہ مذاق کہے یا ازراہ سنجیدگی کہے یا خوف سبھی حالیتیں برابر ہیں جن کا ارتکاب اکثر و بیشتر لوگوں سے ہوتا رہتا ہے

بشر خود اپنی طاقت سے ہلا سکتا نہیں ذرہ
جو ہو جذب یقین پیدا تو پتھر موم ہو جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہِ وآلہ واصابہٖ اجمین

تصوف کیا ہے

قران وسنت کی روشنی میں تصوف کے تین مقاصد ونتائج بزرگان دین نے بیان کیے ہیں

١. پہلا تزکیہ نفس ٢.دوسرا تصفیہ قلب ٣.تیسرا معرفت ربانی

اس دنیا مین اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں بنوع نوح انسان بستے ہیں ظاہر بات ہے ہر قسم کی صلاحتیوں والے-مختلف مذاہب والے لوگ مختلف طبقات-اونچ نیچ اور ایک دوسرے کے حریف وغیرہ٠ آپ اپنی ذات کو لئے لیں تو بہت سے لوگ آپ سے مالی اعتبار سے علمی اعتبار سے دنیوی اعتبار سے جاہ و منصب کے اعتبار سے صحت وسلامتی کے اعتبار سے حسن سیرت وصورت کے اعتبار سے ذہنی صلاحیت وقابلیت کے اعتبار سے الغرض ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آپ سے کم تر بھی بنائے ہیں اور آپ کے برابر بھی بنائے ہیں، آپ سی اعلیٰ بھی بنائے ہیں جب پیدا ہوا تھا کونسی ایسی ذاتی صلاحیت تھی یا میرا کیا زور تھا پیدا ہونے میں سب سے

کم تر بنا دیتا تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے عزت بخشی جب ہم ہمارے سے کم تر لوگوں کو دیکھئے تو اللہ کا شکر کا جذبہ دل و دماغ میں پیدا ہوگا

اور ہمارے سے اعلیٰ لوگوں کو دیکھ کر اپنے مقدر پر افسوس کرتے ہی نفس میں ناشکری کا جذبہ پیدا ہوگا یہاں سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور انسان کے اندر حسد، بغض، عداوت، تکبر، غرور، حرص جاہ اور مال و دولت کی طمع جنم لیتا ہے اور ایمان کمزور ہونے لگتا ہے اس طرح دل غلیظ رہنے لگتا ہے نفس ناپاک اور باطن تاریک رہتا ہے

اس طرح پر انسان کے اندر حسد، بغض، عداوت، تکبر، غرور، حرص جاہ وحشمت مال و دولت کی طمع ان جیسی ان گنت دیگر روحانی بیماریوں کی موجودگی میں صفائے قلب و باطن کے بغیر عبادتیں بھی ہو رہی ہیں ریاضتیں بھی جاری ہیں اللہ کا ذکر بھی ہو رہا ہے تسبیح و استغفار درود پاک کا ورد اور خدمت دین بھی ہو رہا ہے • من کی صفائی ہی نہ ہوگی تو ہمارے حال کی اصلاح کیونکہ ممکن ہوگی، نتیجہ کیا ہوگا - اس کی مثال اس طرح ہوگی جس طرح گندگی کے ڈھیر پر گلاب اور عطر کی خوشبوئیں چھڑکتے رہیں اب اندازہ کریں بدبو اور خوشبو مل بھی جائے تو ماحول کتنا معطر ہوگا نئی بدبو تو پھیل سکتی ہے مگر خوشبو کا اٹھنا ناممکن ہے

ظاہری اور باطنی زندگی کی صفائی کا نام ہی تصوف ہے، نیکی کا نام تصوف ہے، اخلاق حسنہ کا نام تصوف ہے، اچھی عادتوں کا نام تصوف ہے، طہارت اور شرافت کا نام تصوف ہے تربیت کا نام تصوف ہے، تصوف کی بنیاد قائم ہے تزکیہ نفس پر

روحانیت اور تصوف چند بے معنی رسوم کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل دستور العمل ہے جو انسان کی ظاہری اور باطنی اصلاح پر مشتمل ہے، علم تصوف قال سے نہیں حال سے ہے علم تصوف کرنا ہے کہنا نہیں ہے

انسان مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا جب تک دونوں اعتبار سے نشو ونما پہلو بہ پہلو جاری نہ رہے ترقی کا دعوئے غلط ہے. تصوف کو شریعت سے وہی تعلق ہے جو جان کو جسم سے ہے علم وعمل احسان باہم لازم وملزم ہیں جملہ کملات ظاہری و باطنی کا اصل ہے دل کو ماسوائے اللہ سے پاک رکھنا اور محبوب حقیقی کے سوائے کس کا اپنے دل میں گزر نہ ہونے دینا

قد افلح من زکھا - تحقیق فلاح پائی اس نے جس نے تزکیہ نفس کیا **و قد خاب من دسھا** - اور تحقیق گمراہ ہوا جس نے بگاڑ دیا اپنے نفس کو اور اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے جسم، زبان، خیلات، دل و روح کی صفائی حاصل کرے تمام اچھے لوگ، مذہبی رہنماوں، اولیاء اللہ، پیرو مشائخ وغیرہ نے تصوف پر عمل کر کے قرب الٰہی حاصل کیا ہے

جسم کے میل کچیل کو پانی سے دھو کر صاف کر دیتے ہیں - مگر

زبان کی صفائی کہ ہمیشہ سچ بولے جو وعدہ کرے اسے پورا کرے کسی کو بُرا نہ کہے کس پر لہن طعن نہ کرے کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو

خیلات کی صفائی کہ کسی کو برا نہ سمجھے نہ کسی کے متعلق کوئی بری بات خیال میں لائے اور نہ کسی کو ستائے یا نقصان پہنچائے والی بات خیال میں لائے

دل کی صفائی کہ دل کو حسد، بغض، تکبر، نفاق، غرور، حرص، ایذا رسانی، کینہ، دشمنی سے محفوظ رکھے اور محبت ہمدردی فیض رسائی اور خدمت خلق کے لئے دل کو آمادہ رکھے۔- طبیعت کے مطابق عمل کرنا روح کو تاریکی پیدا کرتا ہے، روح کی صفائی کہ حق تعالیٰ کی محبت سے معمور ہو- کسی دوسرے کے محبت اس پر غالب نہ آئے.

بعض لوگوں کا تصور یہ بھی ہے کہ تصوف محض کسی سلسلہ خانقاہی سے منسلک ہو کر شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جانے کا نام ہے کہ نہ مرشد پر کوئی پابندی ہو اور نہ ہی مرید کسی قسم کی حدود و قیود کا پابند ہو پیر بھی خدا مرید بھی خدا۔ نہ عمل کرنے کی ضرورت، بے شریعت مرشدوں مین زیادہ قباحتے پائی جاتی ہیں، ساتھ ساتھ خانقاہی نظام مین بھی بے پناہ قباحتیں اور خلاف شریعت امور داخل ہو گئے سجادہ نشین کا نسل در نسل نظام زوال پذیز ہوتا چلا گیا عوام نے تصوف کو لغو، لایعنی، اور مقدس کاروبار تصور کر لیا ہے۔ نام نہاد نابلد دین کے متلق سرسری معلومات رکھنے والے واعظین ذمہ دار ہیں

سوداگری نہیں ہے عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
زاہد کمال ترک سے ملتی ہے یہاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے عقبیٰ بھی چھوڑ دے
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

نفس کیا ہے ؟

نفس انسانی کے اندر ایک قوت حاکمہ ہے جو معصیت کے بارے میں گہرا شعور رکھتی ہے اور اس سے اجتناب کے طریقوں سے بھی آگاہی رکھتی ہے۔ دیگر انسان کو بد کرداری اور بداعمالی پر اکسانے والا اس کا اپنا نفس ہے. وہ انسان کو خدا کی راہ سے بھٹکانے کے لئے متواتر کوشش کرتا ہے بھی خاموش نہیں رہتا۔ ہر برائی کا جواز تلاش کرتا ہے اور نئی نئی وجوہ تراشتا رہتا ہے. انسان کو گستاخیاں کرنے عیش و آرام کے جملہ لوازمات کو سمیٹنے کی ترغیبات دیتا رہتا ہے۔ یہ انتہائی خود بین وخود پسند اور حریص وخود غرض ہے اور ہمیشہ اپنی خواہشات کی تکمیل کی راہیں تلاش کرتا رہتا ہے اسے صرف اپنی ضرورتوں اپنے مفادات اور اپنی خوشیوں سے غرض رہتی ہے. چونکہ یہ سب کچھ جائز راستوں سے پورا ہونا ممکن نہیں ہوتا اس لئے نفس انسان کو ہر ہتھیار آزمانے پر اکساتا رہتا ہے

نفس کی اصلاح کے بغیر صیح اعمال جنم نہیں لئے سکتے اصلاح نفس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس جو کچھ چاہتا ہو اس کے برعکس کام کیا جائے۔ مثال کے طور پر نفس سستی پر مائل ہے اور آرام کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کے برعکس عمل کیا جائے

نفس :۔ کسی چیز کی ذات کو نفس کہتے ہیں نفس کی حقیقت اُس کی روح ہے اور روح کی حقیقت حق تعالی ہے حق تعالی نے محمد ﷺ کے نفس کو اپنے نفس سے پیدا کیا۔ پھر آدم علیہ السلام کی ذات کو محمد ﷺ کے نفس کا ایک

نسخہ بنایا انسان میں یہ نفس ایک لطیفہ ہے لطائف ستہ میں سے اور صوفیائے کرام کے نزدیک اس لطیفہ کا مقام جسم میں انسانی ناف کے متصل ہے ہر ظاہر و پوشیدہ شئی میں نفس ساری ہے صوفیا کرام کی اصطلاح میں انسان کے اوپر کے نصف دھڑ کو جسم ملکوتی اور نیچے کی نصف دھڑ کو جسم نفسانی کہتے ہین-- ابلیس نفس کی جہت جلالی و گمرائی کا مظہر ہے اُسے انسان پر نفس ہی کے وسیلہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں

ابلیس کے وجود میں ننانوے مظاہر ہیں، حواص خمسہ ظاہری نفس کے خادم ہیں جن سے وہ چار قسم کی لذت حاصل کرتا ہے

اول کھانے پینے کی لذت ۔ دوم شہوت کی لذت ۔

سوم حکومت کے لذت ۔ چہارم علم کی لذت

غفلت ۔ اُس کی تلوار ہے ۔ گناہ کے وقت کا فر، سیری کے وقت فرعون، بھوک کے وقت دیوانہ کتا بن جاتا ہے

شہوت ۔ اُس کا تیر ہے ۔ شہوت کے وقت حیوان ہو جاتا ہے

ریاست ۔ اُس کا قلعہ ہے ۔ عجب و غرور اور بغض و عداوت پیدا ہوتے ہیں - جہل ۔ اُس کی سواری ہے ۔ سخاوت کے وقت نفس بخیل بن جاتا ہے - اور عبادت سے منع کرتا ہے

لہو و لعب ۔ شرابیں اور فضول قصے کہانیاں اُس کا ہتھیار ہیں ۔

عورتیں ۔ اُس کا گروہ ہیں جن سے زیادہ زبردست ہتھیار اُس کے قبضہ میں اور کوئی نہیں

گناہ کے وقت نفس کو کہا جائے کہ دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا

حضور ﷺ کی شفاعت نہ ہوگی یا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اُسے جان کنی سے ڈرائے جائے پھر بھی وہ گناہ کرنے سے باز نہیں آ ئیگا

انسان کے وجود میں نفس کے چار خانے ہیں

اول خانہ - زبان جس میں لہو و لہب پیدا ہوتا ہے

دوم خانہ - دل جس میں خناس خرطوم وسواس خطرات ظاہر ہوتے ہیں

سوم خانہ - ناف جس میں شہوت و ہوا پیدا ہوتی ہے

چہارم خانہ - اطراف دل جس میں حرص و حسد کبر ہو

پھر اُس کے حملہ کرنے کے خاص خاص موسم اور خاص خاص اوقات بھی ہیں گمراہ کرنے مین ابلیس کسی خاص روش کا پابند نہیں کس خاص معصیت پر وہ مصر نہیں ہوتا ایک گناہ مین پھانسنے کو کوشش میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو دوسرے اور دوسرے میں ناکامی ہوتی ہے تو تیسرے مین پھانسنے کی کشش کرتا ہے۔ اُس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان گمراہ ہو خواہ کس صورت سے ہو برعکس اس کے نفس ہے جو نہایت ضدی اور ہٹی ہے جس لذت کی چاٹ اُسے پڑ جاتی ہے یا جو خواہش اُس میں پیدا ہو جاتی ہے وہ اُس پر اَڑ جاتا ہے. لیکن چونکہ اصل آس کی خراب نہیں اس لئے ناکامیوں کی مسلسل ٹھوکریں اور ہدایت کی ذرا سی تحریک سے اُس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے یہ بات ہے جو ابلیس کو نصیب نہیں

قران حکیم اصلاح نفس پر زور دیتا ہے اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے روکا پس جنت اس کا ٹھکانہ ہے ۔

(النازعات ۔ ۴۱،۴۰)

وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور اس کی اصلاح کرلی اور اس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا۔۔(الخازن ۷:۲۱)

بے شک نفس تو سرکش ہے برائی میں مگر وہی جس پر میرا رب رحم کرئے۔(یوسف۱۲:۵۳)

تصفیہ قلب:۔ برے اعمال کی وجہ سے قلب انسانی پر سیاہی وظلمت غالب آجاتی ہے اور باطن تاریک ہو جاتا ہے اس لیے قران مجید ارشاد فرماتا ہے

بے شک اس مین یاددھانی ہے ہر شخص کے لے جو قلب سلیم کا مالک ہو اور جو کان لگا کر سنے گواہ ہوکر۔(ق۔۵:۳۷)

اس دن نہ تو مال فاہدہ دے گا اور نہ بیٹے مگر یہ کہ جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ (الشعر۔۲۶:۸۸:۸۹)

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب قران وسنت کا مطلوب ومقصود ہے

تزکیہ نفس کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے

خودی میں گم ہے خدائی ، تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لیے اب اصلاحِ کار کی راہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

توبہ

خدا تعالیٰ کی جانب رجوع ہونا ، ندامت جو خوف سے پیدا ہو اصطلاحی تصوف میں اسے باب الابواب بھی کہتے ہیں کیونکہ تمام دروازے اس دروزہ ہی کے کھلنے کے بعد کھلتے ہیں دل میں ندامت کا پیدا ہونا اور گناہ سے طبعی نفرت کا ہوجانا صرف زبان سے توبہ واستغفار کا رٹنا اور دل کا اُس سے غافل رہنا یا دل میں معصیت کی حسرت کا پوشیدہ ہونا اس بابالابواب کے کھلوانے کیلیے کافی نہیں

کبھی عمر بھر اس گناہ کا اعادہ نہ کیا جائے گا اس عزم کی پختگی کے ساتھ جو توبہ کی جاتی ہے اُسے توبت النصوح کہتے ہیں.

گناہوں سے جو ظاہری اور باطنی نقصانات پہنچ چکے ہیں اُنکی تلافی کے لئے کچھ زائد عبادت کرنا توبہ کرنے والے کو تائب کہتے ہیں

جو شخص صدق دل سے توبہ کرتا ہے وہ محبوبی کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اور محبوبیت کا مقام صوفیوں کے یہاں بڑا درجہ اور مرتبہ رکھتا ہے اور توبہ کرنے والا فوراً ہی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ-ان اللہ یحب التوابین و یحب المطھرین -یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور طہارت رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے

یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم -اے میرے بندوں جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں - اس میں چھوٹے بڑے سب گنہگار آگیے روے خطاب تمام بندوں سے نہیں بلکہ صرف گنہگار اور خطا کاروں سے ہے۔ پرہیزگاروں کو پارسا اور متقی اس خطاب سے الگ کیا گیا ہے یہ

خطاب فقط ان لوگوں کے لیے ہے جو غلطی اور گناہ کے بعد پریشان و پشیمان ہیں اور سوچھتے ہیں کہ ہم نے اپنے گناہوں سے اللہ کو ناراض کر دیا ہے اب ہماری مغفرت و بخشش کا سامان ہو گا بھی یا نہیں لیکن اللہ کی رحمت انہیں پیار سے پکار رہی ہے

جرم اور گناہ میں فرق کیا ہے۔ گناہ اللہ کی نافرمانی کو کہتے ہیں اور جرم کہتے ہیں اللہ کی اس نافرمانی کو جس پر ریاست سزا دے گویا ہر جرم گناہ ہوتا ہے لیکن ہر گناہ جرم نہیں ہوتا مثال کے طور پر جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن اس کو کوئی سزا ریاست نے مقرر نہیں کی

اگر چہ تم بندے ہو کر مجھے بھول گئے ہو لیکن میں تمہارا رب ہو کر تمہیں نہیں بھولا میری رحمت پھر بھی تمہیں اپنی طرف بلاتی رہتی ہے

لا تقنطوا من رحمة الله - اللہ تعالیٰ کے رحمت سے ناامید نہ ہونا

اے میرے بندے میرا پیغام بس یہی ہے کہ تیرے گناہ چاہے پہاڑ جتنے ہوں تجھے میری رحمت سے کسی حال میں مایوس نہیں ہونا یہ جان لے کہ میری رحمت فقط نیکوکاروں ، پارساوں اور متقیوں کے لیے نہیں گنہگاروں کے لئے اس سے بھی زیادہ ہے

انسان کو چاہئے کہ وہ بار بار توبہ کرتا رہے اگر وہ شیطان کے بہاوے میں آ کر توبہ پر قائم نہیں رہتا اور اس سے پے در پے گناہ صادر ہو تے ہیں پھر بھی اسے توبہ کا عمل رکھنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے کہ اسے سچی توبہ یعنی توبہ النصوح کی توفیق مل جائے

دین کا تخم توبہ ہے اگر کوئی فاسق اپنی ساری زندگی گناہ و بدکاری میں

مبتلا رہا ہو لیکن اگر اس نے کسی نیک ساعت میں اپنے گناہوں اور فسق و فجور سے توبہ کر لیا تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جایں گے اور اس طرح دھل جاہیں گے جیسے کپڑا صابون سے دھلکر صاف ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء اور اولیا کا سرمایا یہی توبہ ہے اس لیے کہ انسان لغزش اور بھول سے مرکب ہے .توبہ ہی ان لوگوں کی پناہ گاہ ہے جیسے توبہ کر کے خدا کی طرف لوٹ جاتے ہیں پھر وہ بلکل صاف ستھرے اور روشن ہو جاتے ہیں اگر توبہ نہ ہوتی تو کوئی بھی مقرب بارگاہ ایزدی نہ ہوتا۔ اولیا اور انبیا سب اپنے مقام پر اس توبہ ہی کی وجہ سے پہنچے

اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ بندہ کو گناہ کے بعد مہلت دیتے ہیں کہ وہ گناہ سے توبہ کر لیے معافی مانگ لئے تاکہ اس کے نامہ اعمال میں لکھنا نہ پڑے لیکن کوئی شخص توبہ نہ کرئے تو پھر لکھ دیا جاتا ہے جب تک نزع کی حالت طاری نہ ہو اس وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے کیسی اللہ کریم اور رحیم کی بارگاہ ہے

قرآن میں انعام دینے کا لفظ کو **117** مرتبہ استعال ہوا ہے تو مغفرت کو **234** مرتبہ استعال ہوا ہے یعنی اللہ اپنے بندوں کو معاف کرنا زیادہ پسند کرتا ہے

اہل حقیقت کے نزدیک توبہ یہ ہے کہ گزری خطاوں پر ندامت کی جائے اور آئندہ نیکی پر مداومت اختیار کی جائے .-- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا --

توبہ سالکین کی پہلی منزل ہے اور طالبین کے لئے یہی پہلا مقام ہے خواص کی توبہ یہ ہے کہ انسان عوام کی توبہ حاصل کر لینے کے بعد حسنات سے معارف کی طرف معارف سے درجات کی طرف درجات سے قربت کی طرف قربت ولذات نفسانیہ سے لذات روحانیہ کی طرف لوٹے۔ خواص کی توبہ گویا ترک ما سواسے انس اور اس کی طرف یقین کی آنکھ سے دیکھنا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ تیرا وجود گناہ ہے اس سے بڑے گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا .

یہ تمام چیزیں وجود کے کسب سے تعلق رکھتی ہیں اور وجود کا کسب گناہ ہے سچی توبہ اور تلقین مرشد کے بغیر ہاتھ نہیں آتے۔ یہ مشاہدہ مرشد کامل کی تلقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ مگر ضروری ہے کہ شیخ واصل حق ہو اور اس کا سلسلہ طریقت آخر تک متصل ہو وہ حضور ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے حکم سے ناقصوں کی تکمیل کے لئے مقرر کیا گیا ہو (صاحب خلافت ہو)

تلقین ایک ایسا آلہ ہے جو مرید کے دل سے غیر اللہ کو کاٹ ڈالتا ہے کیونکہ کڑوا درخت کاٹ کر ہی اس کی جگہ میٹھے پھل کا درخت لگایا جا سکتا ہے

انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس دنیا میں اہل تلقین (مرشد) سے حیات قلبی اخروی طلب کرے قریب ہے کہ وقت گزر جائے

توبہ کی تین شرطیں ہین ایک یہ کہ دل میں ندامت ہو دوسرے یہ کہ فوراً اس گناہ کو چھوڑ دے تیسرے یہ کہ آئندہ کے لئے یہ عزم کر لے کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا. ان میں سے پہلے دو باتوں پر تو عمل کرنا آسان ہے کہ گناہ ہر ندامت بھی ہو جاتی ہے اور اس گناہ کو اس وقت چھوڑ

بھی دیا جاتا ہے لیکن تیسری شرط کہ یہ عزم کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔ یہ بڑا مشکل ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ یہ عزم صحیح ہو یا نہیں اور جب عزم صحیح نہیں ہوتو توبہ بھی صحیح نہیں ہوئی اور جب توبہ صحیح نہیں ہوئی تو اس گناہ کے باقی رہنے اور اس کے معاف نہ ہونے کی پریشانی رہتی ہے. عزم کا مطلب یہ ہے کہ اپنے طرف سے یہ ارادہ کو لو کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا اب اگر یہ ارادہ کرتے وقت دل مین یہ دھڑکا اور اندیشہ اس عزم کا منافی نہیں اور اس اندیشے اور خطرے کی وجہ سے توبہ مین کوئی نقص نہیں آتا بشرطیکہ اپنی طرف سے پختہ ارادہ کر لیا ہو اور دل میں یہ جو خطرہ لگا ہوا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر لو کہ یا اللہ میں نے توبہ تو کر رہا ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم تو کر رہا ہوں لیکن مین کا۔ اور میرا عزم کیا؟ آپ ہی مجھے اس عزم پر ثابت قدم فرما دیجئے۔ آپ ہی مجھے استقامت عطا فرمائے جب دعا کر لی تو انشاء اللہ وہ خطرہ اور اندیشہ زائل ہو جائے گا.

یہ بات بڑے خطرناک ہے کہ دل سے گناہ کا ڈر مٹ جائے اور گناہ کرنے کے بعد دل میں کوئی ندامت پیدا نہ ہو اور انسان گناہ پر سینہ زوری کرنے لگے اور اس گناہ کو جائز کرنے کے لئے تاویلیں پیش کرنا شروع کر دے

ان آنکھوں کو جب سے بصارت ملی ہے
سوا تیرے کچھ میں نے دیکھا نہیں ہے

حکایت:۔ رب تعالیٰ وہ غنی ہے جس کا دروازہ ہر وقت ہر ایک کے

لیے کھلا ہے اور تو بھگاتے ہیں مگر وہ اپنے درواز یکی طرف بلاتا ہے
۔۔حکایت:۔ دو بھائی تھے۔ایک متقی پرہیزگار دوسرا فاسق و بدکار جب فاسق مرنے لگا تو متقی بھائی نے کہا دیکھا تجھے میں نے بہت سمجھایا مگر تو اپنے فسق و فجور سے باز نہ آیا اب بول تیرا کا حال ہوگا اس نے جواب دیا اگر قیامت کے روز میرا رب میرا فیصلہ میری ماں کے سپرد کر دے تو بتاو کہ ماں مجھے کہاں بھیجے گی ۔ دوزخ میں یا جنت میں پرہیزگا بھائی نے کہا کہ ماں تو واقعی جنت میں بھیجے گی گنہگار نے جواب دیا کہ میرا رب میری ماں سے زیادہ مہربان ہے یہ کہا اور انتقال ہوگیا• بڑے بھائی نے خواب میں اسے نہایت خوشحال دیکھا۔مغفرت کی وجہ پوچھی کہا کہ میری اس مرتے وقت کی بات نے میرے تمام گناہ بخشوا دیے•

قرآن میں دنیا کو اور آخرت کو 115 مرتبہ استعمال کیا ہے
قرآن میں جنت اور جہنم کو بھی 77 مرتبہ ہی استعمال ہوا ہے
قرآن میں شیطان اور ملائکہ کو بھی 88 دفعہ استعمال ہوا ہے
قرآن میں ایمان اور کفر کو بھی 25 مرتبہ ہی استعمال ہوا ہے

مسلمانوں کی ذات غریب ہونے سے نہیں
اسلام سے غافل ہونے سے ہے

الوجود

الحمد للہ رب العلمین لا موجود الا ھو و الصلوۃ علیٰ رسولہ سید نا محمد لا مقصود الاھو

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو
(اللہ نے گواہی دی کہ سوائے اس کے کوئی اللہ نہیں)
لا فاعل فی الوجود الااللہ
(اللہ کے سوا کسی فاعل کا وجود ہی نہیں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔ **ما رایت شیا الا رایت اللہ فیہ و ما رایت شیا الااللہ فلیس فی الدارین غیر اللہ فلیس فی الدارین غیرہ**
(میں نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس میں اللہ کو دیکھا اور میں نے اللہ کے سوا کچھ نہین دیکھا ، دونوں جہاں میں کچھ نہیں ، سوائے اللہ کے اور نہیں ہے دونوں جہاں میں سوائے اللہ کے) ہستی ۔ ہے پن ۔ واجب الوجود ۔ وحدت الوجود ۔ ہم ہمہ اوست ۔
لاموجود الاھو ۔

ازل میں جو صدا میں نے سنی تھی مستی میں
وہی آواز اب تک سُن رہاوں ساز ہستی میں
نظر آتی ہے مجھ کو اپنی ہستی یار کی ہستی
فنا جب سے ہوئی ہے میری ہستی اس کی ہستی میں
بتوں میں دیکھتا ہوں عکس حُسن شاہد معنی
خدا کو پا لیا واللہ میں نے بُت پرستی میں
مرا ایمان غارت کر دیا جس بت کی نظروں نے
اُسی کافر کا جلوہ دیکھتا ہوں حق پرستی میں
نہ کیوں رقصاں ہو خادمؔ ذرّہ ذرّہ میری ہستی کا
شبیہ حُسن ساقی دیکھتا ہوں کیفِ مستی میں

جب سے انسان نے ہوش سنبالا ہے اس کے ذہن میں ہمیشہ ایسے سوالات جنم لیتے رہتے ہیں - کے میں کون ہوں؟ میری ابتدا کیا ہے؟ میری انتہا کیا ہے؟ میری حقیقت کیا ہے ؟ میری پہچان کیا ہے ؟ مجھے تخلیق کرنے والا کون ہے اس کی پہچان کیا ہے؟

انسان نے جب ان سوالات کے جوابات کو تلاش کرنے شروع کیا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں زمین پر اپنے نبی اور رسول کو بھیجا جو انسان کو ان سولات کے جوابات سے مطلع فرماتے رہے اللہ نے حدیث قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے

کنت کنزا مخفیا فا حببت ان اعرف فخلقت الخلق

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاوں اس لئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا اس حدیث قدسی سے واضح ہوگیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی پہچان اور معرفت ہے مگر کیسے حاصل ہو گی اللہ کی پہچان دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے کہ

نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔ **من عرف نفسہ بالعجزو الفناء فقد عرف ربہ بالقدر والبقاء** (جس نے پہچانا اپنے نفس کو عجز وفنا سے پس پہچان لیا اس نے اپنے رب کو قدر و بقا سے (عزت بزرگی اندازہ عظمت کے ساتھ) جب کوئی اپنے نفس کو پہچان لیا وہ بقا پا گیا۔ جیسے ہی فانی فی اللہ (اللہ میں مٹ گیا فنا مو گیا) ہوا۔ باقی باللہ (اللہ سے باقی) ہو گیا

اگر انسان اپنے کو پہچان لئے تو آفاق اس کو اپنے اندر دکھائی دے گا افسوس کے انسان اپنے کو فراموش کر کے آفاق میں گم ہے

پہلے خود کو جاننا اور پہچاننا ضروری ہے- دنیا میں کیا ہو رہا ہے اسے دیکھنا بعد کی بات ہے، یعنی پہلے اپنے کو پہچان اور پھر دنیا کے لے کام کر تب تیرا کام اللہ کی رضا کے مطابق ہو گا

اولم یتفکروا فی انفسھم -(سورۃ روم-۸)
کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے

حدیث قدسی میں خدا نے باطن کی طرف متوجہ کیا ہے

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد المومن

نہ میں زمین میں سما تا ہوں اور نہ آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

وجود :۔ وجود کے معنی ہیں "ہونا" وجود سے ہمیشہ وجود حق تعالیٰ مراد ہوتی ہے نہ اعتبار ذہنی ہے نہ اعتبار خارجی ، وجود نہ اطلاق میں مقید ہے نہ تقید میں اس مرتبہ میں وہ نہ کلی ہے نہ جزوی نہ عام ہے نہ خاص نہ واحد ہے اس معنی میں کہ اُس کی ذات پر کوئی شئے زاہد ہوئی ہو نہ کثیر ہے جملہ اعتبارات واضافات یہاں ساقط ہیں اور یہ درجون سے بلند ہے، وہ مطلق اور مقید اور کلی اور عام اور خاص اور واحد اور کثیر سب کچھ ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُس کے ذات اور حقیقت میں کوئی تغّیر وتبدل واقع ہو۔ وہ تھا اور کوئی شئے اس کے ساتھ اور اُس کے علاوہ نہ تھی اور اب بھی اس طرح ہے جس طرح کہ تھا نہ جوہر ہے نہ عرض ہے بذات موجود ہے اور کسی دوسری چیز سے جو ذہن یا خارج اُس سے مغائرت رکھتی ہو موجود نہیں۔ اگر ہم اللہ کے سوا کسی اور کے لئے وجود کو تسلیم کیا تو یہ شرک فی الذات ہے

جو کچھ ہے جو بھی ہے وہ وہی وہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ سچ ہے اللہ کے سوا کسی کی خدائی کا اقرار جھوٹ من گھڑت بات ہے

جب ہم نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اپنی ذات میں اپنی صفات میں یکتا ہے اور اس کے سوا کسی کا وجود نہیں اس وقت تک توحید کا صحیح تصور ممکن نہیں

حدیث پاک :۔ ارشاد ہے۔ **کان اللہ و لم یکن معه شئی و هو الان کما کان و هو لا یتغیر بذاته و لا بصفاته و لا**

فی افعاله و لا فی اسمایه بحدوث الاکوان فلا یکون معه اللہ غیر اللہ

اللہ تعالیٰ ایسا کہ کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں وہ پہلے جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے بدلتا نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ اپنے ناموں میں۔ کائنات کے بدلنے کی طرح پس خدا کے ساتھ غیر خدا نہیں ہوسکتا

اللہ تعالی غن الحدوث والتغیرانه سبحانه لا یتغیر بذاته والا فی اسمائه بحدوث الاکوان (برتر ہے اللہ تعالیٰ پیدا ہو نے سے۔ بدل جانے سے وہ پاک ہے۔ بدلتا نہیں اپنی ذات سے نہ اپنے ناموں سے بدل جانے سے دنیا وعقبیٰ کے)

محمد واسع ؒ کہتے ہیں۔ **ما رائت شیئا الا رائت اللہ فیه** (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس میں)

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

اللہ تعالی احد ہے۔ (ایک ہے اور ایسا ایک ہے جو گنتی کا ایک نہیں ، ایسے ایک کا دو نہیں) ارشاد ہے قل ھواللہ احد۔ (آپ کہ دیجے کہ اللہ ایک ہے) وحدہ لاشریک لہ (ایک ہے کوئی اس کا شریک اور ساجھی نہیں) ہے وہ ایسا یکتا ہے جس کا دو نہیں یعنی ایک ہی ایک ہے دوسرے کا وجود ہی نہیں وہ اپنے آپ میں اپنے ساتھ آپ ہی مشغول ہے اپنے ساتھ ہی عشق کرتا ہے

۔کسی اور سے مشغول نہیں وہی ہے

وہی اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ ھو الاول ھو الاخر ھو الظاہر ھو الباطن ۔ وہی اگلا، وہی پچھلا، وہی کھلا، وہی چھپا۔ وھو بکل شئی علیم (وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ہر چیز اس کے علم مین ہے)

عشق ہی ہے جو دونون جہاں میں جلوہ کر رہا ہے
کبھی بادشاہ کے لباس میں کبھی فقیر کی گڈری میں

ایک آفتاب ہزراروں آئینوں شیشوں میں چمکا
ہر رنگ کے لحاظ سے ہر ایک پر ایک شعاع ڈالا

وجود حق مطلق ہے اور اس کے مقابلے میں جو کچھ ہے وہ عدم محض ہے چونکہ غیر حق عدم ہے وہ کس طرح موثر نہیں معشوقوں کی صورتوں میں جو جذب و دلربائی ہوتی ہے وہ بلحاظ حقیقت حق تعالی کی جانب سے ہوتی ہے اگر چہ وہ صورتیں باطل شرعی ہی کیوں نہ ہوں۔ موجودات کی صورتوں میں سے ہر صورت اُس کے حسن کی ایک تصویر اور اس کا حسن دیکھنے کا ایک آئینہ ہے تمام چیزیں اُس کے، حُسن و جمال کے انعکاسات ہیں ...... سوائے حُسن مطلق کے کسی چیز کا وجود نہیں ۔ برائی کا حکم وجود سے مطلقا خارج ہے عالم میں کوئی برائی نہیں مگر اعتباری. یعنی کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے بُری نہیں اعتبارات عارضی و وہمی کے لحاظ سے وہ بُری ہو جاتی ہے اور اُن اعتبارات کے اُٹھتے ہی بُرائی کا حکم دور ہو جاتا ہے خودی اور خدا میں کوئی بھید نہیں ہے جب تک عرفان حاصل نہ ہو اس وقت تک انسان اپنے آپ کو غیر سمجھتا رہتا ہے لیکن جب قطرہ سمندر میں مل کر سمندر بن جاتا ہے اس کا

ذاتی وجود باقی نہ رہے

حلول واتحاد۔ اس میں دو وجود کا ہونا لازمی ہے چونکہ وجود در اصل ایک ہی ہے اس لئے حلول واتحاد توحید میں محال ہے

وہ صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے اور لا مکان ہے کیونکہ کس مکان میں گنجائش نہیں

کون و مکان میں نہیں کوئی بھی انجا نہ تیرا
رنگ لایا ہے میرے دل میں سما جانا تیرا
ذرہ ذرہ سے تیرے خوشبو مہکتی ہے یہاں
رنگ کرتا ہے ہر ای شئی سے ابھر آنا تیرا

اللہ تعالی اپنی کسی قوت یا صفت کے اظہار میں کسی آلہ کا محتاج نہیں تمام صفتیں اس کی ذات میں موجود تھیں اور موجود ہیں اور موجود رہیں گی ۔ اللہ کی ذات کا اسماء وصفات کے پردہ مین پوشیدہ ہیں

. وہ ذات حق تعالی شانہ صورت والی نہیں ہے یعنی وہ صورت نہیں رکھتی ہے صورت رکھنے والی چیز ایک پیانہ خاص کے اندر مقید ہوتی ہے اور جو چیز کہ کسی پیانہ کے اندر مقید ہو وہ ہرگز خدائی کے لائق نہیں اور وہ گنتی میں آئی ہوئی چیز بھی نہیں اسلی کہ اسکو شروع اور آخر نہیں اور جو چیز کہ شروع اور آخر نہیں رکھتی وہ ہرگز کس حد کے اندر مقید بھی نہیں ہے کیونکہ اسکو شرع اور آخر نہیں ہے ۔ اسکی ذات کسی جہت کے اندر مقید نہیں ہے یعنی ستہ اور اسکی ذات کسی زمانہ کے اندر بھی مقید نہیں ہے، اللہ ہے جو اپنے ذات سے آپ

موجود ہے بلکہ دوسروں کی موجودیت بھی اسی کے وجود کے پرتو سے ہے۔
کیونکہ موجود حقیقی ایک کے سوا ہو ہی نہیں سکتا اہل تحقیق کے نزدیک وجود خلق اصلی وحقیقی نہیں بلکہ عارضی و اعتباری ہے اور خلق حقیقت میں کچھ بھی نہیں صرف سمجھ کا پھیر ہے وجود اصلی ہے اُس کے ذریعہ سے خلق کا وجود قایئم معلوم ہوتا ہے جو محض خیالی اور تعین عدمی ہے پس سب نیست ہیں جو کچھ ہے حق ہی حق ہے کیونکہ وہ سب پر محیط و حاوی ہے اور جب اس محیط کل کا وجود قایئم و دایئم ہے تو خلق کی ہستی یا نیستی دونوں برابر ہیں خلق وہ ہے جو حقیقتا موجود نہیں اسلئے اسکی بقا کیا اور فنا کیا سوائے ذات پاک خداوندی کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے اور جو بذات خود موجود نہیں وہ فانی ہے.

یہ دنیا صورت اور دوست معنی ہے
اگر معنی میں نظر کریں تو سب وہی وہ ہے

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہ زمین، آسمان، چاند، سورج، چرند، پرند، پہاڑ، سمندر، حیوان، انسانِ، نور ظلمت ہدایت وگمراہی، خیر وشر ان سب کا وجود ہے اور اگر ہم ان کا وجود نہ مانیں تو اللہ کی صفت تخلیق کا انکار لازم آئے گا اور اس طرح ہم شرک سے بچ کر کفر کا شکار ہو جائیں گے۔
عالم کا ہے پن خود ان کی ذات سے نہیں ہے۔ عالم کے ہر چیز محدود یعنے ایک حد خاص کے اندر مقید ہے کیونکہ اسکے ہے پن کو شروع بھی ہے اور آخر بھی ہے اور جس چیز کے ہے پن کو شروع اور آخر ہوا کرتا ہے اس کا وجود یعنی ہے پن خود اسکی ذات سے نہیں ہوتا تو ثابت ہوا کہ ان کو وجود

یعنے ہے پن کسی دوسرے کے طرف سے ملا ہے، وجود حقیقی تو اللہ ہی کا ہے باقی تمام کائنات کا وجود حقیقی نہیں مجازی ہے۔حقیقت وجود، وجود واحد کے سوا موجود نہیں۔ جس کو تم غیر کہتے یا سمجھتے ہو وہ اس کا نور ظہور ہے

سب کا مانا ہوا ایک ہے جس کے سوائے کوئی اور نہیں
جب وہ ظاہر ہو گیا تو یہ سب غیر کی صورت میں نکل آئے

جس چیز کا وجود خود اس کا ذاتی ہو وہ کسی طرح کے مقید کو اپنے لئے ہرگز قبول نہیں کر سکتی، مقید کو وہی چیز قبول کرتی ہے جسمیں اس مقید سے تجاوز کرنے کی قوت نہ ہو...... وہ وجود ان کو دوسرے کے طرف سے دیا گیا ہے پھر تو ثابت ہو گیا کہ جس کے طرف سے ان کو وجود ملا ہوا ہے وہی ان کا رب ہے، یعنی جس وجود سے کہ یہ اشیاے عالم موجود ہین اور موجود کہلاتے ہیں۔ اور موجود نظر آتے ہیں سو وہ وجود دراصل پرتو ہے اس حقیقت کا ملہ قدیمہ کا جو خود ہی۔ ما بہ الموجود ہے اسی حقیقت کا ملہ واقعیہ ما بہ الموجود یہ کا نام ہی خدا اور اللہ ہے جو اپنے ذات سے آپ موجود ہے بلکہ دوسروں کی موجودیت بھی اسی کے وجود کے پرتو سے ہے

اے کہ تیرے وجود پر خالق دو جہاں کو ناز
اے کہ تیرا وجود ہے وجہٰ وجود کائنات

ذات مطلق۔ وہ عین تجھ مین تو ہے۔ ارشاد ہے۔ اقـــــرا کتـــابک بـــنـفـسـک ۔یعنی تو بذات خود اپنی کتاب پڑھ۔ تـلاوۃ الوجود ام الکتاب ۔ وجود کی تلاوت ام لکتان ہے. جب تو اپنی ذات سے کتاب حق ہوا تو کیون اپنی حقیقت کا مطالعہ نہیں کرتا

جب کچھ نہ تھا۔ اللہ تھا۔ جب اللہ نے چاہا بشمول کائنات ہمیں تخلیق کر دیا تخلیق کی بنیاد base۔ اللہ کا چاہنا ہے۔ اللہ کا چاہنا اللہ کا ذہن ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارا اصل وجود اللہ کی ذہن میں ہے۔ قانون یہ ہے کہ جب تک شیئے کی وابستگی اصل سے برقرار نہ رہے کوئی شئی قائم نہیں رہ سکتی۔ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ باہر نہیں دیکھتے۔ کائنات کا ہر مظہر ہمارے اندر موجود ہے ہم سمجھتے یہ ہیں کہ ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ ہمارے سامنے موجود ہے حالانکہ خارج میں کسی شیئے کا وجود محض مفروضہ ہے۔ ہر شیئے ہمارے inner میں قیام پذیر ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم کسی چیز کا مشاہدہ اپنے اندر کرتے ہیں۔ اور یہ سب کا سب ہمارا علم ہے

ذرا غور سے دیکھو وہ عکس کیا ہے حقیقت میں نہ تو وہ عکس تیرا غیر ہے اور نہ ہی تیرا عین۔ اگر وہ عکس عین تو ہی ہوتا تو اس کے غائب ہو جانے سے تو غائب ہو جاتا اور اگر وہ تیرا غیر ہوتا تو وہ عکس تیری ہر حرکت وسکون کا کیوں حامل ہوتا۔ پھر تو کسی کے جمال کا آئینہ ہے اور تیرے اس آئینہ میں وہ جمال منعکس ہوا ہے تو تیری ہوا دا عکسی ہے۔ دیکھنے والا کوئی اور ہے اور تیرا دیکھنا عکس بولنا کسی اور کا ہے اور تیرا بولنا عکسی تیرا سننا کسی اور کا ہے اور تیرا سننا عکسی

ہو کر قریب تر میری چشم و نگاہ سے
مجھ سے حجاب میں ہیں وہ پردہ کئے بغیر

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں؛-

یار تیرے اندر ہے تو کیوں بے خبر ہے

حضرت خوجہ غریب نوازؒ نے انسان کو مخاطب کرتے ہیں ؎ تیری ہستی کی تاریکی میں آب حیات موجود ہے تو مچھلی بن جا اور خود کو اس آب حیات میں ڈال دے اور ایک جگہ آپ فرماتے ہیں تو کب تک ہر طرف دوڑتا پھرے گا تجھے جو بھی چاہے اس اپنے میں تلاش کرتا کہ تجھے پتہ چلے کہ تو کون ہے

حضرت بلھے شاہؒ نے فرمایا کہ جس نے راز حق پایا ہے وہ راہ باطن تلاش کر کے ہی پایا ہے اور جس نے یہ راز پا لیا وہ آخر سکونِ حقیقی کا حقدار بن گیا اور خوشی وغم، گناہ وثواب، حیات وموت اور ہر طرح کے امتیاز سے آزاد ہو گیا

فاعل حقیقی ایک ہے۔ **واللہ خلقکم و ما تعلمون** (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو یعنی تمہارے افعال کو تم کو)

اللہ کا غیر۔ عدم محض۔ یعنی ہے ہی نہیں۔ اس کے سوائے کوئی وجود و نمود نہیں رکھتا۔ وجود ونمود میں نہیں۔ **ھو ھو لیس ھو الا ھو** (وہی وہ ہے کوئی اور نہیں وہی وہ ہے)

ہر نام کا ایک منشاء ایک صفت ہوا کرتی ہے اللہ تعالی الوہیت صفات کے ساتھ ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہوا۔

ہم وہیں ہیں جہاں ہم تھے
ہم جہاں تھے وہیں ہم ہیں
نہ آنا ہے، نہ جانا ہے،
نہ رہنا ہے، نہ لوٹ جانا

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں "اے طالب تو پہچان اپنے ذات کو اور کون ہے تو اور کیا ہے حقیقت تیری اور کیا ہے تیری نسبت حق تعالیٰ کی طرف اور کس وجہ سے تو حق ہے اور کسی وجہ سے تو عالم (جہان) ہے۔ اے بشری جسم میں مقید انسان اللہ تعالیٰ کی ذات تجھ سے دور نہیں بلکہ اے خاکی انسان غور کر اللہ تعالیٰ کا جلوہ تجھ ہی میں وہ تجھ سے تیرے شہ رگ سے نزدیک ہے۔۔ بعض صوفی فرماتے ہیں کہ اس ہستی کی تلاش کے لے پہلے اپنے اندر رسائی ضروری ہے اپنے باطن کے اندر اللہ پاک کی موجودگی پر زور دیتے ہوے فرماتے ہیں کہ اس کے لے لفظ نزدیک کا استعمال بھی موزوں نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ بھی علیحدگی اور دوئی کا مظہر ہے بلکہ وہ ہی تو ہماری ہستی ہماری حقیقت ہے پھر بھی تو اندھا ہے اور لقائے خدا تیرا مقدر نہیں ہے

تیرا تن روح سے نا آشنا ہے
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ' زندوں کا خدا ہے

انسان کے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان صرف نفس ہی حجاب ہے
تیرے باہر جو کچھ ہے وہ خدا کی قدرت ہے اور تیرے اندر خود خدا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ وہ تمہاری جانوں میں ہے تم دیکھتے کیوں نہیں تیرے باہر اگر تو خدا کو دیکھنا چاہتا ہے تو یہ دشوار ترین عمل ہے۔ یہ تیرا تن اس کا حجرہ ہے اور جو اپنے اند سفر کرتا ہے وہ دیکھتا ہے

سالک اپنے وجود کو یعنی ذات انسانی کو عین ذات الٰہی اور وجود کو عین وجود الٰہی کا تصور اس قدر مضبوط اور پختہ کرنا چاہے اسم ھو مین غرق ہو جائے **الانسان سری و انا سر ھو** انسان **سری** ہے اور انا **سر ھو** ہے

محی الدین ابن عربیؒ نے وجوداً ایک ہی ہے جو کہا ہے وہ اتنے وجودات سے متمثل ہے۔ اِس جہاں اُس جہاں کی ساری نعمتیں جنت کی آرام دہ چیزیں، دوزخ کی تکلیف و ایذا دینے والی چیزیں، ثواب، عذاب، عرش، ثری، سب چھوٹے بڑے عزیز ہوں یا ذلیل بزرگ ہوں یا حقیر ایک ہی وجود ہے۔ اس کے سوا کوئی وجود نہیں۔ خدا کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ ہمیشہ اور ہر جگہ وہی ہے۔ جس طرف دیکھو اسی کا جمال نمایاں ہے اور اس کے سواء کوئی نہیں ہے یہ بھی حقیقت ہے

ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ حضور نبے اکرم ﷺ کے ظہور کا حال یہی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک سب سے پہلے وجود میں آئی اور سب سے آخر میں آپ ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کو اول وآخر کہا گیا یہ وہی مرتبہ ہے جہاں آپ ﷺ کل ہیں۔ **الکل فیہ و منہ و کان عندہ** ۔ سب کچھ آپ ﷺ میں ہے آپ ﷺ سے ہے آپ ﷺ کی طرف سے تھا اور آپ سے ہوگا

لوح بھی قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

انسان کا وجود یہ امانت حق ہے اسے انسان نادانی اور غفلت میں

اسے اپنی ہستی سمجھ بیٹھا ہے اس لئے حیران و پریشان ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ حق الیقین سے کہے اور جانے اور دیکھے یہ ہستی حق کی ہستی ہے مرے بدن کا ہر حصہ حق تعالی کا ہے۔ یعنی یہ جان حق کی ہے آنکھ حق کی ہے کان حق کے ہیں زبان حق کی ہے صدا حق کی ہے یہ جو تو میں میں کہتا ہے یہ بھی حق کا ہے، کیونکہ حق تعالی کی ذات ایک سمندر ہے اور تمام عالم چاہے ظاہری ہو یا باطنی ہو اس کے سمندر کی موجوے ہیں۔ جب سمندر میں حرکت ہوتی ہے تو عالم کے ہر ذرے سے صداً میں ً نکلتی ہے اسلے ہر انسان ً میںً کا دم برتا ہے یعنی میں کھڑا تھا مین آیا تھا میں گیا تھ وغیرہ یہ سمندر کے بغیر نہ ممکن ہے کسی چیز کے وجود کو موجود نہ جانے۔ واجب الوجود کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ اس لے تمام مخلوقات واجب الوجود کی تجلیات سے روشن ہیں اور سب اسی سے قائم ہیں

ارشاد محمدی ﷺ ہے۔ من عرف اللہ لا یخفیٰ علیه شئی ۔۔جس نے معرفت حق حاصل کر لی اسکی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی

تیری بارگاہ میں دو کی گنجائش نہین
سارا علم تو ہے اور تیری قدرت

آئینہ خانے میں جہاں ہر طرف ہر سمت بے شمار آئینے جڑے ہوں ایک شمع روشن ہو تو وہ ہر آئینے میں جگمگاتی نظر آتی ہے، ہر عکس اس ایک شمع کا محتاج ہے، اور ایک شمع کے بجھ جائے تو ہر سمت اندھیرا چھا جائے، ساری جگمگاہٹ اور روشنی اس ایک شمع کی مرہون منت ہے۔ لیکن آئینوں کا تو وجود ہے؟ اس کو دوسرے انداز میں سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آپ ایک

کمرے میں تشریف رکھتے ہیں، آپ کے سامنے چار پائی ہے پیچھے دروازہ ہے، دائیں طرف کھڑکی ہے اور بائیں طرف الماری ہے، آپ کے اوپر چھت ہے اور نیچے فرش ہے۔ اگر آپ اپنا رخ پھیر لیں تو آگے پیچھے، دائیں، بائیں کا مفہوم بدل جائے گا اور اس طرح اگر آپ چھت پر چلے جائیں تو اوپر نیچے کا تصور بھی تبدیل ہو جائے گا۔ یہ آگے پیچھے دائیں، بائیں اوپر، نیچے ان کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔ آپ ہیں تو یہ سمتیں اور جہتیں بھی ہیں۔ اگر آپ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تو ان سمتوں کو ساتھ لئے کر نہیں آئے کہ ان کا اپنا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے آپ کے وجود کے باعث یہ از خود مقصود ہو گئی ہیں•

مقام وصل میں سوچو تو اللہ ہے نہ بندہ ہے
فقط ایک نام کی ہے قید قطرہ ہے نہ دریا ہے

اللہ تعالی جب کسی شئی کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے۔ کُن ۔ تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔۔ انما امرہ اذا ارادا شیاان یقوله کن فیکون. اس کا حکم یہی ہے جب وہ کسی چیز کا ارادا فرمائے تو اس سے کہے ہو جا تو وہ فورا ہو جاتی ہے

ظاہر ہے کہ حقیقی اشیاء کے بنانے میں وقت صرف ہوتا ہے فرضی اشیاء کی تخلیق میں نہیں، فرق اتنا ہے کہ جتنی ہمارے حیثیت اور وقعت ہے اتنی حیثیت ہماری فرض کی ہوئی چیزوں کی ہے اور اللہ کی تخلیق کردہ اشیاء اسی حقیقی وجود کے مقابلہ میں فرضی ہونے کے باوجود معلوم ہوتی ہے۔ عالم کا ہر جزو وہ خواہ کتنا ہی چھوٹا اور عوام کی نگاہ مین کتنا ہی بے قدر کیوں نہ ہو حق

تعالی کے کسی اسم کا مظہر ہے

صوفیا کرام نے کہا کہ یہ دنیا دراصل عالم خواب ہے جب موت آئے گی تو ہماری آنکھ کھلے گی تو اس کائنات کو بھی اسی انداز میں خواب تصور کیجیے۔خواب دکھانے والا وہ قادر مطلق ہے۔

جس قدر صفات اللہ میں ہیں اس قدر صفات انسان میں ہیں صرف یہ فرق ہے کہ انسان اپنی حیات وموت،، سننے، دیکھنے میں اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کس کا محتاج نہیں

انسان اپنے ظاہر کے خلق کی صورت اور باعتبار اپنے باطن کے حق کی صوت ہے۔اللہ تعالی جملہ اسماء الٰہی جمالی یا جلالی ہوں یا صفاتی یا فعلی ہوں سب اس میں شامل ہیں اور تمام اسماء پر مقدم ہے اور تمام اسماء اس کے مظاہر کی تجلی ہیں. عالم کی کل موجودادمیں اور ذرہ ذرہ میں حق کا ظہور ہے اگر یہ ظہور نہ ہوتا تو موجودات صوری کا وجود ہی نہ ہوتا اور ہر ذرہ میں اس کی استعداد کے مطابق ظہور فرمایا لیکن اتم ظہور صرف انسان کے کسی چیز مین نہیں کیا.

یہ درخت (جسم) جو آپنے آپ سے آپ ہے وہ تمہارا ہی وجود۔تمہاری ہی ہستی ہے۔ جس کی شکل وصورت تمہارے ہی افعال و اوصاف (کام خوبیاں) ہیں اللہ کی ذات روح ہے مطلق۔مقید ہے۔تم ہی تم ہو۔تمہارے سوا اور کوئی نہیں۔تم نے خود کو خود ہی چھوڑ رکھا ہے۔کس طرح کی کوئی دوئی جدائی نہیں۔سمجھنے کی بات یہی ہے کہ تم اسی سے ہو.

خدا کے سوائے کوئی وجود نہیں رکھتا

وہی تھا، ہے، اور رہے گا

امام غزالیؒ نے **من عرف نفسه فقد عرف ربه** ...... کی شرح میں فرماتے ہیں

اے انسان تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری ہی ذات ہے اس لئے اگر تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے کو کیوں کر پہچان سکے گا ؟ فقط یہ جان لینا کہ "یہ مرے ہاتھ ہیں یہ میرے پاوں ہیں یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے" اپنی ذات کی شناخت تو نہیں ہے، اتنی شناخت تو اپنے لئے دیگر جانور بھی رکھتے ہیں-یا فقط یہ جان لینا کہ بھوک لگے تو کچھ کھا لینا چاہے، غصہ آ جائے تو جھگڑا کر لینا، شہوت کا غلبہ ہو جائے تو جماع کر لینا چاہئے یہ تمام باتین تو جانوروں میں بھی تیتے برابر ہیں پھر تو ان سے اشرف و افصل کیون کر ہو. تیری اپنی ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تو آیا ہے تو کس کام کے لئے آیا ہے تجھے کس غرض سے پیدا کیا گیا ہے تیری نیک بختی وسعادت کیا ہے اور کس چیز میں تیری بدبختی وشقاوت کیا ہے اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور ان میں سے بعض صفات حیوانی ہیں بعض وحشی درندوں کی ہیں بعض شیطانی بعض جناتی اور بعض ملکوتی ہیں تو ذرا غور تو کر کہ تو ان میں سے کون کون سی صفات کا حامل ہے؟ تو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کون سی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب واجنبی اور عارضی ہے؟ جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچانے گا-اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا کیونکہ

ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدا علیحدا ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے- جو پایوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں ، پییٔں ، سوئیں ، مجامعت مین مشغول رہیں- اگر تو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہ کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے- درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے بھڑنے مرنے مارنے اور غیظ وغضب میں ہے، شیطانوں کی غذا اور سعادت شرانگیزی اور مکر وحیلہ سازی میں ہے اگر تو ان میں سے ہے تو ان ہی جیسی مشاغل اختیار کر لے تا کہ تو اپنی مطلوبہ راحت و نیک بختی حاصل کر لے فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر وتسبیح وطواف میں ہے جب کہ انسان کی غذا اور سعادت قرب الٰہی میں اللہ تعالی کے انوار جمال کا مشاہدہ ہے- اگر تو انسان ہے تو کوشش کر کہ تو ذات باری تعالی کو پہچان سکے اور اس کے انوار و جمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ، شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو اس ذات یکتا کو کرے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندران حیوانی و درندوں کی صفات کسلے تجھ میں پیدا کئے ہیں- جس نے ان کو نہ جانا وہ راہ دین سے دور رہا اور دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں تم میں ہوں تمہاری حقیقت تمہاری ذات میں ہوں ۔ میں ایسا ہوں اس کے باوجود ابھی تم مجھ کو دیکھ نہیں پاتے ۔ حضرت محمد ﷺ کا یہ فرمان کہ۔ انا و اللہ فی الوحدت واحد (میں اور اللہ تعالی یکتائی میں ایک ہیں)

احمد ہی یہاں احد ہے ہمیشہ عشق سے بے چین بے قرار رہتے

ہیں ۔اس سے ثابت ہو گیا کہ وہی وہ ہے۔ جو ہمیشہ اپنی دیکھ بھال میں آپ ہی ہے۔ اپنا آپ ہی دیکھنے والا ہے۔

احمد ہے تیرا نام تو خود اس میں احد ہے
پاتے ہیں تجھی میں کبھی کرتے نہیں تاویل
آپ میں جب تک ہے تو پائے گا سب کو باعدد
اور جب ہو جائے فانی پائے گا سب کو احد
گھٹلی میں تیرے ساتھ ہوں بس رنج ہے یہی
چھلکے میں تیرے ساتھ نہیں غم اس کا ہے
وہ آگ نہیں باد نہیں خاک نہ پانی
ہے جان نہ جسم اور سمجھ نام نہیں ہے
اے پروردگار جب رنج و خوشی تو ہے
یہ میں تو کی تہمت کیوں لگا دیا
لیلی بھی تو ہے مجنوں بھی تو ہے
شیریں بھی تو ہے فرہاد بھی تو ہے

خدا اپنے آپ پر آپ عاشق تھا اس نے جہان کو اپنے آپ کو دکھانے والا آئینہ بنایا۔ اپنا تماشا اپنے آپ کو آپ ہی دکھلایا وہی عاشق وہی عشق ومعشوق تھا

دیکھ لو شکل میری کس کا آئینہ ہوں میں
یار کی شکل ہے اور یار میں فنا موں میں
بشر کے روپ میں اک راز کبریا ہوں میں

سمجھ نا سکے فرشتے کہ اور کیا ہوں میں
پتہ لگائے کوئی کیا میرے پتے کا پتے
میرے پتے کا پتہ ہے کہ لا پتہ ہوں میں
مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے دیکھنے والے
تو آئینہ ہے میرا تیرا آئینہ ہوں میں
میں وہ بشر ہوں فرشتے کریں جنہیں سجدہ
اب اس سے آگے خدا جانے اور کیا ہوں میں

عشق کیا ہے؟۔ عاشق ومعشوق کا دیدار ہے۔اچھی طرح سمجھ جاو کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ یہی تین ہیں جن کو عاشق۔عشق۔معشوق کہتے ہیں۔اس کے سوا جن کوً ہیں ً کہتے ہیں وہ سب ہیچ بیکار وفضول ہیں کسی کام کے نہیں۔یہی ظاہر وظہور باطن وبطون ہیں۔ظاہر سے خلق باطن سے خالق مراد ہے۔ظاہر و باطن ًذات کے دو مرتبے جو کہے جاتے ہیں وہ حقیقت میں ایک ہی مرتبہ ہے۔جس کے بہت سارے مراتب ہیں سمجھنے کی بات اس قدر ہے کہ۔۔۔احد (ایک) میں جو الف ہے وہ عشق اور ًحاً عاشق اور دال معشوق کے معنی لئے ہوئے ہے۔درحقیقت توحید کی جمع میں یہ تینوں ایک ہیں جیسے دریا۔اس کی موج اس کا جھاگ درحقیقت یہ تینوں دریا ہی کے اعتبار ہیں جب کسی پر حقیقت کا دروازہ کھل جاتا ہے تو اس میں ًمیں ً توً باقی نہیں رہتا۔ وہ جان لیتا ہے کہ یہ میں اور تو ایک ہی دم ہے

سارے عالم میں چنا مجھ کو محبت کے لے
کتنا بھایا ہے مجھے محبوب ہو جانا تیرا

کیسے ہوتی ہے محبت تجھ ہی سے سیکھے کوئی
کتنا پیارا پرکشش ہے میرا ہو جانا تیرا
سارے پردے اٹھ گئے مازاغ کا صدقہ تیرا
ہوتے ہی نظر کرم میں بن گیا کیا کیا تیرا
تجھ ہے سے مجھکو محبت تجھ ہی سے بس کام ہے
بھا گیا ہے دل کو میرے جلوہ آرا تیرا

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ و ما امرذا الا واحدۃ۔ (اور ہم نے امر نہ دیا مگر ایک یعنی ہم نے ایک ہی حکم دیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری صفت ایک ہے یعنیً ذاتً جو صفت میں آسکتی صفت لے سکتی صفت ہوسکتی ہے ًوہ ایک ہے۔ایک سے زیادہ نہیں

عشق میں تین حروف ہیں ع۔ش۔ق۔۔۔ع۔ سے عقل کی نفی (دور کرنا۔دور ہونا) یعنی عقل سے ہاتھ دھونا
ش۔سے شرم شرک کی نفی (حیا اور دوٹھہرانے کو مٹا دینا)
ق۔سے جسم وجسمانیت کی نفی (ہونے کے تو ہم کا ملیامیٹ کر دینا)
تین کی نفی کا مطلب ہے

ابتداء میں بھی عشق ہے۔انتہا میں بھی عشق ہے یعنی عشق ہی عشق ہے جو ہمیشہ رہتا ہے۔اتنا سمجھ لو کہ وجود عشق کے سوانہیں یعنی وجود ہی عشق ہے عشق ہی وجود ہے۔وجود میں عشق ہی ہے کوئی عشق کے بغیر رہ نہیں سکتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول آخر ظاہر باطن عشق ہی ہے جو کچھ ہے عشق ہے۔۔سالک۔عاشق راہ سلوک۔عشق۔اور الی اللہ معشوق ہے

آدم، حوا کیا ہیں عشق ہی تو ہیں
اگر ہزار ہا ایک کے بعد ایک آئیں
نفس و روح و عقل دل سب ایک ہیں
معنی کے جاننے والے کو اس میں کب شک ہے

انسان و بہت سے رشتوں اور اشیاء سے محبت ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت حضور اکرام ﷺ سے محبت، ماں باپ، بیوی، بھائی بہن، رشتداروں اور دوست گھر، زمیں جائیداد، شہر، قبیلہ، برادری، خاندان، ملک اور کاروبار وغیرہ سے محبت، جس محبت میں شدت اور جنون پیدا ہو جائے اور وہ باقی تمام محبتوں پر غالب آ جائے اسے عشق کہتے ہیں عشق باقی تمام محبتوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور تمام محبتوں پر حاوی ہو جاتا ہے عشق کا خمیر انسان کی روح میں شامل ہے

العشق ھو اللہ (عشق وہ اللہ ہی ہے) کہ جس سے سب ظاہر ہوئے ظہور میں آئے ہیں۔ یوں سمجھو کہ وہی وہ ہے جو اس طرح سے اپنے آپ کو جلوہ دیا ہے وہی دائم قائم یعنی ہمیشہ ہمیشہ قائم و برقرار ہے

معشوق عشق و عاشق تینوں یہاں ایک ہیں
جب ملنے ہی کی گنجائش نہ ہو تو دوری جدائی کا کیا سوال

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ **انا فی ورای العرش احد و فی السماء احمد و فی الارض محمد و فی تحت الثرائی محمود** (میں عرش کے پرے احد۔ آسمانوں میں احمد۔ زمیں میں محمد۔ زمین کے سب سے نچلے حصہ میں محمود ہوں) ہر مقام میں کچھ اور ہی

نام ہے یعنی وہی وہ ہے کہ احد احمد محمد محمود نام پایا۔ جب تم نے اس مقام کو اس کے کمال کو اس کے اتمام (پورے ہونے) کو اچھی طرح سے سن سمجھ لیا تو یہ بھی سن لو کہ آدم عالم (انسان ساری کائنات) سب عشق ہے ہے کہ وہ قدم (پرانا۔ قدیم۔ قدامت) اول آخر (اگلا پچھلا۔ پہلا دوسرا) نہیں رکھتا

ایک نقش ظاہر میں انسان کی صورت میں چھپا ہوا دکھلا دیا
ظاہر نہ کر کسی سے نہ کہہ ہنسی خوشی سے ہمارے دروازے پر آ

دیدار حق کے لے طالب کے دل میں جذبہ عشق کا پیدا ہونا لازم ہے، عشق ایک۔ بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے مرشدی کی توجہ سے یہ بیدار ہونا شروع ہوتا ہے عشق کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ غیر سے فنا ہو جاو کیونکہ ہر غیر عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ ہے، عشق کی اصل (بنیاد) پانی، آگ، ہوا اور خاک یعنی عناصر اربعہ سے نہیں ہے (روح سے ہے)

عین الیقین کے بعد عشق و محبت کا یہ قاعدہ ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان جو وہمی اور اعتباری سی دوئی ہے اسے دور کر کے ایک ہو جائیں اور اس کے جلوہ وحدت میں گم ہو جائے عشق مجازی ہو یا حقیقی دوئی کو قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ مجنون کے جوش عشق میں جسم پر دمبل نکل آیا اس کو کاٹنے کے لے کہا گیا جب کاٹنے لگے تو مجنون کی بے ساختہ چیخیں نکل گئی کہ مت کاٹو میرا وجود عشق لیلیٰ میں فنا ہو چکا ہے کہ مجنون نہیں رہا سرتا پا لیلیٰ ہی لیلیٰ ہو گیا ہوں اسے کاٹنے سے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لیلیٰ کو نہ کٹ جائے۔ بہر حال

عشق دوئی کو مٹا تا ہے اور اسے سریان الوجود کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اسے کہتے ہیں حق

ہم کو معلوم ہے مقتل سے گزرنا کیا ہے
روح زندہ ہے تو پھر جسم کا مرنا کیا ہے
بعد از مرگ ہمیں عشق رکھے گا زندہ
کر لیا عشق تو پھر موت سے ڈرنا کیا ہے

" اس انسان کو خلافت ارضی کا اعزاز دینے کے لئے پیدا کیا اور اُس کو تمام چیزوں کے اسماء وخواص خود سکھائے تا کہ حیات ارضی کے دوران وہ مادی قوتوں کو تسخیر کر کے اپنی خدمت مین لگانے کا اہل ہو جائے اس صلاحیت کی وجہ ہی وہ فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے اور مسجود ملائک بنا انسان ہی مظہر اسم اللہ ہے اس بناء پر انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں جو کچھ عالم کبیر میں موجود ہے وہ سب اجمالی طور پر انسان میں ہے اور جو کچھ انسان میں ہے سب تفصیلی طور پر عالم میں ہے

اللہ تعالی جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اُس کی ہر بات میں حسن ہے ہر ادا دلکش ہے ہر چیز من موہنی ہے موجودات کی صورتوں میں سے ہر صورت اُس کے حسن کی ایک تصویر اور اس کا حسن دیکھنے کا ایک آئینہ ہے تمام چیزیں اُس کے

حُسن و جمال کے انعکاسات ہیں ۔ سوائے حُسن مطلق کے کسی چیز کا وجود نہیں ۔ برائی کا حکم وجود سے مطلقا خارج ہے عالم میں کوئی برائی نہیں مگر اعتباری. یعنی کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے بُری نہیں اعتبارات عارضی

وو ہمی کے لحاظ سے وہ بُری ہو جاتی ہے اور اُن اعتبارات کے اُٹھتے ہی بُرائی کا حکم دور ہو جاتا ہے

ذات تو بے پردہ خاموشی کے ساتھ ہر زرہ میں جلوہ گر ہے جب خدا تعالی نے اپنی انانیت کے اظہار کا اِرادہ کیا تو مختلف صورتوں اور اجسام میں اپنی ہی انانیت کا اظہار فرمایا۔ ہر مکان ولا مکان میں میرے سِوا کچھ بھی موجود نہیں ہے ہر شَی سے میری ہی ذات کا ظہور ہے. ذات حق نے چونکہ علیم وحکیم مطلق ہے کھلے بندوں میدان میں آجانا حکمت بالغہ کے خلاف ہے لہذا صفاتی بھیس کا بہروپ پھر کر تجلی صفاتی فرمائ اور مصلحت بھی اس میں دیکھی تا کہ عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ رہے

جب غیر سمجھنے کی سوجھ بوجھ ۔ غیر سمجھنا اور دوئی ۔ دو کا ہونا ۔ دل کی سر زمین سے اٹھ جاتے ہین تو زبان حال سے کہتا ہے

دن میں تیرے ساتھ رہا اور نہ جانا
رات مین تیرے ساتھ سویا اور نہ جانا
گمان کیا ہوا تھا کہ میں تھا میں
میں سب تو ہی تھا اور نہ جانا

دیوار نے ایک دن سورج سے عین اس وقت جب وہ پورے شباب میں چمک رہا تھا کہا کہ تو ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے والا ہے مگر میری ایک طرف سایہ ظلمت بن کر موجود ہے۔ تو نے اس کو دور کیوں نہیں کیا ۔ تیرا نور افگن ہونا میرے لیے کیا فائدہ مند ہے تو اس کا جواب میں سورج نے کہا کہ غور وفکر سے دیکھ کہ یہ جو سایہ ہے یہ تیرے وجود سے ہے یا میرے وجود

سے - یہ سایہ تیرا ہے اگر تو درمیان سے اُٹھ جائے تو یہ ظلمت اور تاریکی دور ہو جائیگی - اگر دیوار کو یہ معرفت حاصل ہو جائے اور درمیان سے ہٹ جائے تو یقیناً ظلمت اور تاریکی دور ہو سکتی ہے اسی طرح ہم بھی اس ہستی بے حد میں اپنے آپ کو تسلیم کر کے ظلمت اور تاریک میں ہیں یہی حجاب ہے اگر اٹھ جائے تو وہی ہستی مطلق ہر جگہ جلوہ فگن ہے

خواجہ معروف کرخی فرماتے ہیں - لیس فی الوجود الا اللہ - معنے نہیں ہے اس وجود میں کوئی خدا کے ۔ دوسرے گواہ حضرت عباسؓ نے کہا - لیس فی الدارین الا ربی و ان الوجودات کلھا معدومتِ الا وجود تبارک و تعالی - معنے نہیں ہے دونوں عالم میں میرے خدا کے بجز ۔ مثلا ایک کوٹری میں چاروں طرف آ ہینے رکھے درمیان اس کے آپ بیٹھے تو ان آ ہینوں میں بجز اپنے دوسرا کوئی نہیں دسیگا .

اگر اللہ کو کلُ کہو گئے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیگا کیا اللہ تعالی کے اجزاء ہیں اگر اجزء نہیں تو مجموعہ کہاں سے آ ے گا ، مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہے گے اللہ تعالی کل نہیں اللہ تعالی ہر کل کا خالق ہے ہر کل کو اللہ نے پیدا کیا اللہ تعالی اجزء نہیں بلکہ وہ تو ہر جزء کو اللہ نے پیدا کیا اسطرح حضور ﷺ اللہ کا جز نہیں ہیں ۔ حضور ﷺ اللہ تعالی کے نور سے پیدا ہوئے کیونکہ اللہ کا نور کبھی جز نہیں ہوا ۔

اللہ تعالی سب کو جانتا ہے ۔ جز ئیات کلیات کا اس کو پورا علم ہے ۔ اس کو اس کی حاجت وضرورت ہی نہیں کہ پیدا کرنے کے بعد جانے کہ کیا کمی ۔ کیا زیادتی ہے ۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ انہ عالم بجزئیات و

کلیات (اللہ کے سوائے کسی میں حول وقوت نہیں ۔ وہ بڑی چھوٹی کل جز کا جاننے والا ہے)

جس کو جیسا چا ہا بنا دیا ۔ اپنے ازلی ارادہ کے موافق بنایا
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

مثال ۔ سے سمجھے ۔ سورج آسمان پر چمک رہا ہے نیچے زمین پر آئینے رکھ دیں سورج کی روشنی اور نور اس آئینے میں چمکتا ہوا نظر آ ے گا بتایے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی ہے یا نہیں اور ایک بات جتنی روشنی اس آئینے میں آئی اتنی روشنی سورج میں کیا کم ہوئی ہے ایک نہین لاکھوں آئینے زمین پر بچھا دے ہر آئینے میں سورج نظر آ ے گا مگر وہاں کوئی کمی نہیں آئے گی آئینے جو سورج کے نیچے رکھے ہیں وہ سورج کا جز نہیں ہیں اور سورج جو اس میں چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے آپ اس آئینے کے نور کو کیا کہیں گئے سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گیے کیوں کہ اصل سورج آئینے میں آیا اور نہ ہی اس نے سورج کا حصہ بنا بلکہ آئینے سورج کے نور کا مظہر بنا میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا انا مراۃ جمال الحق ۔ یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں آئینے میں جو نور نظر آ ئیگا وہ سورج کا نور ہوگا اور مصطفیٰ ﷺ میں جو نور نظر آ ئیگا وہ اللہ تعالی کا نور ہوگا

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے لا اعبد رباً حتی لم اریہ - معنے نہیں عبادت کیا میں جبتک کہ خدا کو نہیں دیکھا - حدیث - لا راحت للمومنین دون لقاء اللہ تعلی - نبی مکرم نے فرمایا نہیں ہے راحت

مومن کو بجز دیکھے خدا کے۔

حدیث - المومن مرءۃ المومن - پیغمبر نے فرمایا ایک مسلمان آہینہ ہے دوسرے مسلمان کا

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔۔انا من اللہ تعالیٰ والمو منون منی ۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں

میرے وجود میں خود کو چھپا لیا تو نے
میں کیا تھا اور مجھے کیا بنا دیا تو نے
بنا کے سِر خفی کا مجھے امانت دار
مرے وجود میں اپنا پتہ دیا تو نے
جب اپنے جلوے کا خود دیکھنا ہوا منظور
تو خود میں خود کا تماشہ دکھا دیا تو نے
شراب عشق کی مستی کر کے خود رفتہ
خودی کی قید سے مجھ کو چھڑا دیا تو نے
بنا کے حضرت آدم کو اپنا مظہر کل
فرشتوں سے انھیں سجدہ کرا لیا تو نے
یہ عین حق ہے کہ میرا وجود کچھ بھی نہ تھا
یہ تیری شان جو مجھ کو بنا دیا تو نے
حیات وموت سے اب تجھکو کیا غرض خادمؔ
فنا کے جام میں آبقا پیا تو نے

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ذات وصفات :۔

اللہ۔ اللہ کا ذاتی نام ہے اور باقی اسمائے صفاتیہ۔ ذاتی نام اسے کہتے ہین جو کہ صرف ۔ ذات کو بتائے اور صفاتی نام وہ کہلاتے ہیں جو کہ ذات کے ساتھ صفت کی طرف بھی اشارہ کریں۔

جیسے ایک آدمی کا نام آفتاب احمد ہے لیکن وہ مولوی بھی ہے اس واسطے اسے عالم کہتے ہیں اور قران پاک کو حفظ کیا ہے اسے حافظ بھی کہتے ہیں اور قرات بھی سیکھی ہے اس واسطے اس کو قاری بھی کہتے ہیں۔ اور زمین کا مالک بھی ہے لہذا اس کو زمیندار بھی کہتے ہیں تو آفتاب احمد تو اسکا ذاتی نام ہوا کیونکہ اس نے فقط اس کی ذات کو بتایا اور عالم' حافظ' قاری' زمیندار وغیرہ کی طرف اشارہ نہ کیا اور دوسرے نام اس کے صفاتی نام ہیں۔ اس طرح اللہ فقط اس کی ذات کو بتا تا ہے اور باقی علیم' قادر' رحمٰن' رحیم' وغیرہ اس کے صفات کے طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

اس ذات کی پہچان چند ہیں ایک تو یہ کہ وہ نام نام والے کے ساتھ خاص ہو دوسرے کی اس میں شرکت نہ ہو۔ دیکھو جو بھی علم سیکھ لے اسے عالم اور جو بھی قران حفظ کر لے اس حافظ کہا جاے گا لیکن اس علم اور حفظ کی وجہ سے کسی کو آفتاب احمد نہ کہا جائے گا۔ اس لیے قران کریم میں حق تعالی کے بعض صفاتی نام روف ، رحیم ، کریم وغیرہ وغیرہ اللہ کے لے بھی استعال فرماے گے لیکن اللہ کس کو نہ کہا گیا۔

دوسرے یہ اسم ذات کبھی کسی اسم کی صفت بن کر نہیں آتا بلکہ صفتوں کا موصوف بن کا آتا ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب احمد عالم فاضل حاجی قاری ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ حاجی صاحب آفتاب احمد ہیں اس طرح قران پاک میں ہر جگہ لفظ اللہ موصوف بن کر تو آیا مگر کسی اسم کی صفت نہ بنا

اسماء صفات میں زیادتی کمی کا احتمال ہوتا ہے مگر اسم ذات میں یہ احتمال نہیں مثلا یہ کہہ سکتے کہ فلاں شخص فلاں شخص سے زیادہ عالم ہے اس سے زیادہ قاری اس سے زیادہ مالدار لیکن یہ نہیں کہہ سکتے اس سے زیادہ ہے آفتاب احمد ہے۔ اس طرح حق تعالی کے دوسرے بعض نام

تجھ کو میں نے اپنے آپ میں دیکھا کہ تو میں ہی تھا
شرمندہ ہوں کہ تیرا پتہ پوچھتا پھرتا رہا تو مجھ ہی میں تھا

عقیدوں اور نظریات سے محبت نہیں ہو سکتی - محبت انسان سے ہوتی ہے - اگر پیغمبر سے محبت نہ ہو تو خدا سے محبت یا اسلام سے محبت نہیں ہو سکتی

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئی نہیں میری

نور

قول تعالی : - اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔

اللہ تعالی زمیں و آسمان کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے قندیل میں چراغ اور قندیل شیشے کی اور شیشہ ستارے کی طرح روشن جو شجر مبارک زیتون سے چمکتا ہے جو نہ مشرق میں پایا جاتا ہے نہ مغرب میں قریب ہے کہ اس کا تیل قبل از چھوئے آگ کے خود بخود جل اُٹھے اور روشنی دینے لگے نور علی نور ہے اللہ تعالی جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے یہی قصے میرے پیر و مرشد سے مراتب ہو بہو پیش نظر آئے اہل نظر آئے ذوق نظر خوب ہے لیکن جن چیز کی حقیقت نہ جانے پھر وہ نظر کیا - یہ اہل نظر والوں کا ہی کام انہی کو ہدایت ہوتی ہے .

یہ متشابہات آیت ہیں یعنے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں اور جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں

روشنی ۔اُجلا ۔حضور اکرام ۔علم ۔قرآن ۔آب حیات ۔منی ۔رونق ۔ہدایت ۔تجلی ۔شعاع ۔کرن ۔لہریں ۔بجلی ۔روح ۔موجد

سورۃ فاطر میں فرمایا ہے ' اندھیرا اور روشنی ایک جیسے نہیں ہیں عربی میں اندھیرے کو ظلمت کہتے ہیں اور روشنی کو نور' قرآن میں لفظ ظلمت کو 23 مرتبہ اور نور کو 24 مرتبہ دہرایا گیا ہے

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زمان نہیں

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہین کلمہ نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا
شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نورا تیرا سب گھرانہ نور کا
دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
من رآنی ! کیسا یہ آئینہ دکھایا نور کا

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ و الرسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا و ما یذکر الا اولوا الالباب-- (العمران)

تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے

اللہ نور السموت و الارضی۔۔ تمام آسمانوں اور تمام زمین کا نور ہے اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق ہے اور اس میں چراغ اور چراغ فانوس میں ہے اللہ کے نور کی مثال سن کر چونک گئے ہوں گے اس لئے کہ قرآن میں ہے- **لیس کمثلہ شیی اللہ** -کی تو مثال ہی نہیں کوئی چیز خدا کی مثل نہیں اور یہاں بیمثال کے نور کی مثال پیش کی جاری ہے

اگر ہم اپنی عقل کو علم کو کسی کے قول کو یا اپنی سمجھ کو میعار بنالیں گے تو جگہ جگہ پر ٹھوکر کھانی پڑے گی جگہ جگہ دشواریوں سے سابقہ پڑے گا

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح -اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اور اس میں چراغ تو اس آیت سے جو ظاہر ہو رہا ہے اگر وہی مراد لے تو یہ آیت- لیس کمثلہ شیی اللہ – سے ٹکرا گئی ایک محکم آیت سے ٹکرا گئی متشابہ اسے کہتے ہیں جس کے ظاہر کو اگر مراد لے تو کسی شان والے کی شان گھٹ جائے یا کسی محکم آیت سے ٹکراو ہو جاوئے

جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں ان میں الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں گے. اُم الکتاب یعنے کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں شک وشبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو گو وہ حروف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہوں تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسوں محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول ہیں

پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں ہم تو ان پر ایمان لا چکے ہیں، پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے اس پر ہمارا ایمان ہے. حضور اکرام ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو، جس کے زبان راست گو ہو، جن کے دماغ درست ہوں، جس کا پیٹ حرام سے بچا ہوا اور جس کی شرمگاہ زنا کاری سے محفوظ ہو، وہ مضبوط علم والے ہیں. راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں، جو عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا کے طالب ہوں، آپ سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں،

کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کے تصدیق کرتی ہے، جو جانو وہی کہو جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سونپ دو

انسان (نور کی) روشنیون سے مرکب ہے اور اس روشنی کی بنیاد base اللہ کا نور ہے

زمین پر موجود ہر شئی کی بنیاد یا قیام لہر یا روشنی (نور) کے اوپر ہے نور وہ مخفی روشنی ہے جو خود بھی نظر آتی ہے اور دوسری مخفی روشنیوں کو

بھی دکھاتی ہے

نور۔ یہ ایک اسم ہے اسمائے الہیٰ میں ہے

سمٰوٰت ۔ارواح ہیں زمین ۔اجساد ہیں ۔

مشکوٰۃ ۔اس مخصوص جگہ کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کیلئے بنائی جاتی ہے جو صرف ایک طرف سے کھلی اور باقی اطراف سے بند ہوتی ہے. جسم انسانی ہے

مصباح ۔ بڑے چراغ کو کہتے ہیں جو خوب روشنی دے ۔روح ہے جو مثل چراغ کے روشن ہے-

زجاجہ ۔قلب عبد ہے...... **شجرۃ مبارکۃ** ۔نفس انسانی مراد ہے ۔زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز صاف اور دھوئیں سے پاک ہوتی ہے جس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا جاتا ہے اس کی چمک دمک کا مقابلہ کوئی اور چراغ نہ کرسکتا. زیتون سے مراد ہے انواع واقسام کے فیوض قبول کرنے کی قابلیت

لا شرقیۃ ۔سے اشارہ ہے عالم مجردات (ارواح، فرشتے) کی جانب

لا غربیۃ ۔سے مراد ہے وہ اجسام کثیفیہ ظلمانیہ میں سے نہیں

یکاد زیتھا یضیء ۔سے مراد ہے کہ اُس میں خود ہی چمک اُٹھنے کی استعداد موجود ہے

ولو لم تمسسہ نار ۔یعنی اگر چہ حرارت غریزہ کا روح انسانی کے ساتھ کوئی مدبرانہ تعلق نہ ہو

حضرت کعبؓ نے کہا **مثل نورہ کمشکوٰۃ** ۔ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کے متعلق بیان کی ہے مشکوۃ سے مراد سینہ مبارک ہے زجاجۃ سے مراد قلب انور ہے مصباح سے مراد نبوت ہے

ابو العالیہؓ نے ابی بن کعبؓ سے نقل کیا ہے یہ مومن کی مثال ہے مشکوۃ ۔ اس کا نفس ہے زجاجۃ ۔ اس کا سینہ ہے مصباح ۔ نور ایمان ، اور نور قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں پیدا فرماتا ہے اور شجرہ مبارک سے مراد اخلاص ہے

مصباح سے مراد ذات خداوندی ہوگی مشکوۃ سے مراد ساری کائنات ہوگی اور فانوس (زجاجہ) اسکا وہ نوری پردہ ہوگا جس کے باعث وہ عیاں اور آشکار ہونے کے باوجود اپنی مخلوقات کی نگاہوں سے مخفی ہے یہ مخفی اسلئے نہیں کہ اس کے ظہور میں کچھ کمی ہے بلکہ تجلیات کی فراوانی اور انوار کے کثرت اس بات سے مانع ہے کہ کوئی اانکھ کھول کر دیکھنے کی جرأت کر سکے۔

انسان محض اپنی کوشش اور علم وفضل سے اس نور محض تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس پر چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے فرما دیتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محرم رہا وہ گمراہ ہوا اس لئے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہوگیا۔

پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جس سے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا...... مسند کی ایک حدیث میں ہے دلون کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن ایک غلاف دار اور بندھا ہوا ایک الٹا اور اوندھا ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر کا دل ہے تیسرا دل منافق کا ہے اس نیجانا پھر انجان ہوگیا۔ پہچان لیا پھر منکر ہوگیا چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے. روح سے قریب ہونا اور روح کا عرفان حاصل ہونا ہی دراصل انسانیت ہے

ایک نور را وریک ہی تجلی نہاں — دیکھتا اور اوسکو دکھا تا رہا
نور حق کا میں جا بجا دیکھا — کہیں سورج کہیں سما دیکھا

النور عبارة عما لا بقاء له ز مانين محدث ۔ نور صفت قدیم نہین نور بعد از پیدا کیا وہ نور ہے وہ صفت ہے یہ بات سچ ہے اگر کوئی خدا کو نور کہا سب شئی کو نور کہتے ہیں اور سب کو روشنائی کہے. ہر ایک جدا جدا ہے نور آفتاب کو بھی کہتے ہیں اور مہتاب کو بھی کہتے ہیں اور نور آگ کو بھی کہتے ہیں اور موتی کو بھی کہتے ہیں اور سمجھنے کو لعل اور فیروز کو اور آدمی کو بھی نور کہتے ہیں. یہ سب نور کو سوائے نبی ﷺ کے کسی نے نہ دیکھا

کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی نور کی مختلف صورتیں ہیں ، نور عالم لاہوت سے جبروت میں آیا ، تو روح ہوا اور جبروت سے ملکوت میں منتقل ہوا تو قالب کہلایا ، اور ملکوت سے ناسوت مین پہنچا تو جسم کے نام

سے موسوم ہوا۔اس طرح نور عالم کثیف ہو کر خاک ہوا ، پس انسان اور عناصر اربعہ ایک ہی چیز کی مختلف صورتیں ہیں

زمین پر ہر موجود شئی کی بنیاد یا قیام لہر اور صرف لہر پر ہے ایسی لہر جس کو روشنی (نور) کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا

ہر شئے دراصل (نور سے نکلنے والی) شعاعوں یا لہروں کے مجموعہ کا نام ہے ۔لہر یا شعاع دراصل ایک جاری وساری حرکت ہے

دل سے صفات بشریت کی سیاہیاں اور تاریکیاں دور ہو کر اس میں جو صفائی پیدا ہوتی ہے اس کا نام نور ہے ۔صفائی میں جتنا زیادہ کمال ہوگا اتنا ہی دل کا نور زیادہ درخشاں اور تاباں ہوگا۔اور دل کے اندر ایک خاص قسم کی لذت کیفیت اور ذوق محسوس ہوگا ۔یہ لذت و کیفیت اور ذوق خداوند تعالی کی ذات وصفات کا نور کہتے ہیں۔سالک کا دل اس نور خدا سے منور ہو جاتا ہے ۔جب دل آ ہینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے تو نور تجلی کی شان میں ظاہر ہوگا

اول ما خلق الله نوری ۔پیغمبر نے فرمایا سب سے اول پیدا کیا خدا میرے نور کو پیدا کرنے کے بہت سے معنے ہوتے ہیں جیسے خدا نے کہا خلقکم ما فی الارض ۔دوسرا معنی نور کو تن میں پیدا کیا تیسرا تن میں سے باہر لانیکے ہیں اس کے نسبت وجود سے لگتے ہیں اگر نور کو وجود نہ ہوتا تو پیدا کرنا کہاں ہوتا اول پیغمبر کا نور خدا میں چھپا تھا اس کو پیدا کیا صورت دے کر حدیث ۔کنت کنز مخفیا فا حببت ان عرف فخلقت الخلق ۔معنی نور خدا میں چھپا تھا ظاہر میں لایا اس نور کے آ ہینہ میں اپنے

کو دیکھنا چاہا تب کہا۔ لو لاک لما خلقت الکو نین ۔یعنی اے محمد اگر تجھے نہ پیدا کرتا تو میں اپنے کو ظاہر نہ کرتا

حق تعالی داحد احدیت پردہ ہاھوت میں تھا عشق ومحبت کا جوش ہوا اول خود کو خود میں جلوہ گر کیا اور اپنے نور سے ایک نور جدا کر کے خود کا خود میں تماشا کیا اور اپنا تماشا آپ ہی دکھایا یہ عاشق وعشق ومعشوق تھے اور اپنے نور سے نور محمدی کا جدا کیا پس یہ جو کچھ ہوا وہ حرکت میں جنبش آنے سے ہوا یہ جنبش باوقدرت سے ہوئی ۔جب اللہ تعالی نے کرہ نور محمدی کو جدا کیا تمام کائنات اس کرہ میں ہمہ صفت کے ساتھ موجود تھی آول بھی محمد ﷺ اور آخر بھی محمد ﷺ معلوم ہوا اللہ تعالی ایک خزانہ تھا اس نے آپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا میں ظاہر ہوں اور خود سے خود پہنچا جائے عشق ومحبت سے مخلوق میں سے ایک صورت پر ظاہر ہوا وہ ظاہر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی صورت تھی ۔ہر ایک صورت کو لیسی کمثلی شئی کا دعوا ہے

امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے روایت کیا ہے

میں نے اپنے آقا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالی نے کون سی چیز پیدا کی آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے جابر اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالی کو منظور رہا سیر کرتا رہا ۔اس وقت نہ لوح تھی ، نہ قلم تھا ، نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا ، نہ فر

شتہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی، نہ سورج نہ چاند تھا نہ جن اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش -آگے طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ پھر ساری کائنات کی تخلیق اسی نور کے توسط سے ہوئی۔

دو عالم کی جہاں ہر شئی فدا ہے   وہی بس اک درِ خیر الوریٰ ﷺ ہے
ہوئی جاتی ہے یہ دنیا معطر   بڑی دلکش مدینہ ﷺ کی ہوا ہے

سرکار دو عالم ﷺ کے واسطے اللہ تعالی کارساز نے کل کائینات کو ظاہر کیا خود احد احدیت پردہ ہاھوت میں تھا جب عشق و محبت کا جوش ہوا اپنے سے نور پیدا کر کے اس کو احمد پکارا اُسی نور احمد سے سب شئی کل خلقت کو پیدا فرمایا انا من نور اللہ کل شئی من نوری۔حقیقت محمدی ﷺ کو سمجھنا بہت امر محال ہے یہ بغیر سمجھائے مرشد کامل یہ سمجھنا مشکل ہے حقیقت برزخ رموز انسانی مین وہ رموز فقرائی ہے یہ بغیر پیر کے حاصل ہو نہیں سکتی نہ فہم میں آسکتی ہے کے بنایا آدم کا سبب اور خاتم نبی کا سبب کیا ہے ایس کیوں کہ آول بھی محمد ﷺ اور آخر بھی محمد ﷺ معلوم ہوا اللہ تعالی ایک خزانہ تھا اس نے آپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا میں ظاہر ہوں اور خود سے خود پہنچا جائے عشق و محبت سے مخلوق میں سے ایک صورت پر ظاہر ہوا وہ ظاہر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی صورت تھی کلمہ میں لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ یعنی لا الہ اللہ تنزیہ ہے مثلی روئی کے۔کل شئی محیط کا دعوا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ

مثل تاگے کہ جو لو لاک لما خلقت الکو نین کا دعوا ہے
-ان اللہ تعالیٰ خلق نور محمد من نور عزتہ و خلق نور ابلیس من نار عزتہ۔خدانے میرنور پیدا کیا نور کی عزت سے اور ابلیس کا نور پیدا کیا آگ کی عزت سے یعنی نور محمد جمال راحت وہ بہشت سو مومن کی روح کو ہے اور نور ابلیس کا جلال سوتن ہے اس لے دوزخ اور آفت تن پر ہے، وہ کافر ہے اور نور محمد سے سب عالم کے نوران وجوداں پیدا کیا نور محمد کو سب آدمیوں میں چھپا کر رکھے ہیں

نور اللہ تعالیٰ کے اَسماءِ حسنٰی سے ہے کیونکہ اندھا بھی اللہ تعالی کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہی سے ہدایت سے راہ راست پر گامزن ہوتا ہے .اس لئے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے، نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکار کر دے اُسے نور کہا جاتا ہے .امام غزالیؒ اَسماءِ حسنٰی کی تشریح کرتے ہوے لکھتے ہیں نور اسکو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو کسی چیز کے ظاہر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ موجود ہو' جو چیز موجود نہیں ہو گی اس کا ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے .وہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک موجود رہے گی

تو نورِ نورِ اول اول ہے نور تیرا   تو حکمِ حکم آ خر آ خر ظہو ر تیرا
تیرا ظہو ر حق نے اپنا ظہو ر سمجھا   اظہار ذات باری نکلا ظہور تیرا
آدم کو سب فرشتے سجدہ کبھی نہ کرتے   ہوتا اگر نہ پنہاں آدم میں نور تیرا
ہر شکل آ یئنہ ہے ہر آ ئینہ میں تو ہے   ہر شئی میں نور تیرا ہر جا ظہور تیرا

حق تعالی نے غیب ہویت سے تعین اول یعنی وحدت میں آ پنے پر اپنی تجلی فرمائی - یہ علم ہے اپنے پرنظر ڈالی یہ نور ہے آ پنے کو پایا یہ وجود ہے اپنے ساتھ حاضر ہوا شہود ہے یہاں پر کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ یہ علم و نور و وجود شہود پہلے نہ تھے اور بعد مین ہوئے کیونکہ یہ مراتب ازلیہ ہیں نہ کہ کونیہ حادثہ .حق سبحانہ تعالی حدوث سے منزہ ہے اس کے علم سے قبل جہل نہ تھا اس کے نور سے قبل استتار نہ تھا اس کے وجود پر فقدان اور اس کے شہود پر غیبت کو کبھی تقدیم نہ تھی ۔ یہاں تو بحث اعتبارات سے ہے کہیں کمال ذاتی کا اعتبار ہے تو کہیں کمال اسمائی کا اجمال ہی کہیں کمال اسمائی کا تفصیلی اعتبار ہے

نیز وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب کسی علت اور کسی فاعل کا محتاج بھی نہیں اس لئے وہی صفت نور وظہور سے متصف ہونے کا مستحق ہے وہ خود بھی موجود ہے اور اس کے امر کن سے خلعت وجود ارزانی ہوتی ہے اس لئے وہ ہر چیز کے لئے نور ہے یعنی مظہر ہے اکثر علماء تفسیر نے آیت میں نور کا معنی موجد اور مبدع کی ہے یعنی عدم سے وجود میں لانیوالا • نور کا معنی ہادی بھی منقول ہے .

حدیث - اول ما خلق الله نوری - پیغمبر نے فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا

ابن عباسؓ فرماتے ہیں **لا الـه الاالله** پڑھتا ہے تو دلمیں نور پیدا ہوتا ہے•

لکڑیاں جب تک جلتی رہی روشنی رہی جہاں بجھیں نور گیا

حسن بصریؒ فرماتے ہیں اگر درخت دنیا میں پیدا ہوتا تو ضرور تھا کہ

مشرق یا مغرب لیکن یہ نور خدا کی مثال ہے• ایمان کا نور پھر نیک اعمال کا نور خود زیتون کا تیل روشنی پھر وہ جل رہا اور پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے اس کا آنا نور ہے اسکا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانہ نور کا ہے یعنی جنت .صحیح حدیث میں ہے حضور نبی اکرام ﷺ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ الہٰی تیرے ہی لیے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمانوں اور زمین اوور جو کچھ ان میں ہے اُسیکا نور ہے .

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ہمارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں اس کے چہرے کے نور کی وجہ اُسے اس کے عرش کا نور ہے .

حضور ﷺ ارشاد ہے ۔ عرفت ربی بربی ۔ مین نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا یعنی اپنے رب کے نور کے ذریعے

حضور ﷺ ارشاد ہے ۔۔ خلقت محمد من نور وجهی ۔۔ میں نے محمد ﷺ کو اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا

پھول سی کھل گئے لب سے لب مل گئے

جب زباں پر محمد ﷺ کا نام آ گیا

محمد غزالیؒ فرماتے ہیں - النور عبارة عما يظهر و به الاشياء - خدا کے نور کی یہ صفت ہے سب نور ان کو دکھانے والا اور پیدا کرنے والا تو محمد کے نور کی صفت ہے یعنے خدا کی پیدائیش کو دکھانے والا ہے مثلا - جیسا اندھیرے گھر میں مال و اسباب کسی نے رکھا وہ مال بغیر چراغ کے نہیں دستا مگر وہ مال مالک کا ہے بغیر چراغ کے نہیں دستا مثلا کوئی

اپنا منہ دیکھنے کے لیے آ ہینہ چاہیے مگر آ ہینہ کے بغیر نہیں دستا - جیسے آ دمی کے تن میں سب صفا تیں ہیں مگر عورت کے بغیر ذوق نہیں ملتا اور عورت کو بھی بغیر مرد کے لذت نہیں یظھرو به الاشیاء - دونوں پر درست ہوا

حدیث - ان الله تعالی خلق الخلق فی ظلمة ثم شئیً علیهم من نوره - نبی نے فرمایا اللہ تعالی نے نور کو پیدا کرنے کے بعد تن کے اندھیرے میں رکھا ہے اس نور میں خدا کا نور ہے اسواسطے سے خا کی وجوداں روشن ہوئے تب اندھیرا دور ہوا یعنے غفلت دور ہوئی •

اجالے نے ہی اندھیرا کو پیدا کیا ہے ۔ جب تک اجالا نہ تھا تب تک اندھیرے کا وجود ہی نہ تھا ، اندھیرے کے معنی ہین جس کو دیکھا نہ جا سکے ۔ اندھیرے میں جو بھی چیز ہو گی وہ اندھیرے کے پردے میں چھپی ہو گئی ، اندھیرے کے ایک معنی خالی کے بھی ہیں اندھیرے سے وحدت کا ظہور ہوا اور اجالے سے کثرت کا ۔ اندھیرے مین بیج نشو ونما پا تا ہے ۔ رحم مادر کے اندھیرے میں ہی بچہ پرورش پا تا ہے ۔ اندھیرے کے ایک معنی نہین کے ہیں ، اندھیرے کو کوئی ایک جگہ سے دوسری جگہ پر نہیں لے جا سکتے ، روشنی کو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لے جا سکتے ہیں

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :۔ المومن ینظر بنور الله ۔ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے (مومن دل کی آ نکھ سے دیکھتا ہے جو نور خداوندی سے روشن ہوتی ہے)

حسن منصورؒ فرمائے الله مصدر رالموجودت - معنے اللہ ذات خدا کی اور نور صفت ذات کی سو جیسا دریا اور موج. حدیث -

قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن - معنے مومن کا دل خدا کے دو انگلیاں کے درمیان میں ہے . کیا تو نہیں دیکھتا یہ دو انگلیاں آسمان وزمین کو کہتے ہیں تن اور نور کو کہتے ہیں .

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - خلقت بیدی آدم - یعنے پیدا کیا آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے یہ من تن نور ذات کی ہے .

حدیث :۔ خمرت طینه آدم بیدی اربعین صباح - خدا کہا خمیر کیا مٹی کو میرے دونوں ہاتھ سی آدم کی چالیس دن میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ مثل نوره کمشکوت فیها مصباح المصباح فی زجاجة کانها کوکب دری ‘‘ - معنے مثال اس کے نور کی جیسا طاق میں چراغ وہ چراغ قندیل میں وہ قندیل چمکتی ہے مانند تارکیے یعنے تن نور ذات ۔ بندہ خدا کو دیکھنا جیسا چراغ قندیل میں وہ قندیل طاق میں یعنے دیکھنے والے کا دل ہے ۔ اور قندیل سو محمد کا نور ہے ۔ چراغ سو خدا کی ذات ہے

مثل نوره کمشکوت ۔۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں - قلب المومن کا المرئت اذا نظر فیها تجلی ضا حک ربه - یعنے مومن کا دل مانند آ ہینہ کے ہے جیسا اس میں منہ نظر آ تا و یسا خدا کو ہنستا دیکھتا ۔ اگر کوئی خدا کو دیکھنے چاہتا ہے تو انسان کے دل میں دیکھ

امام غزالیؒ کہتے ہیں قولہ تعالیٰ ۔ وجوه یومیذ ناظرة الیٰ ربها ناظرة ۔ یعنے اس روز دیکھنگے اپنے رب کو تر و تازہ نور علی نور یعنے نور پر نور مگر نور اور روح یہ دو پردے ہوتے ہیں ذات پر بند کیے اور خدا

کے درمیان جیسا آگ .• قولہ تعالیٰ **و لـو لـم تمسسـه** ۔یعنے خدا کی سالک کو روشنی ہوتی ہے تو یہ دو پردے درمیان کے اُٹھ جاوینگے تب محمد کا نور اور خدا کی ذات اسکی معشوق ہو کر رہیگی اس حالت میں پروانہ عاشق نور کا ہوتا ہے اور نور کی غذا کھا تا ہے. کھانا کھانے والوں کی تین قسمیں

ایک وہ جو نور کھا تا ہے دوسرا جو کھانا کھا تا ہے تیسرا گھاس کھا تا ہے .جو شخص خدا کی یاد میں عبات کی نیت سے کچھ کھا تا ہے وہ نور کھا تا ہے، اور جو شخص قائم رہنے کے لیے اور اپنی حیوانی طبعیت کے مطابق کھا تا ہے وہ کھانا کھا تا ہے، اور جو محض خواہش نفسانی اور حرص و ہوس میں کھا تا ہے وہ گھاس کھا تا ہے

نور ہر شئی کا آپ ہی کا نور
ذرے ذرے میں جا بجا ہو تم

قولہ تعالیٰ :۔ یـو قـد و مـن شـجـرة مبـاركة زيتونة لا شـرقية و لا غـربية -معنے خدا پیدا کیا جھاڑ زیتون کا نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں ہے اور یہ جھاڑ بہشت میں بھی نہیں ہے .

امام حسن بصریؒ کہتے ہیں ۔لـو كـا نـت هـذه شـجـرة فـي الدنيا الكائنت شرقية و لكن الله ما هيں في الدنيا و لا في الـجـنة انـمـا هو مثلا ضرب الله لنور ۔ معنے اگر ہوتا یہ جھاڑ دنیا میں تو ہوتا مشرق یا مغرب میں خدا کی قسم ہے دنیا میں بھی نہیں بہشت میں بھی نہیں تحقیق خدا کہا وہ نور کی معنے ہے ہر ایک زبان میں نام جدا جدا ہیں اگر تم سمجھو گئے تو درخت طوبیٰ کا جھاڑ دیکھیگا تب تو کہیگا سدرۃ المنتہیٰ کا جھاڑ بھی

یہی ہے .خدا نے کہا نـو د ی مـن شـجـرة ا ن يا موسیٰ یعنے اس جھاڑ میں سے خدا با تاں کیا موسیٰ سے تو یہ با تاں پیر سے سن اور پہچھان و شـجـرة يخرج طور سيـنا ۔ یعنے وہ نور پیدا کیا ہے اس تن میں اس جھاڑ کا شربت تجھے وینگے یعنے نور میں خدا کو دکھا ینگے تو کیا جا نتا ہے طور سینا و لا کن الیٰ الجبل ۔ خدا کہا اس پہاڑ کے طرف دیکھ یہ اشارہ محمد کے نور کی طرف ہے اس نور پاک کو پہاڑ کہتے ہین

يـو قـد و مـن شـجـرة مبـاركة زيتونة لا شرقية و لا غـربية وہ جھاڑ خدا کہا سینا کا جھاڑ زیتون کا مشرق میں ہے نہ مغرب میں وہ جھاڑ نور کے معنی ہے یعنے محمد کے نور کو خدا کے عالم میں مشرق کہتے ہیں اور آگ کو مغرب کہتے ہیں وہ خدا کی ذات ہے بلکہ نور پر نور ہے نور علیٰ نور یعنے نور پر خدا کا نور ہے يهـد الله لـنوره من يشاء ۔خدا کہا میں جس کو چاہتا ہوں نور کی طرف ھدایت کرتا ہوں

خدا کی روشن دلیل تم ہو یہ سب تمہاری ہی روشنی ہے
بشیر کہیئے نذیر کہیئے اُنہیں سراج مُنیر کہیئے

امام غزالیؒ کہتے ہیں لا شـرقية و و لا غـربية ۔یعنے وہ جھاڑ مشرق میں بھی نہیں مغرب میں بھی نہیں اس جھاڑ کو اول بھی نہیں آخر بھی نہیں جو کوئی ایسا ایک ہوا تو خدا کا ازل سے ابد ہوتا ہے تب اسے نہ ازل کی خبر نہ ابد کی یہ معنی ہے روح سوتن اور تن سو روح سوا کوئی فنا نہیں سب کو بقا دیکھا بندے کی بندگی پچھانت سے تمام ہوئی تو بندیکا عشق سو خدا کا عشق ہوتا ہے

ایک بزرگ سے کوئی پوچھے بندگی اپنی کیا ہے تب فرمایا سب سے آزاد ہونا تب تو بندہ خدا کا ہوگا ۔تو کیا جانے کے آزادی کیا ہے ۔ یعنے آزادی وہ ہے پاک نور کو پہنچنا تو اس عالم میں اسے انسان کہتے ہیں .

اللہ ایک نور ہے وہ ہر شے میں موجود ہے ۔نور کو دیکھنا محال ہے البتہ نور کو مادی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے جیسے کس کانچ کے ٹکڑے میں اپنی شکل نظر نہیں آتی ہے کیونکہ نظروں کا ٹھہراو نہیں ہوتا اگر اس شیشے کی پشت پر مادی پارہ لگا دیا جائے تو آیئنے میں شکل نظر آ جاتی ہے• مثال جیسے بجلی ایک نور ہے وہ ہر چیز میں موجود ہے اس کی کوئی شکل و شباہت نہیں اور نہ ہاتھ پاوں منھ اور آنکھ کان ہیں ، البتہ جب کسی مادی بلب میں منتقل کر دی جاتی ہے تب اس روشن بلب میں بجلی دکھائی پڑتی ہے• بلب کو دیکھنا ہی بجلی کو دیکھنا ہے بغیر بلب کے بجلی نہین دیکھی جا سکے

اللہ مثل روشنی اور رسول مثل چراغ

عرش اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں نور قیام پریز ہے نور کبھی نظر نہیں آتا ہمیشہ عرش میں گم رہتا ہے جیسے ہوا پانے مٹی آگ میں بجلی (انرجی) پوشیدہ رہتی ہے مگر دکھائی نہیں پڑتی ۔اللہ کو مقام عرش پر کسی نے نہیں دیکھا نہ فرشتوں نے دیکھا نہ کسی پیغمبر نے دیکھا البتہ وہی نور جب کسی مادی چیز میں ظاہر ہوا تو بہتروں نے دیکھا

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بتایا کہ زمین و آسمان کا وجود روشنی پر قایم ہے جس کو اللہ تعالی کا نور کہتے ہیں اگر انسان کا ذہن روشنی پر مرکز ہو جائے

تو انسان یہ سمجھنے کے قابل ہو جائے گا کہ اس کے اندر عظیم الشان ماورائی صلاحیتیں ذخیرہ کر دی گئی ہیں .

اللہ آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے

یعنی آسمان اور زمین کی تخلیق میں روشنی وسلیہ بن رہی ہے اس آیت پر تفکر کے نتیجے میں انکشاف ہوتا ہے کہ روشنی بھی ایک وجود ہے .

خالق کائنات نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ۔یعنی انسان کو اللہ تعالی کی صفات اور طرز فکر کا علم عطا کیا گیا ہے طرز فکو ان روشنیوں کا پیرہ ہے جن سے حواس تخلیق ہوتے ہیں اور حواس میں شعورر داخل ہوتا ہے

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
دنیا ہے عجب چیز ! کبھی صبح کبھی شام
مدت سے تم آوارہ ہو پنہاے فضا میں
بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہری ایام !

روشنی موجودات کی ہر چیز کا اطہ کرتی ہے اس کے احاطہ سے باہر کسی وہم ،، خیال یا تصور کا نکل جانا ممکن نہیں

چراغ کی لو ۔

اس روشنی کی ایک شعاع کا نام ً بصرہً ہے یہ شعاع کائنات کے پورے دائرے میں دورہ کرتی ہے

کائنات ایک دائرہ ہے اور یہ روشنی ایک چراغ ہے اس چراغ کی لو کا نام ًبصرہ ہے جہاں اس چراغ کی لو کا عکس پڑتا ہے وہاں اردگرد اور

قرب و جوار کو چراغ کی لو دیکھ لیتی ہے۔ اس چراغ کی لو میں جس قدر روشنیاں ہیں ان میں درجہ بندی ہے۔ کہیں لو کی روشنی بہت ہلکی کہیں تیز اور کہیں بہت تیز پڑتی ہے ۔ جن چیزوں پر لو کی روشنی بہت ہلکی پرتی ہے ہمارے ذہن میں ان چیزوں کا تواہم پیدا ہوتا ہے۔ تواہم لطیف ترین خیال کو کہتے ہیں۔ جو صرف ادراک کی گہرائیوں میں محسوس کیا جاتا ہے۔

جن چیزوں پر لو کی روشنی ہلکی پڑتی ہے ہمارے ذہن میں ان چیزوں کا خیال رونما ہوتا ہے. جن چیزوں پر لو کی روشنی تیز پڑتی ہے ہمارے ذہن میں ان چیزوں کا تصور قدرے نمایاں ہو جاتا ہے اور ان چیزوں پر لو کی روشنی بہت تیز پرتی ہے ان چیزوں تک ہمارے نگاہ پہنچ کر ان کو دیکھ لیتی ہے

وہم، خیال، تصور کی صورت میں کوئی چیز انسانی نگاہ پر واضح نہین ہوتی اور نگاہ اس چیز کی تحصیل کونہین سمجھ سکتی.

موجود ہر شئی دراصل شعاعوں یا لہروں کے مجموعہ کا نام ہے

اللہ نور السموات والارض۔۔ اللہ نور ہے اور محمد ﷺ بھی اللہ کے نور ہیں دونوں کا نور انسان کے۔دو۔نون میں سمایا ہے اس لئے فرمایا ہی کہ الانسان سری و انا سرہ میں انسان کا بھید ہوں اور انسان میرا بھید ہے ذات اپنے تمام کملات کے ساتھ نورانیت میں پوشیدہ ہے حجاباتِ صفات کا پردہ کیے ہوئے، اللہ و محمد ﷺ اور نور ظلمات دونوں کے مقامات و منزل انسان کے وجود مین پائے جاتے ہیں

روح عقل و قلب ہے اور یہ نور ہے (اور یہ عقل نہ فرشتوں کو حاصل ہے نہ اور کسی مخلوق کو) عقل وہ نور ہے جو حضرت جرائیل امین کی طرح

وجود اور پرواز رکھتی ہے مگر اپنے حدود کے دائزہ میں) نور رب کا آئینہ ہے رب بھی نور ہے اور روح بھی نور ہے اور روح انسانی حضرت محمد ﷺ کے نور کا جزو ہے۔ عقل اللہ کا ایک خالص نور ہے جو صرف قلب کو عطا کئی گئی ہے

اہل طریقت اس طرح بھی فرمائے ہیں

آدم کا جسم مٹی سے بنا ہوا وجود ہے لیکن مٹی کا مادہ نور ہے۔ تو جسم کا ہر اعضاء نور ہوا

آدم کا وجود اللہ کے نور سے ہے آدم کی پسلی سے حوا کا وجود ظاہر ہوا یعنی آدم آسمان ہے اور حواز مین ہوئی۔ جس طرح آسمان سے ابر بارش بن کر برستا ہے طرف زمین کے جس سے کہی طرح کے وجود زمین پر پیدا ہوتے اس طرح آدم وحوا کے ملن سے دوسرے وجود پیدا ہوتے ہیں نور کا قطرہ یا نطفہ یا آب حیات جس مین زندگی ہوتی ہے باپ (مرد) کے دماغ (آسمان) السموات سے نکلتا ہے تو اپنے اندر کہی صفات، خوبیاں، خزانہ لئے کر مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے زمین (عورت) فی الارض کے رحم مین پہنچتا ہے اور کچھ مدت بعد شکل آدم ہوتا ہے نور ہی نے اپنے مقامات بدلہ ہے ایک مکمل وجود بننے اس لئے کہا گیا ظلمات سے نور کی طرف یعنی اندھیرے سے روشنی کی طرف، نور جہاں بھی رہے نور ہی ہے اللہ نور السوت والارض ۔۔نور اور ظلمات دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں نور مذکر میں بھید ہے ظلمات مونث میں راز ہے نور اور ظلمات کے ملاپ ہی سے تیسرا وجود ظاہر ہوتا ہے

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور — نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ　　عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ
عشق دونوں جہاں کا بادشاہ ہے
عقل کی وہاں رسائی نہیں، عقل کا دخل نہیں

درخت۔ شجرہ جامعیت یعنی حقیقت انسان کامل جو کہ مجلّا ہے تجلی ذات وصفات ربانی کا۔ انسان اس درخت کا پھل ہے اس پھل میں وہی تخم موجود ہے جس سے اس درخت کی ابتدا ہوئی۔ **ھوالاول والاخر والظاھر والباطن ..**

ہاں وہی اک نام پر جو محبوب ہے تجھ کو بہت
ہم اسی اک نام پر یہ جاں فدا کرتے رہیں
ہو گیا اپنا غلامانِ محمد ﷺ میں شمار
شکرِ رب ہم ہر گھڑی اور جا بجا کرتے رہیں
ہے تمنا روز محشر گر نبیؐ کا ساتھ ہو
تو زباں پر درد ہم صلِ علیٰ کرتے رہیں

نور وہ ہے جو خود بھی دیکھے جا سکے اور اس کے ذریعہ سے دوسری چیزوں جو بھی دیکھ سکیں وہ مخفی زیادتی ظہور کے وجہ سے ہے۔ نسبت نور تو خود نور بنا دیتی ہے۔ عقل وہی بات مانتی ہے جو اس کی کسوٹی پر پوری اترے ماننا پہلے بھی تھا لیکن اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد ماننا اور کیفیت رکھتا ہے .

اللہ تعالی نے انسانکے چہرے پر نور کی دو قندلیں روشن کی ہیں آنکھ کی پتلی جس کا رنگ کالا ہے انسان میں بھید ہے جس میں کل کائنات سما جاتی ہے

جو وجود مین نور کا مقام ہے، اس میں دین و دنیا کے بہت ہی پراسرار چیزیں پوشیدہ فرمایا دید اور ایدار کا بھید بھی اس مقام پر رکھا ہے ہر شئی میں اسی کا نور ہے

میں وہ آنکھ رکھتا ہوں جو دوست کی صورت سے بھر پور ہے میری آنکھ مجھ کو اس لیے عزیز ہے کہ دوست اس میں ہے

آنکھ اور دوست میں تمیز کرنا جدا سمجھنا اچھا نہیں
یا وہی آنکھ کے بجائے ہے یا آنکھ ہی وہ ہے
دوست میں نے تجھ کو ہر جگہ ڈھنڈا
ہر وقت تیری خبر اس سے اس سے پوچھا

ہمارے دیکھنے کی قوت صرف آنکھ ہے آنکھ ایک اعضاء یا ایک الہ ہے جس طرح دوسرے حواس یا اعضاء ہیں آنکھ کا ایک حلقہ ہوتا ہے جس میں پتلی ہوتی ہے۔ ہر چیز کا عکس اس میں اُتر آتا ہے یعنی دکھ جاتا ہے (نظر آتا ہے) اس کو رویتً (آنکھوں سے دیکھنا) کہا جاتا ہے

آنکھ کے اندر بھی عیب ہے جیسے دور کی چیز کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ بہت قریب کی چیز کو، چھوٹی کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی۔ جیسے سورج کو ستاروں کو چھوٹا دیکھتی ہے دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور، ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن دیکھتا ہے، تاروں کو ساکن اور بچہ کے بڑے ہونیکو ساکن بچہ بڑے ہونے مین حرکت کرتا ہے تارے حرکت کرتے ہیں موجودات مین بعض کو دیکھتا ہے بعض کو نہیں دیکھتا، آنکھوں کی معلومات کا میدان نہایت محدود ہے .مثلاً

نظر کا فعل کیسے واقع ہوتا ہے- ہم کیسے دیکھتے ہیں ہر ایک یہی جواب دیتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آدمی دراصل نگاہ ہے۔ نگاہ جب کسی چیز یا شئی پر مرکوز ہو جاتی ہے تو اس شئے کو اپنے اندر جذب کر کے دماغ کے اسکرین پر لئے آتی ہے اور دماغ اس چیز کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور معنی پہنا تا ہے۔ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اس سے ضیائے روشنی برقی توانائی کی ایک مقدار امواج کے تناسب سے آنکھ تک پہنچتے ہیں آنکھ کے سامنے کے حصے میں موجود پتلی مین سے گزر کر آنکھ کے پچھلے حصے میں موجود پردہ چشم پر اس کا عکس الٹا پڑتا ہے یہاں یہ عکس برقی کرنوں میں تبدیل ہوتا ہے اور دماغ کے عقب میں واقع مرکز بصارت میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ مرکز بصارت ایک بہت ہی چھوٹی سی جگہ ہے جو ایک نہایت تاریک جگہ ہے

یعنی کسی شئی سے ملنے والی تحریک برقی کرنوں میں تبدیل ہو کر ہمارے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں. جب ہم یہ کہتے ہیں ً میں کوئی چیز دیکھ رہا ہوں تو درحقیقت ہم وہ چیز نہیں دیکھتے ہین، دراصل وہ برقی کرنوں ہیں ان برقی کرنوں کا ہمارے ذہن پر پڑنے والا تاثیر ہے جو ہمارے دماغ میں اس چیز کا خاکہ ہیں. (روشنی کرنوں میں حرکت کا نام ہے) جب ہم کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں ًتو دراصل ہم اس تحریک کے اثر کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ہماری آنکھوں مین آتی ہیں اور وہاں سے دماغ مین جاتی ہے اور پھر برقی کرنوں میں منتقل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھنے کا عمل آنکھ مین نہیں ہوتا بلکہ آنکھ تو صرف حسی، آلہ ہے جو دیکھنے کے عمل مین ایک حصے دار ہے، ہم آنکھوں سے نہیں

بلکہ بصارتی مرکز سے دیکھتے ہیں نور اصل میں روشنی کی کرنوں مین حرکت کا نام ہے

ایک اندھے آدمی کے سامنے ساری دنیا کی چیزیں رکھ دے مگر اس کو نہیں دکھائی دیگا کیونکہ جو چیز دیکھنے کا میڈیم بنی تھی وہ موجود نہیں ہے یعنی آنکھ نے کس چیز کا عکس ذہن پر منتقل نہیں کیا۔ انسان جب مر جاتا ہے اس کے وجود میں آنکھ کی پتلی موجود رہتی ہے لیکن اسے کچھ نظر نہیں آتا آنکھ ذہن کی اسکرین پر لہر کو منتقل نہیں ہوئی.

آنکھوں سے آنکھوں کے ملنے سے دیدار نہیں ہوتا، دیدار اصل میں آنکھوں میں نہیں ہوتا بلکہ بصارتی مرکز میں ہوتا ہے جو برقی شعائیں صورت مین تبدیل ہو کر دماغ کے چھوٹے سے حصہ پر وارد ہوتے ہیں، تصور بھی اس جگہ پر جمتا ہے

کائنات میں موجود ہر شئے کا قیام لہروں پر ہے (روشنی اور آواز سفر کرتی ہیں لہروں یا کرنوں کے ذریعہ) ۔ دیگر کائنات میں موجود ہر شئے کی زندگی لہروں پر رواں دواں ہے اور ان لہروں کی معتین مقداروں سے الگ الگ مخلوق تخلیق پاتی ہے یہ لہریں کہیں لکڑی بن جاتی ہے کہیں لوہا کہیں پانی وغیرہ

کب نور خدا سے ہے جدا نور محمد ﷺ
ہے نام خدا نور خدا نور محمد ﷺ
ہے اول مخلوق خدا نور محمد ﷺ
کچھ ہی نہ تھا اللہ تھا یا نور محمد ﷺ

منظور ہدایت ہے دکھاتا ہے رہ راست
ہر آنکھ کی پتلی میں چھپا نور محمد ﷺ
جب کچھ بھی نہ تھے شمس وقمر ارض وسموات
تھا عرش پہ قندیل نما نور محمد ﷺ

اللہ تعالیٰ۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم ۔خدا کہا تحقیق تمہارے تن میں پیغمبر کا نور ہے تم دیکھو حدیث طوبیٰ لمن رانی و امن بی ۔ نبی کہے جوکوئی اپنے میں میرا نور دیکھتا ہے وہ مجھ پر ایمان لایا جوکوئی اپنی روح کی پچھانت کر یگا تو اسے محمد کے نور کی پچھانت ہوگی اور دیکھگا حدیث ۔من رانی فقد رای الحق ۔ نبی کہے جوکوئی مجھے دیکھا سو وہ خدا کو دیکھا جسے اپنی روح کی پچھانت نہیں اسے محمد کے نور کی پچھانت نہیں اور خدا کی پچھانت بھی نہیں ہوتی

حدیث ۔ رایت ربی لیلة المعراج فیااحسن صورة ۔ نبی کہے دیکھا میرے رب کو معراج کی شب میں خوب صورت یعنے محمد اپنے نور میں خدا کو دیکھے اور ہم بھی اپنے پیر کے نور میں خدا کو دیکھنا ۔ جوکوئی نور کو دیکھا سو اسکا قبلہ وہی ہے

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کہ تم کون ہو اور کیا ہو

روح محمدی ﷺ سے کوئی چیز مجحوب نہیں :۔ کیونکہ دنیا کی کوئی شئی اس سے مجحوب نہیں ہے۔ آپ ﷺ کو عرش وفرش علوٗ وسفل، دنیا وآخرت اور دوزخ وجنت سب کی خبر ہے، اس لئے کہ یہ سب کچھ تو آپ ﷺ ہی

کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی تمیز ان تمام جہانوں کو چیر کر نکل جانے والی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو اجرام ساویہ میں سے ہر جز کا علم ہے کہ یہ کہاں سے پیدا کیا گیا۔ کب اور کیوں پیدا کیا گیا اور اس کا منتہی کیا ہوگا۔ آپ ﷺ کو آسمان کے فرشتوں کا پتہ ہے کہ کون فرشتہ کس فلک پر پیدا کیا گیا۔ کب پیدا کیا گیا کیوں پیدا کیا گیا اور ان کا انجام کیا ہوگا اور آپ ﷺ کو ان کے اختلاف مراتب اور منتہیٰ درجات کا بھی علم ہے اور اس طرح آپ ﷺ کو ستر حجابوں اور ہر حجاب کے فرشتوں کا بھی علم ہے اس طرح آپ ﷺ کو عالم علوی کے اجرام نیرہ کا بھی علم ہے۔ مثلا ستارے، سورج، چاند، لوح، قلم، برزخ، اور وہ روحیں جو برزخ میں ہیں ۔اس طرح آپ ﷺ کو ساتوں زمینوں، ہر زمین کی مخلوقات اور بر و بحر کی تمام اشیاء کا علم ہے، اس طرح آپ ﷺ کو جنت، اس کے درجات اس کے رہنے والوں ک ءتعداد اور ان کے مقامات کی پوری وقففیت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر عوالم کے متعلق بھی آپ کے علم کا یہی حال ہے .

علم ازلی الہیٰ اور علم نبوی میں کیا فرق ہے :۔ آنحضرت ﷺ کا علم اللہ تعالی کے قدیم ازلی سے مزاحم نہیں ہوتا، کیونکہ علم خداوندی کی معلومات لا انتہا ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالی کا علم اس عالم میں نہیں سما سکتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اسرار ربوبیت اور اوصاف الوہیت جن کی کوئی انتہا نہیں ہے ان سے اس عالم کو کوئی نسبت نہیں ہوسکتی

پھر جب روح کو ذات سے محبت ہوتی ہے تو وہ ذات کی اس تمیز کے ساتھ مدد کرتی ہے اس واسطے آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس اور تمام

عوالم کو جانتی تھی۔ پاک ہے وہ خدا جس نے آپ ﷺ کی ذات کو شرف بخشا عزت بخشی اور اس تمیز پر قدرت دی

آنخضرت ﷺ کی روح سب سے بڑی روح ہے:۔

تمام ارواح سے بڑی قدر والی اور حجم کے لحاظ سے عظیم ترین روح آنخضرت کی روح ہے کیونکہ وہ تمام زمینوں اور آسمانوں کو پر کئے ہوئے ہے۔ مگر باین وسعت آپ ﷺ کی ذات مقدس نے اُسے اپنے اندر لے لیا ہے اور وہ اس کے تمام اسرار پر حاوی ہے پاک ہے وہ خدا جس نے آپ کی ذات کو یہ قدرت عطا کی.

قد جاء کم من اللّٰہ نور

خدا و مصطفیٰ ﷺ کی رمز سے ادراک عاجز ہے
خدا کو مصطفیٰ ﷺ جانے ، محمد ﷺ کو خدا جانے

یقیقا آ گیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور۔ کہیں تھے وہاں سے آئے۔ یہ آنے والا کہاں سے آیا ہے یہ ظاہر ہے جہاں پیدا ہوا تھا وہیں کا تو ہوگا اور وہیں سے تو آیا ہوگا۔ تو رسول جواب دیتے ہیں میرے نور کے بارے میں سوال کررہے ہو سنو۔ اول ما خلق اللہ نوری – سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے کنت نبیا وا آدم بین الماء والطین – میں اس وقت نبی تھا جب آدم آب وگل کے منزل طے کر رہے تھے ۔ جب کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا تو یہ نور کہاں سے آیا قرآن فرماتا ہے یہ نور آیا ہے ۔من اللّٰہ ۔ یہ آنے والا بارگاہ الہیٰ سے آیا ہے تو یہ جب اُس عالم سے آیا ہے تو یہاں کا نہیں ہے وہاں کا ہے پھر عبداللہ کے گھر میں پیدا کون ہوا

حضرت آمنہ کی گود میں کون ستارا چمکا ہم رسول عربی کسی کو کہتے ہیں ؟ نور محمدی نہ عربی تھے نہ قریشی تھے۔ اس نور کا وجود تو اس وقت ہوا تھا جب پہلا بشر بھی نہیں پیدا کیا گیا تھا۔۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ تم جس کو عربی کہتے ہو وہ نور مصطفیٰ نہیں ہے وہ بشریت مصطفیٰ (وجود محمدی) ہے۔ وہ بشر مصطفیٰ ہے جو ہاشمی ہے جو آمنہ کے گھر میں ظہور ہوا ہے۔ نور مصطفیٰ تو اللہ کی بارگاہ میں تھا اور اللہ کی بارگاہ سے آیا ہے الغرض نور قدسی ہے تو بشریت عربی ہے نور قدسی کو عربی بشریت میں اگر نہ بھیجا جاتا تو ہم کو ہدایت کیسے ملتی۔ اور نبی کی نبوت کے لئے بشر ہونا ضروری نہیں میرے رسول نے کہا۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین ۔ یہ نہیں کہا مین آدمی تھا یہ نہیں کہا میں بشر تھا یہ نہیں کہا کہ میں انسان تھا بلکہ یہ کہا کہ میں نبی تھا اور کب نبی تھا – ابھی آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے نور مصطفیٰ شان نبوت لئے ہوئے اس وقت جگما گا رہا تھا جبکہ ابوالبشر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو اب اگر نبوت کے لئے بشریت ضروری ہوتی تو ابالبشر کے وجود سے پہلے کسی نبی کا تصور کیسے کیا جا سکتا تھا معلوم ہوا کہ نبی کیلئے بشر ہونا ضروری نہیں۔

قیامت کی ضرورت کیا ہے؟ آپ کہیں گے اگر قیامت نہ ہوگی تو حساب وکتاب کسے ہوگا۔ تو حساب وکتاب کیلئے قیامت کی ضرورت ہے ۔لیکن حساب وکتاب کی ضرورت کیا ہے۔ خدا عالم غیب والشہادت ہے کونسی بات پوشیدہ ہے علیم خبیر ہے۔ کونسی ادا ہے جو اس کے علم سے باہر ہے وہ کون سی بات ہے جس کی اسے خبر نہیں۔ لہذا وہ جسے چاہے اپنے فضل سے جنت میں پہنچا دے اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے ہے کوئی دم

مارنے والا پل صراط اور میزان کیا اور قیامت کی ضرورت کیوں ہے۔ دو فرشتہ لکھ رہے ہیں ایک نیکی لکھ رہا ہے اور دوسرا برائی لکھ رہا ہے اتنی لکھت پڑھت کی کیا ضرورت ہے جنت خدا کو دینی ہے جہنم میں خدا ہی بھیجے گا تو وہ جسے چاہے اپنے عدل سے پہو نچا دے اور جسے چاہے اپنے فضل سے جنت دیدے کیا ضرورت ہے حساب وکتاب کی

ضرورت ہے قیامت کی پل صراط کی میزان کی اپنے محبوب کو مخاطب کر کے یہ آواز دیگی کہ اے محبوب اگر قیامت نہ ہوئی تو جنتی جنت میں پہنچ جا ئیگا۔ جہنمی جہنم میں پہنچ جائیگا مگر اے محبوب یہ بتا و تمہارے ہاتھ میں جنڈا کون دیکھیگا تمہارے سر پر شفاعت کی پگڑی کون دیکھے گا تمہین پلصراط پر بچا تا کون دیکھے گا تمہیں میزان پر سہارا دیتے کون دیکھے گا تمہیں کوثر کے پیاسوں کو پانی پلاتا کون دیکھے گا تمہیں گنگاروں کو جہنم سے نکالتا کون دیکھے گا تمہارے علم کے نیچے سارے انبیاء کو کون دیکھے گا قیامت اس لئے نہیں ہے کہ صرف حساب وکتاب ہو قیامت اس لئے ہے کہ تمہارے محبوبیت کی شان سب دیکھ لیں تمہارے مقام کو دیکھ لیں تمہاری منزل کو دیکھ لیں.

عالم اروح میں رسولوں سے اقرار لیا گیا اور مقام بتایا گیا۔ اور عالم آخرت میں رسول کا مقام کو دکھایا گیا وہاں بتایا گیا تھا یہاں دکھایا گیا ہے•

لاتعین ذات نور اللہ اور نور محمدی کا جلاہ ہر شئی میں جاری وساری نظر آتا ہے ایک صوفی یہ جان لیتا ہے کہ ایٹم کا، ایٹم کے اندرونی اجزاء اور ارض وسماء کا خالق ایک ہے اور پوری کائنات اس کی ملکیت ہے اس نے اس کائناتی سسٹم کو ایک ضابطہ کے ساتھ تخلیق کیا ہے اور ہر چیز کو معین

مقداروں کے ساتھ وجود بخشا ہے

جب احد گنج مخفی میں پا تا رہا
نور میں نور احمد چھپا تا رہا
احدیت میں تھا وحدت کا سامان سب
نقش کثرت کا کیا کیا جما تا رہا
رہے دو نور مل کر کے یک جا بہم
دیکھتا اوسکو خود کو دکھا تا رہا

جدید سائنس کے دور میں جب ہم اٹم یا مادہ (ذرّے) انکا معاہنہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس میں تین حرکتے نظر آتے ہیں - نیوٹران - پروٹان - الیکٹران ۔ نیوٹران - لاتعین ذات کا مظہر ہے تو پروٹان ۔ اللہ کا نور اور الیکٹران ۔ نور محمدی ﷺ کے

کسی تخم کو لیے اس میں بھی تین اجزا ہوتے ہی

پلومیول - مونوکارٹ - ڈایکارٹ

پلومیول (مرکز) لاتعین ذات کا مظہر ہے - مونوکار - نور اللہ کا مظہر ہے اور ڈرایکارٹ نور محمدی ﷺ کا مظہر ہے

پودے کے خلیہ وغیرہ بھی پروٹو پلازم سے بنتے ہیں اس مین بھی تین اجزاء ہوتے ہیں

نیوکلئس - خلوی جھلی - سائیٹو پلازم

نیوکلئس (مرکز) لاتعین ذات کا مظہر - خلوی جھلی نور اللہ کا مظہر اور سائیٹو پلازم نور محمدی کا مظہر ہے

جب ہم انڈے کو پھوڑے تو اس میں بھی تین چیز نظر آتی ہے ایمبریو۔ مرکز یعنے لاتعین ذاتکا مظہر ہوتا ہے۔ سفیدی نوراللہ اور۔ زردی نوراحمدی کا مظہر ہے

وحدت میں تنزلات ذات کی بجائے تجلیات کا ظہور ہوتا ہے۔ سورج کے شعاعیں اسکے تجلی ہے لیکن شعاعوں کو سورج نہیں کہہ سکتے کیونکہ سورج باقی رہتا ہے اور شعاعیں اپنے وقت پر ختم ہو جاتی ہی اس طرح نوراحدیت سے نورامدیت ﷺ کا ظہور ہوا اور اٹھارہ ہزار مخلوق کل عالم کا ظہور نور محمدی ﷺ سے ہوا

پرانے وقت کے لوگوں نے یہ تصور کرتے تھے کہ یہ دنیا صرف چار عناصر سے مل کر بنی ہے زمین، پانی، ہوا، آگ لیکن سائنس ایجادات کا سلسلہ چلا اور اور یہ انکشاف سامنے آئے کہ کائنات 108 عناصر سے ملکر بنی ہے، پھر مطالعہ کے بعد ایٹم اخذ کیا گیا اور یہ تمام عناصر صرف ایک ذزہ ایٹم ہیں اور ان عناصر میں صرف فرق ایٹم کی ترتیب کا ہے اور ایٹم ناقابل تقسیم ہے۔ آئن سٹائن نے فیثون کے عمل سے یورینیم کو پلوٹونیم میں بدل دیا تو ایک عظیم دھماکہ، روشنی اور زبردست لہریں پیدا ہوئیں، جس کا نام ایٹمی دھماکہ رکھا گیا ہر ایٹم مختلف تعداد میں الیکٹران بھی ہوتے ہیں تمام الیکٹران ایک ترتیب اور توازن سے مرکز کے گرد تہہ در تہہ مداروں میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ سائنسدانوں کی تحقیق و تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ " مادہ اور توانائی " درحقیقت ایک ہی شئے کے دو روپ ہیں. مادہ ٹوٹ کر توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور توانائی یا " انرجی " جسے

روشنی (نور) کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا، اسپیڈ کم ہو کر دوبارہ مادی شکل میں بدل جاتی ہے. اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ مادہ جسے انسانی آنکھ ٹھوس دیکھتی ہے دراصل جمی ہوئی روشنی ہے. ہر چیز ایک مخصوص جگہ گھیرتی ہے اور پھر توانائی میں تبدیل ہو سکتی ہے

ثابت ہوا کہ پوری کائنات اور کائنات میں موجود ہر ٹھوس یا مادی چیز دراصل روشنی یا لائٹ (نور) ہی کی جمی ہوئی شکل ہے. یہی مادہ ٹوٹ کر توانائی یہ روشنی میں بدلتا رہتا ہے سائنسدانوں کے بقول پوری کائنات کی فضاء ایٹوں اور مالیکولوں سے بھری ہوئی ہے۔ جبکہ ہر ایٹم کے گرد الیکٹران ہوتے ہیں۔ ایٹم ٹوٹ کر روشنی میں بدل جاتا ہے. الیکٹران دوہری خصوصیات رکھتا ہے یعنی ایک طرف وہ مادی ذرہ ہے تو دوسری طرف وہ روشنی (نور) بھی ہے، جبکہ روشنی لہروں یا کرنوں کی شکل میں ہوتی ہے۔ در حقیقت ہمارا جسم بھی لہروں اور روشنیوں کا ہی بنا ہوا ہے ......یعنی ہمارا جسم مادہ سے تشکیل شدہ ہے مادہ روشنی (نور) کا مرکب ہے اور روشنی لہروں یا کرنوں سے ترتیب شدہ ہے۔ کائنات میں موجود ہر لہر کی شکل وصورت ہوتی ہے یعنی کوئی وجود خوہ مادی ہو یا اورائی ایک خاص شکل وصورت کے بغیر ممکن نہیں.

مذہب اگر خدا کی تعلیم ہے تو سائنس (خدا کے قانون قدرت کی کھوج کی تلاش ہے) خدا کا کام ہے یعنے مذہب اگر خدا کا قول ہے تو قانون قدرت خدا کا فعل ہے تو کسی باشعور انسان کو مذہب وسائنس میں کوئی مخالف نظر نہین آ سکتا۔ مذہب خدا کے راستہ کا نام ہے اور مذہب خدا کے روحانی

قانون قدرت یعنی روحانی نظام کا پتہ دیتا ہے. خدا تعالی کی معرفت اور اسکا قرب کی منزل تک رسائی ممکن جب ہوگا جب حقیقی خدا کا علم ہو بغیر اسکے قرب کیونکر حاصل ہوگا

انوار اور ظلمت جس کو ہم دیکھتے ہیں اور نور وظلمت قرار دیتے ہین نہ نور محض ہین نہ ظلمت محض ۔ نور میں جب تک ظلمت اور ظلمت مین نور کی آمیزش نہ ہو، نہ نور نظر آ سکتا ہے نہ ظلمت کا احساس ہوسکتا ہے نور مخلوط بہ ظلمات کو ضیاء کہتے ہیں اور نظر آنے کی چیز بھی یہی ہوتی ہے ۔ نور محض اور ظلمت محض کو کوئی آنکھ نہین دیکھ سکتی مرتبہ ذات چونکہ ان آمیزشوں سے پاک وبرتر ہے نورِ ذات ماوراے ادراک ہے اور فنا کی تاریکی میں پوشیدہ مخلوقات کی زندگی کے تام اعمال وحرکت جو سفر کا ذریعہ ہیں روشنی ہے ۔ ہم روشنی کے ذریعے دیکھتے ہیں، روشنی کے ذریعے سنتے ہیں، روشنی کے ذریعے سمجھتے ہین، روشنی کے ذریعے چھوتے ہیں ۔ دیگر ہمارے تمام حواس روشنی ہیں اگر درمیان میں سے روشنی کو نکال دیا جائے تو حواس ختم ہو جائیں گے ۔ روشنی کی بساط ٹوٹ جائے تو پوری زندگی بکھر جائے گئی

اگر کچھ علم ہے تو بس یہی ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا آ گہی ہے
ارض وسماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے یہ جہاں تو سما سکے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انسان جسمانی اور روحانی مرکب ہے

قرآن میں عبادات اور معاملات کے متعلق ایک سو پچاس آیات ہیں جبکہ مطالعہ کائنات کے بارے میں سات سو چھپن آیات موجود ہین

انسان جسے کہتے ہیں وہ جان ہے(جان نہ عناصر ہے نہ عناصر کی ترکیب بلکہ جان ایک نور ہے)

اور جان قلب ہے ۔اور قلب ؟ لا مکان ہے...... قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ ......مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے قلب وہی ہے جو اسم اللہ ذات کا تخت عظمت ہے اور اس کا ٹھکانہ ناف کے نیچے سے مغز دماغ تک ہے ۔قلب جسے کہتے ہیں وہ نفس ہے اور نفس جسے کہتے ہیں وہ دم ہے ۔دم ایک نور ہے (اور نور اسم ھو کا مظہر ہے) سانس کو حرکت دینے والا دم ہے اور دم کو حرکت دینے والا اسم اللہ۔ھو۔ ہے اور دم سے آدم ہے ۔ یہ دم کیا ہے؟ یہ دم ہی حضرت انسان مین مظہر العجائب والغرائب ہے (انوکھی شئی ۔مسافر ہے) اور دم جسد انسانی مین سلطان کی مانند ہے ۔تیری ذات نور محمدی ﷺ سے ہے یعنی ذات انسانی نور ہے، رب بھی نور ہے روح بھی نور ہے اور قلب بھی نور ہے معلوم ہوا کہ نور ہی نور کا دیدار کرسکتا ہے ورنہ غیر نور نار ہے اور نور کی ضد ہے

جب اس کی خواہش ہوئی کہ خود کو ظاہر اور پیدا کرے اور اس کی ذات میں جو صفتیں ہیں ان کو آشکار فرمائے تو اپنے نور کو اس عالم ظاہر کا روپ بخشا اور اپنی ذات کو خلق کا لباس پہنایا

جب میں نے اپنی ذات کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی صفات کو خود آراستہ کیا ۔ اور ہر صورت میں اپنی ذات کو دکھایا کبھی آدم کی شکل میں اور کبھی حوا کی صورت میں

اب یہ بھی سمجھ لو کہ وہی نور مذکور جو پوشیدہ تھا جب عالم لاہوت سے عالم جبروت مین آیا تو اپنا نام روح رکھا اور جب عالم جبروت سے عالم ملکوت میں آیا تو اپنا نام قلب رکھا ، اور جب عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں آیا تو اپنا نام قلب وجسم رکھا

چارون عناصر کی اصل نور ہے جب نور نزول کر کے عالم کثیف میں آتا ہے نار ہو جاتا ہے جب نار کثیف ہوتا ہے باد ہو جاتا ہے اگر متحرک ہو تو باد ہے ورنہ ہوا ہے ۔ اور باد کثیف ہونے کے بعد آب ہو جاتا ہے اور جب آب ہوتا ہے خاک ہو جاتا ہے ۔ یہ سب ایک وجود ہے (یعنی سب کا وجود ایک ہی ہے) اور ایک ہی نور کی مختلف صورتین ہیں

حدیث قدسی **لا یسعنی ارض و لا سمائی ولا کن یسعنی قلب عبدی المومن** ...... میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں ہاں بندے مومن میں سما سکتا ہوں

حدیث پاک میں آتا ہے قلوب الانسان بیت الرحمٰن ۔ انسانوں کے قلوب اللہ کے کھر ہیں ...... مومن اور کامل انسان کا قلب بمانند کعبہ ہو جاتا

ہے اور وہی قبلہ ہو جاتا ہے اور یہاں وہ سجدہ ریز ہو کرً لبیک یا عبدیً کی آواز سنتا ہے

مومن اللہ کی نوری صفت کا نام ہے یعنی مومن وہ ہوتا ہے جو صفت مومن کا مظہر ہو ۔ قلب مومن ہی ہے جسے عرش اللہ بیت اللہ کے خطاب سے نوازا گیا ۔ قلب سلیم' قلب شہید' قلب منیب' قلب مومن کی ہی صفات کا نام ہے

انسان اپنی ذات میں ایک کائنات اصغر ہے لہذا جن عناصر سے مل کر یہ کائنات بنی ہے ان کی موجودگی انسان کی جسمانی طبعی ساخت میں بھی ضروری ہے

جو اسباب معاش ظاہری و باطنی کو لاحق ہوتی ہیں اور یہ کہ ان آفات سے بچنے کا کیا طریقہ ہے تاکہ اس علم کا جانے والا اپنے معاش کے تمام اسباب میں صاحب بصیرت ہو جائے چنانچہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں جہانوں میں اسے خاصطور پر کونسی چیز نفع رساں ہے اور کونسی ضرر رساں ۔ اس میں علم طب کی ایسی کامل معرفت بھی شامل ہے جو نفس الامری ہو اور یہ یا تو ظاہری ہے جس کا تعلق ظاہری معاش کی بہتری کے ساتھ ہے یا باطنی جس کا تعلق معاش باطنی کے ساتھ ہے

اللہ تعالی کا کُن فرمانے سے عالم ظہور میں تین صفات نے تکمیل پائی ۔ قوت ایجاد، قوت قیام، اور قوت فنا ۔ ان ہی قوتوں کے نا برابر حرکت میں آنے سے مادی دنیا کا ارتقا ظاہر ہوا اور پھر جب یم تین بحالت مساوی لوٹ شکل کر برابر ہو جائیں گئے تو دنیا کا خاتمہ ہو گا ان تین قوتوں کے جاری ہونے کے بعد کائناتی قانوں فاعل فعل اور مفعول میں کام کرنے لگا

اللہ تعالی نے کوکب شمس اور دوسرے کواکب کو قائم کیا ۔ کواکب اپنے افعال وحرکات کوسرانجام دینے لگے تو ان کے اندرکئی مقامات پرخلا دکھائی دینے لگا جسے ہم آسمان کہتے ہیں ۔ درحقیقت خلا کوئی خالی چیزنہیں بلکہ یہ بھی نظرنہ آنے والے نہایت لطیف برقی ذرات سے پر ہے

سائنس سے ثابت ہوا ہے کہ اس کائنات کا ہرذرہ اپنے کل کا ایک جز ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وجود انسانی کی ترکیب بھی انہی قوانین اور طاقتوں کے تابع ہے ۔ جیسے مادہ منویہ کے ایک قطرہ میں ایک زندہ انسان کا وجود پوشیدہ ہوتا ہے ۔ذات لافانی کا ایک اٹل قانان ہرشئی اور ہرمقام پر ہرذرے مین قائم ہے اور ہم بھی اسی کائنات کا ایک ذرہ ہین ۔ ایسا ذرہ جو روح اور جسم دونوں چیزوں کا مرکب ہے اور ہم اس کلیت کا ایک جز و ہیں ۔ قانون قدرت مین ہرجز وخود بھی بطور کلیت ظاہر ہوا ہے ۔ تمام نظام عالم ایک ہی مادے سے ترکیب پاکر وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت کی طرف حرکت کررہا ہے ۔کل کائناتی عناصر کی لطیف ترین آمیزش ہرجگہ ایک جیسی ہے اور سائنسدانوں کا بھی اس پراتفاق ہے ۔آدمی کے بڑے جسم کے اندر چھوٹے جسم پوشیدہ ہیں ۔ نظام عالم کا فطری پروگرام آدمی کی ایک مکمل حیات مین بھی کام کرتا ہے ۔

قرآن مین متعدجگہ بروج کا ذکرآیا ہے

جسم انسانی اور بروج ۔ بروج میں قدرت کاظہوراس طرح محیط ہے جیسا سورج کائنات مین نور پھیلاتا ہے ۔ بروج کا جسم کے اعضاء سے تعلق ہمیں نظام جسمانی کے اس قانون کی طرف متوجہ کرتا ہے جوقدرت نے اس

سے مربوط کیا ہے

چونکہ بارہ بروج ہیں اور چارعناصر، سات ستارے ہیں

بروج کی تقسیم جسم کے اعضاء پربھی ہوتی ہے ۔ ہر بروج جسم کے کسی نہ کسی حصے پرحکومت کرتا ہے ۔

1. حمل سر پرحکومت کرتا ہے ۔ 2. ثورگردن پرحکومت کرتا ہے 3. جوزا بازو پرحکومت کرتا ہے 4. سرطان چھاتی پرحکومت کرتا ہے 5. اسد دل پرحکومت کرتا ہے 6. سنبلہ انتڑیوں پرحکومت کرتا ہے 7. میزان سرین (چوتڑ) پرحکومت کرتا ہے 8. عقرب اعضاء مخصوص پرحکومت کرتا ہے 9. قوس ران پرحکومت کرتا ہے 10. جدی گھٹنے پرحکومت کرتا ہے 11. دلوٹانگوں پرحکومت کرتا ہے 12. حوت پاوں پرحکومت کرتا ہے

صفت جمادات ۔ بیٹھنا ہے، صفت نباتات ۔ کھڑے رہنا ہے، صفت حیوانات ۔ چلنا ، کھانا اور پینا ہے صفت انسانات ۔ بندگی اور عبادت کرنا ہے ۔جنتی کی صفتے ۔ امر بالعروف کا بنالانا ہے اور صفت جہنمی ۔ نہی عن المنکر کا ارتکاب کرنا ہے

آدم کی بناوٹ میں سات قسم کی مٹی ، سات قسم کا پانی ، سات قسم کی ہوا ، سات قسم کی آگ لی گی

سات قسم کی مٹیئ ۔ سیاہ ، سفید ، سرخ ، میٹھی ، کھاری ، نرم ، خشک ،

ساتھ قسم کا پانی ہے

تجری من تحت ھا الانھر ۔ جس طرح جنت میں نہریں ہیں اس طرح انسان میں سرذات سے سات نہرین جاری ہیں اور سارے جسم میں نیچے کی

طرف دوڑتی ہیں

شہد کی نہر۔ دودھ کی نہر۔ شرابِ طہور کی نہر۔ پانی کی نہر۔ فرات کی نہر۔ اجاج کی نہر۔ کوثر کی نہر آب فرات۔ شیریں یا میٹھا پانی۔۔ آب اجاج۔ کھارا پانی۔۔ آب سلسبیل۔ پاک و شفاف خوشنما پانی۔۔ آب تسنیم۔ خوشبودار پانی

آب کوثر۔ جس کو پیتے ہی انسان دنیا کا درد بھوک پیاس بھول جائیں ۔۔ آب رحیق۔ پاک نشے دار پانی۔ آب رحمت۔ رحمت والا پانی

آدم میں بھی کھارا، میٹھا، کڑوا، پھیکا، تیزابی، سادہ (معتدل) زندگی بخش آب حیات پانی

سات ہوائیں ۔۔ تیز ہوا۔ گرم ہوا۔ دھیمی ہوا۔ سرد ہوا۔ معتدل ہوا۔ رحمت کی ہوا۔ فقط ہوا

سات آگ ۔۔ آگ کے اوصاف ہمیشہ اوپر اٹھنا، اپنے گرد گرمی پیدا کرنا، روشنی دینا، دھواں پیدا کرنا، جلنا جلانا، بھڑک اٹھنا ہے

دھواں والی آگ ۔۔ بغیر دھواں والی آگ ۔۔ سرخ آگ ۔۔ پیلی آگ ۔۔ نیلی آگ ۔۔ تیز و دھیمی آگ ۔۔ سیاہ آگ

سیاہ آگ۔ شہوت۔ سرخ آگ۔ غصہ۔ پیلی آگ۔ حسد۔ نیلی آگ۔ لالچ۔ دھوں والی آگ۔ کینہ پن۔ بے دھوں والی آگ۔ تکبر تیز آگ۔ بھوک پیاس

مٹی کی صفت بو ہے، ہوا کی صفت چھوکر احساس دلانا ہے، پانی

کی صفت لذت ہے، آگ کی صفت نظر آنا ہے، صفت نفس حرکت کرنا ہے، صفت دل مستقیم ہے، صفت روح بینائی ہے، صفت روح سفلی ممکن ہے صفت علوی ممتنع ہے، صفت نور دانی ہے، صفت عاشق دیکھنا ہے صفت معشوق دکھانا یا نظر آنا ہے

حواس خمسہ پانچ ہیں

کان سے صرف آوازیں سن سکتے ہیں۔ اس کے سوا ہرگز کسی اور چیز سے واقف نہین ہوسکتی

آنکھ سے رنگ اور شکل دیکھ سکتے ہیں۔ اس دو کے سوا ہرگز کسی اور چیز سے واقف نہین ہوسکتی

ناک سے بوئین سونگھ سکتے ہیں۔ اس کے سوا ہرگز کسی اور چیز سے واقف نہین ہوسکتی

منہ سے مزے چکھ سکتے ہین۔ اس کے سوا ہرگز کسی اور چیز سے واقف نہین ہوسکتی

اور ہاتھوں سے ٹھنڈا، گرم، سخت، نرم چار چیزیں محسوس کر سکتے ہیں ان چار کے سوا ہرگز کسی اور چیز کو سے واقف نہین ہوسکتی

اُن علوم کی معرفت جن کا تعلق کونین کے احوال کی ساتھ ہے :۔ کونین سے مراد عالم علوی اور عالم سفلی ہے۔ عالم کا انحصار سات امور پر ہے، عناصر اربعہ یعنی پانی، مٹی، آگ، ہوا اور مرکبات ثلثہ پر یعنی نباتات، حیونات اور معدنیات پر۔ لہذا علم کامل میں ان اشیاء کی حقیقت کو کامل طور پر جاننا ضروری ہے، نیز ان کی امتیازی خاصیتوں کا علم، ان میں نفع رساں

اور ضرر رساں اشیاء کا علم ، ان کی قوتوں کا علم اور ان قوتوں میں ان کے تمام افراد کے اختلاف کا علم بھی ہو

انسان کے جسم میں چار اخلاط ۔خون ۔بلغم ۔صفرا۔سودا ہوتے ہیں اس کے جسمانی مادی وجود میں ظاہر ہوتے ہیں اس سے مزاجی کیفیاتی یا کردار اور شخصیت کی ذریعہ سے بھی پہچانے جاتے ہیں یہ چار عناصر جو کائنات میں موجود ہیں آگ ۔ پانی ۔ ہوا۔مٹی وہی انسانی ذات مین بھی ہیں اور انسانی ذات میں خون ، سودا ، بلغم اور صفرا ہیں وہی انسانی شخصیت مین چار بنیادی یفیتیں ہیں جن کو ظاہر مزاجی کیفیتیں کہا جا تا ہے

ہوا۔گرم اور مرطوب ۔۔خون ۔۔ وموی مزاج ۔۔ جوشیلا ، زندہ دلی ، اپنے ارادہ کا پکا خود اعتماد ہوتا ہے

مٹی ۔۔ سودا اور خشک ۔۔سودا۔۔ سودای مزاج ۔۔ مزاج میں وحشت ، اکثر اداس ملول ، دل گیر رہتا ہے

آگ ۔۔گرم اور خشک ۔۔صفرا۔۔ صفراوی مزاج ۔۔ تیز اور پھرتیلا پن ، تندمزاجی ، چڑ چڑا پن ، غصہ

پانی ۔۔ سرد اور مرطوب ۔۔بلغم ۔۔ بلغمی مزاج ۔۔ کاہل ، کمزور جوش کی جگہ سکون ، ہر دلعزیز ہوتا ہے

یہ چار بنیادی مزاجی کیفیات ایک طرف انسان کی جسمانی ساخت ۔خدوخال چہرے کے تاثرات وغیرہ کے مطابق اپنی الگ الگ خصوصیات رکھتی ہیں ۔ چار عناصر مین چار ارواح کی قوت سے چوبیس گن پیدا ہوتے ہیں

خون کی صفائی چار باتوں سے حاصل ہوتی ہے :۔

1. ۔خون کو ہلکا کرنے اور اس کے ثقل کو زائل کرنے سے کیونکہ جس قدر خون بھاری ہوگا اس قدر اس میں خباثت ہوگی اور خباثت کے ہوتے ہوئے شہوات کی کثرت ہوگئی

2۔ بُو کی صفائی ۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی بُو گندھے ہوئے آٹے کی سی ہوا اور اگر خون خبیث ہوگا تو اس کی بُو سڑی ہوئی کیچڑ کی سی ہوگئی

3۔ رنگ کے صفائی ۔ اس کی علامت یہ ہے کہ خون زردی مائل ہو کیونکہ خون فاسد کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور جتنا زیادہ سیاہی مائل ہوگا اس قدر رفسادِ خون بھی زیادہ ہوگا

4۔ مزہ کی صفائی ۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ خون میٹھا ہو ۔ کیونکہ خون فاسد کا مزہ جلی ہوئی چیز کا سا ہوتا ہے

لہذا جب جو ہر خون صاف ہوگا تو اس سے تمام شیطانی حصے نکل جائیں گے اور شہوت اور معصیت کی تاریکیاں منقطع ہو جائین گئے ۔ اس کے بعد جسم کی رگیں اس صاف خون سے غذا حاصل کرین گی ، اور وہ بھی خون کی صفائی کے باعث صاف ہو جائین گی اور ان سے بھی شہوات اور شیطانی علائق منقطع ہو جائیں گئے ۔ جب جسم کے اندر یہ حسی صفائی حاصل ہوگئی تو پھر روح معنوی صفائی سے اس کی مدد کریگی

اور اسے تمام جواہرا کے ساتھ معرفت الٰہی حاصل ہو جائی گی اور چونکہ ذات محمدی ﷺ روح شریف پر محیط اور اس کے تمام اسرار کو حاصل

کر چکی ہے اس لئے اسے حسی اور معنوی دونوں قسم کی صفائی حاصل ہوگی

اہل حق بیان فرماتے ہیں یہ جان جان ابتدا میں سبع صفات قدیم (حیات ۔ قدرت ۔ ارادہ ۔ پہچان ۔ بصارت ۔ سماعت ۔ کلام) کے ساتھ ظہور کیا پس یہ ساتوں صفت کے ساتھ حضرت انسان میں ظہور کیا باقی نباتات ۔حیوانات ۔ جمادات ۔ وغیرہ وغیرہ کسی میں ایک کسی میں دو کسی میں تین کسی مین چار صفت مگر کل صفات انسان مین ہے، یہ سبھی صفات لے کر نزول فرمایا سو برزق کبریٰ مین پھر صغریٰ میں آیا ۔ کبریٰ نام ہے جسم نوری کا ۔صغریٰ نام ہے جسم عنصری کا

پہلی صفت حیی حیات لا حیی الا اللّٰہ ۔ زندہ پناہ میرا نہین اللّٰہ کا ہے
دوسری صفت قادر یعنے قوت ، سکت پچھانت پناہ میرا نہین مگر اللّٰہ کا ہے
تیسری صفت مرید یعنے ارادہ کرنے والا ارادہ میرا نہیں اللّٰہ کا ہے
چوتھی صفت علیم یعنے پہچانت کرنے والا طاقت توانائی میری نہیں اللّٰہ کا ہے
پانچویں صفت بصیر دیکھنے والا دیکھتا پناہ میرا نہیں اللّٰہ کا ہے
چھٹی صفت سمیع یعنے سننے والا سنُتا پناہ میرا نہیں اللّٰہ کا ہے
ساتویں صفت کلیم یعنے کلام کرنے والا بات کرتا پناہ میرا نہیں اللّٰہ کا ہے

اہل حق کے نزدیک ہمارے وجود میں تین مقام ہیں ۔ اعلیٰ ۔ اوسط ۔اسفل (اونچا ، بیچ کا ، نیچا) نچلے درجہ میں ہونے سے ناف کو نفس کہتے ہیں ۔ اس کا تعلق دوزخ سے ہے ۔ دیو ۔ پری ۔ سانپ ۔ بچھو ۔ گرمی ۔ سردی ۔ وہ ساری چیزیں جو دوزخ کے لوازمات و متعلقات ہیں ۔ وہ اسی میں ہیں ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابلیس کا یعنی نفس کا ظہور ہے

مقام اوسط میں ہونے سے دل کو قلب کہتے ہیں ۔ اس کا تعلق جنت سے ہے ۔ یعنی جنت کے میدان ۔ حلات ۔ حقر ۔ صور ۔ پھل ۔ پھول ۔ ۔ باغ ۔ کیاریاں ۔ ناز و نعمت کے وہ سارے ساز و سامان جو اس کے لوازمات ہیں وہ اسی مقام میں ہیں ۔ شاہ عشق کا اس مرتبہ و مقام میں احمد و محمد کے نام سے ظہور ہے

مقام اعلی میں ہونے سے جان کو روح کہتے ہیں ۔ اس کا تعلق حق سے ہے ۔ یہی احد ہے ۔ یعنی اس مقام میں فرشتے ۔ عرش ۔ کرسی ۔ لوح و قلم ۔ ۔ آسمان ۔ آفتاب ۔ چاند ۔ ستارے اور جو کچھ کہ لوازمہ نور حق ہیں وہ سب اس مقام میں ہیں ۔

یہاں شاہ عشق کا اللّٰہ کے وصف سے یعنی روح الروح سے ظہور ہے ۔ یہ عشق کے میوے اس درخت کا کمال بلکہ عشق کا وصف ہے بلکہ وہ ہی ہے جو اس طرح سے ظہور کیا ظاہر ہوا ہے ۔ ہر مقام میں اس کا نام کچھ اور ہی ہے

جسمانی انسان عام ہے اور روحانی خاص ۔ روحانی انسان تو احرام باندھے اپنے اصلی وطن کی طرف یعنی قربت خداوندی کے حصول کی راہ پر گامزن ہے

جسمانی انسانکی واپسی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ درجات کی طرف رجوع کرے ۔ شریعت و طریقت اور معرفت پر بلا نمود عمل پیرا ہو

حضور اکرام ﷺ کا ارشاد ہے

اَلْحِكْمَةُ الْجَا مِعَةُ مَعرِ فَةُ الْحَقِّ وَالْعَمَل بِهَا مَعْرِفَةُ الْبَاطِنِ ۔ (کامل دانائی حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور اس کے مطابق عمل

پیرا ہونا باطن کی معرفت ہے)

عالم جسمانیت سے نکل کر عالم روحانیت مین آنا چاہیئے ۔عالم روحانیت باطن کی دنیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں بستا ۔ یہ دنیا نور کا گویا ایک صحراء ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ۔ موحدین کے باطن میں جمال خداوندی کا نور ہوتا ہے جسے وہ دیکھتے رہتے ہیں ۔ گویا وہ صرف اللہ ہی کو دیکھتے ہیں

جسمانیت جب ظاہری علوم پر عمل پیرا ہوتی ہے تو جزاء میں اسے صرف جنت ملتی ہے جہاں وہ تجلی صفات کا عکس پاتا ہے مگر وہ حریم قدس اور قربت میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ظاہری علم کا کام نہیں ہے ۔ حریم قدس اور قربت پرواز کا عالم ہے ۔...... پرندہ بغیر پروں کے اُڑ نہیں سکتا ۔ صرف وہی بندہ ان علوم تک پہنچ سکتا ہے جو علم ظاہری اور علم باطنی کے دونوں پر رکھتا ہو

بندہ حقیقت کے دائرے میں پہنچ جاتا ہے تو جہولیت مکمل ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں تو اللہ تعالیٰ بندے کو علم لدنی سے نوازتا ہے ۔ بغیر کسی واسطہ کے اپنی معرفت عطا کرتا ہے

اس طرح رسول کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہ، وَ خَالَفَھَا فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہ، وَ تَا بَعَہ،

(یہ حکایت یحیٰ بن معاذ رازی سے روایت کی گی ہے) جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اس کی مخالفت کی تو اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچان لیا اور اس کی فرمانبرداری کی ۔ حق کو پہچاننے کا طریقہ نفس کو پہچاننا ہے جس نے نفس

کی معرفت حاصل کر لی اسنے اپنے رب کو پہچان لیا . لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی کامل کا ہاتھ تھامے جو اسے عرفان کی راہ سجائے ۔ وہ ایسا مرشد کامل ہو کہ احکام ظاہری کا علم رکھتا ہو اور مراتب غیوب کو بھی جانتا ہو طالبین کو مطلوب تک پہچا سکتا ہو مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کی رہنمائی کرئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے

مـن عـرف نـفسـه فقد عرف ربّ هو (جس نے پہچانا اپنے نفس کو تحقیق اس نے پہچانا اپنے رب کو) یعنی جو شخص کہ اپنے آپ کو یہ جان لے کہ میں نہیں ہوں حق ہوں جو اس صورت میں ظاہر ہوا ہوں اس نے حقیقت میں پہچان لیا اپنے رب کو اور یہ بھی فرمایا کہ ۔

عَرفتَ ربی بربی

(پہچانا میں نے اپنے رب کو اپنے رب سے) یعنی جب تک کہ میں تھا حق کو نہ پہچانتا تھا جبکہ اپنے آپ کو حق جان لیا اور اپنے آپ سے جان چُکا حق نے حق کو پہچان لیا

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

صوفیا اکرام کہتے ہین کہ من عرف جو ہے وہ ۔ دم کا گھوڑا روح کی زین عقل کا رکاب فہم کا سوار (فہم ۔ رب کو کہتے ہین) اور ایسا بھی فرماتے ہیں کہ من عرف نفسہ عقل کو کہتے ہیں فقد عرف ربہ روح کو کہتے ہیں چند اہل طریق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کو وجود کے اندر کے مقام کو کہتے ہیں ۔ ۔

تن میں من عرف کا مقام ۔ اول مغز ۔ سینہ ۔ ناف ۔ کمر ۔ کمر میں

جا کر من عرف ہوتا ہے ناف میں جا کر فقد عرف ہوتا ہے سینہ میں جا کر نفس ہوتا ہے مغز میں جا کر رب ہوتا ہے

من عرف کئ پہچان ۔تصوف کے دائرے سے اب خود کو دیکھنا اس کو دیکھنے کے برابر ہوا کرتا ہے ۔ اب ہر بات کئ نفی ہے کوئ غیر نہیں ہے من عرف نفسہ سے اپنے آپ کو پہچان کہ وہیں فقد عرف ربہ اور ھو ہی ھو ہے ھو ہی ھو کو جانتا پہچتنا ہے

جس کسی نے ہر شیے کی اور اپنے ظاہری وجود کی نفی کی تو وہ ایک خلا کے عالم میں ڈوپ جاتا ہے اور تفکر کے عالم میں نفی کر کے اور اپنے باطنی وجود کو پہچاننے لگتا ہے اور اس مقام میں کچھ نظر آرہا ہے یا خود کو دیکھ رہا ہے تو وہ خود کو نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے اور اپنے رب کی پہچان کر رہا ہے......حق اور رب دونوں ایک ہی ہیں اب دیکھنے والے حق کو دیکھیں یا رب کو دیکھیں دونوں ایک ہی بات ہے

رایت ربی بربی ۔۔کا راز بھی پوشیدہ ہے صوفیای اکرام رب سے رب کو دیکھنا کا معہ بھی اچھی طرح معلوم رہتا ہے یہی راز رب الفلق ۔صبح کے رب اور رب الناس ۔لوگوں کے رب میں بھی بھید بنا ہے اور یہی راز من عرف نفسہ کا بھی ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جس نے پہچانا اپنے نفس کو تحقیق اس نے پہچانا اپنے رب کو ا ۔من عرف مین جو ۔من ۔ ہے حقیقت مین یہ وہی ؐمنؑ ہے وہ ؐتوؑ ہے (۔من ۔ سے مراد ہے ۔ ذات واحد) اور تیرے وجود کے اندر ہی نفسہ اور ربہ کا مقام بنائے ہوئے ہیں ۔ ایک نے الست

بربکم کہا اور ۔ایک نے جواب میں قالو بلی کہا ۔اقرار لینے والا اور گواہی دینے والا کوئی اور نہیں خود ایک ہی ذات ہے

عرف کا معنی پہچان ہے تیری ذات اسم ۔ھو کا مظہر ہے ۔فقد عرف ربہ ۔صفت رب کی ربوبیت کے ساتھ مسمیٰ ۔ھو ہی ہے

ذات انسانی من عرف نفسہ سے مظہر اسم ھو ہے اور فقد عرف ربہ سے ذات حق صفت رب کی ربوبیت کے ساتھ ھو ہی مسمیٰ ہے

من عرف نفسہ مین ؐھوؑ کا راز ہے اور قد عرف ربہ کےؐ ھوؑ کا راز ہے الانسان سری وانا سرہ ۔انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں اللہ کا وجود ذاتی ہے اور ہم کو جو وجود ملا ہے وہ عطائی ہے، پھر ثابت ہوگیا کہ جس کی طرف سے وجود ملا ہے وہی رب ہے

جو شخص اپنی حقیقت کو اِس طرح پہچانے کہ میں ؐ میں نہیں ہوں بلکہ حق ہے جو اِس صورت پر ظاہر ہوا ہےؑ پس ایسا شخص اپنے پروردگار کو پہچان لیتا ہے. عَرفتُ رَبی بِربی اِس سے غرض یہ ہے کہ جب تک میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تھا میں نے حق کو نہیں پہچانا تھا اور جب میں نے اپنے آپ کو بعد فنا حق جانا میں اپنی ہستی سے الگ ہوگیا اِس وقت سے مین نے حق کو حق جانا .اور جب تو خود فانی ہو جائے گا اس وقت خدا کا جلوہ تجھے نظر آئیگا جس سے خود کو میں جانتا تھا وہ میں ۔ میں نہیں ہوں وہ حق ہے ۔ جو اس صورت مین ظاہر ہوا ہے .

امام سیوطی ؐ الحادیؑ جلد دوم -ص-238- پر فرماتے ہیں ۔جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس بات پر دال ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت

حاصل کر لی ہے .معرفت خداوندی معرفت نفس سے پہلے حاصل ہوتے ہے . جب تو اپنے نفس کو حق کے معاملہ میں پہچان لے گا تو اس بات کو ناپسند کرئے گا کہ تو اپنے افعال میں اپنے آپ پر اعتراض کرئے اور جو تو کرتا ہے اس پر عیب لگانے کو۔ کیونکہ تو اس میں اپنے خالق کی صفات کو پہچان لئے گا اور تو اس کو ناپسند کرنا شروع کر دے گا۔ اور جو شخص اس حقیقت کو سمجھ گیا کہ میرا نفس اللہ کا محتاج ہے اور اسے عبودیت خداوندی کے لئے پیدا کیا گیا ہے

جس نے حق کو پہچانا اور اپنے اور وجود کو باقی رکھا تو اس نے بے ادبی کی اور یہ بہت بڑا گناہ ہے

انسان کے وجود کا اصل مقصد اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر بندے کو اپنی ذات بھلا دینی چاہیے، اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں ہے کہ بندہ قربت کی طرف سفر کرئے جو باطن میں میرے طرف سفر سے محروم رہا میں اس کو ظاہری سفر میں مبتلا کرتا ہوں جو اپنے آپ میں ذکر وفکر کے مراقبہ سے اور مجاہدہ وتوجہ سے باطن کے اندر نہیں جاتا اور اس آیت کو نہین سمجھتا کہ **و فی انفسکم افلا تبصرون** مین تمہارے نفسوں میں ہوں کیا تم نہیں دیکھتے اور وہ تمہارے ساتھ ہے **و هو معکم** ۔ اپنی روح میں رب العالمین کی تجلی نہیں دیکھتا اور اپنے دل میں نہیں جانتا اس کو ظاہری سفر مبتلا کرتا ہوں

انسان خاص کا اپنے وطن یعنی قربت کی طرف رجوع اور رسائی علم حقیقت کے ذریعے ہی ممکن ہے علم حقیقت عالم لاہوت میں توحید ہے دنیا میں اللہ کی یکتائی کا عقیدہ ہے یہ مقام سوتے جاگتے عبادت سے حاصل ہوتا ہے

جسم پر جب نیند طاری ہو جاتی ہے تو دل کو زیادہ فرصت ملتی ہے اور وہ اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے یہ رجوع یا تو کلی طور پر ہوتا ہے یا جزوی طور پر۔ توحید کا نور جب دل میں زندہ ہوتا ہے تو اسمائے توحید باطن کی زبان پر بغیر حرف وصورت جاری ہو چکے ہوں جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے

الانسان سری و صفتی و انا سره (انسان میرا راز اور میری صفت ہے اور میں اس کا راز ہوں)

دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

اِنَّ عَلْمَ الْبَاطِنِ هُوَ سِرٌّ مِنْ سِرِّی اَ جْعَلَه، فِیْ قَلْبِ عَبْدِی وَ لَا یقِفُ عَلَیْهِ غَیْرِی

بیشک علم باطنی میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں نے اسراز کو اپنے بندے کے دل میں رکھ چھوڑا ہے اس پر میرے سوا کوئی واقف نہیں ہوسکتا

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

تَفَکُّرُ سَاعَةِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَبْعِیْنَ سَنَةُ ۔ ایک پل کا فکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے تفکر علم الفرقان ہے جسے توحید کہتے ہیں اس کی بدولت عارف اپنے مقصود ومحبوب تک رسائی حاصل کرتا ہے اور عارف اس علم کے بدولت روحانیت کی پرواز کر کے عالم قربت تک پہنچتا ہے۔ جبکہ عابد جنت کی طرف پا یادہ گامزن ہے.

اللہ تعالیٰ ے تمام ارواح کو حکم دیا کہ ان اجساد میں داخل ہو جاو اور ہر ایک روح کے لئے جسم میں ایک خاص جگہ متعین فرما دی. روح

جسمانی کا مقام خون اور گوشت کی درمیانی جگہ قرار پائی ، روح روانی کو قلب میں رکھا گیا۔روح سلطانی کو جان میں جبکہ روح قدسی کا مقام باطن ٹھہرایا گیا. ہر ایک روح کی مملکت جسم کے اندر ہے۔ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وجود کے اندر جاری معاملات کو سمجھے کیونکہ جو کچھ وہ حاصل کرے گا اس کی گردن کا نوشتہ ہوگا

حضرت شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کے دل میں دنیا اور اللہ دونوں کی محبت جمع ہے تو وہ چھوٹا ہے دنیا اور آخرت اہل اللہ پر ممنوع ہیں ۔کیونکہ مومنین کی جنت وہ جنت ہے جو نیک اعمال کرنے والوں کو دی جائے گی مگر عارفین کے لئے ایک اور جنت ہے جو وھی جنت ہے ۔اہل موحد اللہ سے اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے نہ انہیں جنم کی آگ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے اور نہ جنت کی لالچ ۔ ان کی جنت اللہ کریم کے جمال کا دیدار ہے اور جہنم اللہ کے دیدار سے محرومی ہے یہی عذاب ہے ان کے لئے اور حجابات کا اُٹھ جانا سب سے بڑی جنت ہے .

بایزید بسطامی فرماتے ہیں جنت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں اگر ان کی آنکھ سے ایک پل بھی دیدار کی نعمت چھن جائے تو وہ جنت سے پناہ مانگ نے لگیں جس طرح اہل جہنم آگ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل اللہ پر دنیا اور آخرت دونوں کو حرام کر دیا ہے .

الا نبیاء والا ولیاء یصلون فی قبورهم کما یصلون فی بیوتهم :۔ انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں اس طرح نماز ادا کرتے ہیں

جسطرح اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے

یعنی وہ ہمیشہ اپنے رب سے مناجات کرتے رہتے ہیں ۔ یہاں ظاہری نماز مراد نہیں ہے ۔جس میں قیام ۔رکوع ،سجود اور قعدہ ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد بندہ کا اپنے رب سے مناجات کرنا اور رب کی طرف سے مناجات کے صلہ میں اپنی معرفت عطا کرنا ہے پس عارف اپنی قبر میں احرام باندھے اپنے رب کی طرف محو سفر رہتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :۔المصلی یناجی ربه

پس جس طرح زندہ دل نہیں سوتا اس طرح وہ مرتا بھی نہیں ہے

تنام عینی و انا ینام قلبی :۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا

من مات فی طلب العم بعث فی قبره ملکین یعلمانه علم المعرفة و قام من قبره عالما و عارفا ...... جو علم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو اسے علم معرفت کی تعلیم دیتے اور ایسا شخص اپنی قبر سے عالم اور عارف بن کر اُٹھے گا دو فرشتوں سے مراد نبی کریم ﷺ اور ولی اللہ کی روحانیت کیونکہ فرشتے عالم معرفت میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ وہ تعلیم دے سکتے ہیں

دیدار الہیٰ کی دو صورتیں ہیں ایک آخرت میں آئینہ دل کی وساطت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار کرنا دوسرا دنیا میں آہینہ دل پر صفات خداوندی کا عکس ملاحظہ کرنا ۔ دنیا میں دیدار دل کی آنکھ سے ہے اور اس میں صفات خداندوی کا عکس آہینہ دل پر پڑتا ہے تو انسان دل کی آنکھ سے

اس عکس کا مشاہدہ کرتا ہے

جس نے دنیا میں صفات خداوندی کا دیدار کرلیا بلا کیف آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے دیدار کا شرف حاصل کرے گا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل نے میرے رب کا دیدار کیا۔ یعنی میرے رب کے نور کے ذریعہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کروں گا جسے میں نے دیکھا نہ ہو

نفس کا حجاب جب دل کے چہرے سے ہٹ جائے تو دل ان انوار کے عکس سے زندہ ہو جائے اور روح اس طاق سے صفات حق کا مشاہدہ کرے تخلیق کائنات کا اصل مقصد بھی اس مخفی خزانہ کو عیاں کرنا ہے

حضور ﷺ ارشاد ہے

رایت ربی علی صورۃ شاب امرد :۔ یعنی میں نے اپنے رب کا ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیدار کیا (اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی کئی صورتیں ہیں کچھ تجلیات ذاتی ہوتی ہیں اور کچھ صفاتی وہ مختلف صورتیں اور ھیات میں جلوہ گر ہوسکتا ہے لیکن وہ جسم صورت اور جہات سے پاک ہے اپنے ذات کے اعتبار)

آپ نے فرمایا ہے **کہ رائت ربی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ** (دیکھا میں نے رب کو معراج کی رات میں اچھی صورت میں) **فی صورۃ امرد شاب قططه** (نوجوان سبزہ آغاز گھنگھروالے بال کی صورت میں)

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ **رائت ربی فی صورۃ امی**

(دیکھا میں نے اپنے پروردگا کو اپنی ماں کی صورت میں)

انسان اللہ کے جمال وجلال کا آئینہ اور پوری کائنات کا مجموعہ ہے انسان پوری کائنات اور عالم کبریٰ کہلاتا ہے کیونکہ اللہ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں یعنی صفت قہر ولطف سے پیدا فرمایا ہے یعنی کثیف اور لطیف۔ پس انسان دوسرے تمام اشیاء کے برعکس اسم جامع کا مظہر ہے کیونکہ باقی تمام اشیاء کی تخلیق ایک ہاتھ یعنی ایک صفت سے ہوئی

صفت لطف سے ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور صفت قہر سے ابلیس اور اس کی ذریت کی پیدائش ہوئی

حذیفہ بن اسید نامی صحابی نے ان سے کہا کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جب نطفہ (کو ماں کے پیٹ میں قرار پکڑنے) پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے یہ فرشتہ اس نطفے کو ایک صورت دیتا ہے اور اس کے کان آنکھ جلد گوشت اور ہڈیاں پیدا کرتا ہے پھر فرشتہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے رب مذکر یا مونث؟ پس آپ کا رب فیصلہ فرماتا ہے جو چاہتا ہے فرشتہ لکھ لیتا ہے

حدیث قدسی میں ہے

لا یسعنی ارضی ولا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المومن ۔ میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا مگر اپنے بندے مومن کے دل میں سما جاتا ہے

عالم محسوس جس میں آسمان، زمین، سورج چاندِ ستارے معدنیاتِ

نباتات، حیوانات ہیں اس کے بعد عالم انسان ہے اگر چہ یہ صورت میں تو چھوٹا ہے لیکن معنی میں تمام جہانون سے بڑا ہے اس لئے خلافت کبریٰ کا مستحق گردانا گیا ہے امانت عظمیٰ اس کے سپرد کی گئی

دماغ

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

ھوالحق۔گنج مخفی۔انحد۔لامکان۔سرِسبحانی۔گنج العرش۔

آدم اوران کی نسل سے پیدا ہونے والے انسانوں کے جسم کو اُس مٹی سے کوئی مناسبت باقی نہ رہی جس سے ان کو پیدا کیا گیا تھا، اگر چہ اب بھی ہمارا جسم پورا کا پورا زمین ہی کے اجزاء سے مرکب ہے لیکن ان اجزاء نے گوشت پوست اور خون کی شکل اختیار کر لی ہے اور جان پڑنے کے بعد وہ تو خاک کی بہ نسبت ایک بلکل ہی مختلف چیز بن گیا، مگر انسان تو ہمارے سامنے موجود ہے اس کو انسانی دماغ دینے کے ساتھ مچھلی یا پرندے یا بندر کا جسم دے دیا جاتا تو کیا اُس جسم کے ساتھ وہ اس دماغ کی صلاحیتوں سے کوئی کام لئے سکتا تھا. پھر کیا یہ اللہ کی نعمت عظمی نہیں ہے کہ جن قوتوں سے اس نے انسان کے دماغ کو سرفراز فرمایا تھا ان سے کام لینے کے لئے موزوں ترین جسم بھی عطا فرمایا؟ یہ ہاتھ یہ پاوں یہ آنکھیں یہ کان یہ زبان اور یہ

قامت راست ایک طرف اور یہ عقل و شعور یہ فکر و خیال یہ قوت دیگر صلاحیتیں کو دیکھے تو محسوس ہوگا کہ بنانے والے نے ان کے درمیان غایت درجے کی مناسبت رکھی ہے.

خدا کہاں ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کی اصل حقیقت کیا ہے؟ کیا کوئی ابدی زندگی موجود ہے؟ اور یہ کب ہوگا؟ ذہن میں ابھرتے ہیں ایسے تمام سوال۔ آغاز سے دیکھا جائے تو دومکاتب فکر ملتے ہین ایک مادہ پرست (Materialist) اور دوسرا روحانیت (spirtuality) دورحاضر کی ترقی نے واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ مادے کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے. اس نقطہ نظر سے زمین پر انسانی حیات کی قدر و قیمت کو سمجھنا آسان ہوگا • چون کہ ہر شخص کو اس دنیا میں مختصر وقت آزمائش کے لئے دیا ہے اوراس کی بنیاد پر مرنے کے بعد نیکی یا بدی کی جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا (جس دن وہ اپنے خالق کے سامنے حاضر ہوگا --قرآن-اور جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے وتنہا ہمارے پاس آئے) لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ اس مختصر سے وقت کو بڑے دانش مندنہ طریقے سے گزارا جائے اگر کوئی ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اسے ہمیشہ کی ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا

اگر کوئی شخص پورے شعور اور دانش مندی کے ساتھ اس کائنات ،کہکشاں، سیاروں اوران کے درمیان توازن، ایٹم کی قوت، کائنات کے ہر حصے میں موجود ترتیب، لاتعداد، حیوانات و جمادات ان کا طرز حیات اور خودا پنے جسم پر غور وخوض کرے تو وہ یقیناً یہ محسوس کرے گا کہ اس

کے گرد مختلف مظاہر مین اس قدر مکمل ترتیب اور نزاکت خود بہ خود قائم نہیں ہوگئی بلکہ ضروران کا کوئی خالق ہے

جو شئے بھی ہم دیکھتے ہیں تخلیق کی گئی ہے اوران میں سے کوئی بھی شئے اپنی خالق آپ نہیں ہوسکتی وہ خداعزوجل دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کی تخلیق کردہ ہر شئے اس کی موجودگی اور وجود کو ظاہر کرتی ہے۔کسی شے کا شے ہونا اُس کی حیات ہے اور وہ اللہ کی حیات ہے جس سے سب چیزیں قائم ہیں• ایک شے کا وجود بالذات اُس کی حیات تامہ ہے کسی شے کا وجود بالغیر حیات اضافیہ ہے حق تعالی بالذات موجود و زندہ ہے اور اُس کی حیات تامہ ہے اور موت اُسے لاحق نہیں برعکس تمام مخلوقات کے جو کہ صرف اللہ ہی کے واسطے سے موجود ہے اور حیات اضافی رکھتی ہے

کائنات کے تمام معلومات ہم کو ہمارے حواس خمسہ سے ہی پہنچتی ہیں جنھیں ہماری آنکھیں دیکھتی ہین ہمارے ہاتھ محسوس کرتے ہیں ہماری ناک سونگھتی ہے، ہماری زبان چکھتی ہے اور کان سنتے ہیں، کیون کہ ہم پیدائش ہی سے مکمل طور پر اپنی ان حواس پر انحصار کرتے ہین ہم کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان چیزوں سے ہٹ کر جو ہمارے حواس خمسہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہین اور کوئی بیرونی دنیا بھی ہوسکتی ہے اور ہم حواس خمسہ کے ذریعہ سے کائنات کا ادراک نہیں کرسکتے

الحق محسوس الخلق معقول :۔اس کا غیر نہ عیاں ہے نہ نہاں ۔اگر عیاں کہو تو نہاں کیا ہے اور نہاں کہتے ہو تو عیاں کون ہے؟ پس معلوم ہوا کہ ذات واحد کے سوا نہ کچھ عیاں ہے نہ نہان ، وجود مطلق دوسرا

کوئی موجود نہیں

ہم بیرونی دنیا کی جس شئے کا بھی شعور رکھتے ہیں یا ادراک کرتے ہین وہ ہمارے حسی اعضاء سے دماغ تک پہنچنے والے برقی کرنوں کا نتیجہ ہوتی ہیں .رنگ کو جو حسی بصرہ (آنکھ) سے دیکھتے ہیں۔کسی شئے کی سختی یا نرمی حس لامہ (ہاتھ) سے محسوس کرتے ہیں۔اور ذائقہ جو زبان پر محسوس کرتے ہیں کانوں سے آوازوں کو سنتے ہیں ۔خوشبو جو آپ سونگھتے آپ کا کام ،آپ کا گھر، کتاب کی سطریں اور تمام دنیا جو آپ نے دیکھی ہے اس سے فاہدہ اٹھایا ہے سب کچھ آپ کے حواس خمسہ کے ذرئعہ دماغ کو بھیجے جانے والے برقی کرنوں کا مرہون منت ہے ۔انسان ایک عکس ہے ہر شئے جو ہمارے تجربے مین آتی ہے عارضی ہے اور فریب ہے اور یہ پوری کائنات عکس ہے

ہم اشیاء کے وجود کا یقین رکھتے ہیں کیون کہ ہم انھیں دیکھ سکتے ، چھو سکتے ہیں اور یہ ہمارے ادراک میں ہوتی ہیں تاہم ہمارا ادراک دماغ کا محض ایک خیال ہے۔گویا جو چیز بھی اپنی طرف متوجہ کرتی ہے سوائے خیال کے کچھ بھی نہیں اور یہ خیالات ہمارے ذہن کے سوا اور کہیں نہیں۔چونکہ یہ سب کچھ ہمارے دماغ مین موجود ہوتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے دماغ سے باہر جس کائنات اور اس کی اشیاء کا تصور کرتے ہیں وہ محض دھوکہ اور فریب ہیں لہذا ہمارے گرد موجود اشیاء کا ہمارے دماغ سے باہر کوئی وجود نہیں .•

انسان کے خیال اور تصور مین جو صورتین بنتی ہیں یا خواب میں نظر

آتیں ہیں وہ جسمانی مادہ نہیں رکھتی ہیں، جسمانی مکان اور جگہ کی ضرورت نہیں رکھتی، نہ ماں باپ رکھتی ہے نہ کوئی سمت اور وزن نہ جہات ستہ کے اندر مقید ہوتی ہے، اور نہ ظاہری حواس خمسہ پائی جاتی ہیں بلکہ وہ تمام شکلیں، صورتیں لطیف نوری ہیں وہ دماغ کے پانچ باطنی حواس یا قوتیں ہین (حس مشترک۔ وہم۔ حافظہ۔ ۔خیال۔ مصورہ) ان کے مجموعہ کو ذہن کہتے ہیں، سر کی کھوپری کے اندر جو مغز کہ رہتا ہے اسکو دماغ یعنے بھیجہ کہتے ہیں باطنی حواس خمسہ یا قوتیں بھیجہ کے ساتھ قائم رہتی ہیں جو حکم کے ساتھ فورن بن جاتی ہیں۔ حس مشترک (ملی ہوی) اور خیال بھیجہ کے شروع کے حصہ کے ساتھ رہتی ہیں۔ وہم (گمان) اور حافظہ کی قوتین بھیجہ کے پچھلے حصہ کے ساتھ اور مصورہ (یعنی صورت تیار کرنے والی) بھیجہ کے بیچ کے حصہ سے تعلق رکھتی ہیں

ہمارا جسم، آنکھ، کان، ناک، ہاتھ وغیرہ کہو انسان کے ہیں تو اس کے قبضہ مین نہیں۔ اگر کہو کہ انسان کے نہیں تو پھر کس کے ہیں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ قل کل من عند اللہ، ہر ایک شیء اللہ تعالی کی طرف سے ہے

ہمارے حسی اعضا کیسے کام کرتے ہین؟

مثال۔ نظر کا فعل کیسے واقع ہوتا ہے۔ ہم کیسے دیکھتے ہیں ہر ایک یہی جواب دیتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تاہم دیکھنے کا عمل بہ مدریج ہوتا ہے جو چیز ہے۔ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اس سے ضیائے روشنی (photons) یا برقی توانائی کی ایک مقدار امواج کے تناسب سے آنکز تک پہنچتے ہیں اور آنکھ کے سامنے کے حصے میں موجود عد سے

(lens) مین سے گزر کر منعطف ہوتے ہیں جس سے آنکھ کے پچھلے حصے میں موجود پردہ چشم (retina) پر اس کا عکس پردہ چشم پر الٹا پڑتا ہے یہاں یہ عکس برقی کرنوں میں تبدیل ہوتا عصبی خلیوں (Neurons) کے ذریعہ دماغ کے عقب میں واقع مرکز بصارت (centre of vision) میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ مرکز بصارت ایک بہت ہی چھوٹی سی جگہ ہے جو ایک نہایت تاریک جگہ ہے چوں کہ دماغ مین سے روشنی نہیں گزر سکتی اس لئے یہ ممکن نہیں اس مرکز تک روشنی پہنچے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جس وسیع وعرئض دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ محض ایک

ایک چھوٹی سی جگہ ہے جہاں روشنی تک کا گزر نہیں یہاں تک جب ہم آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی اور آگ بھی دیکھتے ہیں تو ہمارے دماغ میں مکمل اندھیرا ہوتا ہے۔ یعنی کسی شئی سے ملنے والی تحریک برقی کرنوں میں تبدیل ہوکر ہمارے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں. جب ہم یہ کہتے ہیں "میں کوئی چیز دیکھ رہا ہوں تو درحقیقت ہم وہ چیز نہیں دیکھتے ہین، دراصل وہ برقی کرنوں ہیں ان برقی کرنوں کا ہمارے ذہن پر پڑنے والا تاثیر ہے جو ہمارے دماغ میں اس چیز کا خاکہ ہیں (روشنی کرنوں میں حرکت کا نام ہے)

دل بینا بھی کر خدا سے طلب   کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

جب ہم کہتے ہیں کہ "ہم یکھتے ہیں" تو دراصل ہم اس تحریک کے اثر کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ہماری آنکھوں مین آتی ہیں اور وہاں سے دماغ مین جاتی ہے اور پھر برقی کرنوں میں منتقل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھنے کا عمل آنکھ مین نہیں ہوتا بلکہ آنکھ تو صرف حسی عضو ہے جو دیکھنے کے عمل مین ایک

حصے دار ہے۰ ہم آنکھوں سے نہیں بلکہ بصارتی مرکز سے دیکھتے ہیں جو دماغ میں کوئی روشنی داخل نہیں ہوتی.

دماغ مین اخروٹ کے برابر ایک عضو ہے پوری کائنات اور سب کچھ اس چھوٹے سے حصے میں سما جاتا ہے. اور ایک نکتہ ذہن نشین رکھے کہ دماغ روشنی کا حاجز ہے اور اس کا اندرونی حصہ بالکل تاریک ہے دماغ کا خود روشنی سے کوئی تعلق نہیں اور وہاں روشنی کبھی نہیں پہنچ سکتی اور چمک دار رنگین دنیا اس مکمل تاریکی مین دیکھتے ہین۔ پھلوں کے رنگ، پھولوں کی دل کشی، سورج کی چمک، راستے چلتے لوگ، سڑک پر دوڑتی گاڑیاں، شاپنگ مال، رنگ برنگے کپڑے اور ہر شئے کا عکس اس نہایت تارک حصے میں بنتا ہے. یہ سب وقوت خیالیہ ہیں جو دماغ مین بناتی ہے

کیا دماغ کا اپنا ارادہ یا اختیار ہوتا ہے کیا وہ تمام ادراک کرتا ہے؟

دماغ لپڈ (lipid) اور پروٹینی سالموں (protein Molecules) سے بنا ہے اور ان پروٹینز کا اصل ایٹم ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ گوشت کا وہ لوتھرا ہے جسے ہم دماغ کہتے ہیں اس مین بذات کوئی ایسی چیز نہین ہوتی جو شبیہ دیکھ سکے، شعور رکھتی ہو یا جس سے 'میں' کے وجود کا احساس ہو.

ایک عام خیال ہے کہ دماغ میں تصویر آنکھیں تیار کرتی ہیں۔ دماغ میں موجود تصویر ایک خاص قسم کی اندرونی آنکھ کی ضرورت کو تحریک دیتی ہے لیکن اس کی تصویر کو دیکھنے کے لئے بھی ایک اور آنکھ کی ضرورت پڑے گئی۰

قوت سماعت بھی دیکھنے کے عمل کی طرح کام کرتی ہے۔ بیرونی کان آواز کو اوریکل (auricle) کے ذریعہ وصول کرتا ہے اور وسطی کان تک پہنچاتا ہے وسطی کان صوتی ارتعاشات کو اندرونی کان میں منتقل کرتا ہے اور ان میں شدت پیدا کرتا ہے ۔ اندرونی کان ان صوتی ارتعاشات (sound variation) کو برقی کرنوں میں تبدیل کرتا ہے اور انھیں دماغ میں بھیج دیتا ہے ۔ بالکل آنکھوں کی طرح سننے کا عمل دماغ میں واقع مرکز سماعت (centre of hearing) میں وقوع پریز ہوتا ہے دماغ آواز کے لئے حاجز ہے جیسا کہ روشنی کے لئے. باظر کتنا ہی شور کیوں نہ ہو دماغ کے اندر اس حصے میں مکمل خاموشی رہے گئی۰ جس طرح دماغ کے اندر روشنی نہیں جا سکتی اس طرح آواز بھی نہیں گزر سکتی.

یہی صورت حال دیگر تمام حواس کے ساتھ ہے آنکھوں کی طرح سننے کا عمل، ذائقہ کا عمل، بو کا عمل، چھونے کا عمل آواز، ذائقہ، بو، چھونا سب دماغ میں برقی کرنوں (electrical signals) کا کھیل ہے۔ ہم برقی کرنوں سونگھتے ہیں، برقی کرنوں سنتے ہیں اور ہم جو کھاتے ہیں ان کو نہیں بلکہ ان کے نمائندہ برقی کرنوں کو چکھتے ہیں. سچ تو یہ ہے کہ کائنات میں نہ روشنی ویسی ہے جیسی ہم دیکھتے ہین، نہ آواز ویسی ہے جیسی ہم سنتے ہیں، نہ حرارت ویسی ہے جیسی کہ ہم محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے اعضا ہمیں بیرونی دنیا اور دماغ کے درمیان غلط فہمی مین مبتلا کر دیتے ہیں اور ایسے تصوارت جنم لیتے ہیں جن کا دماغ میں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا.

دماغ اپنے اندر داخل ہونے والے پیغامات کو اپنے نظام کے اندر دوسری زبان میں تبدیل کر دیتا ہے اور ایک علیحدہ کائنات بنا دیتا ہے اور ہم پیدائش سے لئے کر اس نظام پر بھروسہ کئے ہوئے ہین، مختصر جس طریقہ سے ہم بیرونی دنیا کا ادراک کرتے ہیں اس کا انحصار ہماری سمجھ اور اس کی تشریح پر ہے جو ہمارے دماغ کے لئے خاص ہے

فاصلے کا احساس:۔مثال کے طور پر آپ اور اس کتاب کے درمیان فاصلہ۔آپ کے دماغ میں بننے والا محض ایک احساس ہے وہ اشیاء جو انسان کے نقطہ نظر سے دور دکھائی دیتی ہے وہ بھی صرف انسان کے دماغ مین موجود ہوتی ہے اور ایک مثال ہم جو آسمانون پر ستاروں کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہین کہ یہ ہم سے لاکھون میل کی دوری پر ہیں جبکہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ حقیقتق اس کے دماغ کے مرکز بصارت مین ستارے ہیں. ہم جو چیز بھی دیکھتے ہیں ہمارے دماغ مین بنتی ہے.

اور ایک ہم نکتہ ہے یہ کتاب پڑھتے ہوئے آپ حقیقت مین کمرے مین نہیں جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں بلکہ اس کے برخلاف کمرا آپ کے اندر ہے. آپ اپنے جسم کو دیکھتے ہیں کہ آپ اس بدن کے اندر ہیں۔تاہم آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ آپ کا جسم بھی ایک عکس یا شبیہ ہے جو آپ کے دماغ کے اندر بنی ہے ہمارا جسم بھی ہمارے دماغ میں برقی تحریک کے ذریعے ہمارے سامنے آتا ہے دیگر اشیاء کی طرح ۔ یہ تمام کائنات تصورات کا مجموعہ ہے. بیرونی دنیا جو ہمارے ادراک میں آتی ہین محض ہمارے دماغ تک پہنچنے والے برقی کرنوں کا مجموعہ ہے، تمام زندگی ہمارے

دماغ ان برقی کرنوں کے مطابق عمل کرتے ہیں اور ہم اس غلط فہمی میں زندگی بھر مبتلا رہتے ہین کہ یہ سب بیرونی دنیا کی اصل چیزیں ہیں، ہمارا دماغ ان برقی کرنوں کو کوئی معنی پہناتے ہین جو ہمارے خیال میں بیرونی دنیا کے بارے مین ہوتے ہیں.

خیال ۔۔وہ نکتہ ابتدائی جس سے سلوک کی ابتدا ہوتی ہے دراصل اس پر سلوک کی انتہا بھی • یہی تمام عوالم کا ہیولیٰ اور عوالم کی روح کی زندگی ہے جب اُس اعتقاد کا محل جس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہوتا ہے محض خیال ہے اور خیال ہی میں اللہ کا کامل طور پر ظہور رہا ہے تو یقیناً خیال ہی تمام عوالم کی اصل ہے اور خیال دراصل ایک نیند ہے ۔ حدیث نبوی ہے کہ سب لوگ سو رہے ہیں جب وہ مرجاتے ہیں تب جاگتے ہیں. سونا عالم خیال میں رہنے کا نام ہے

کیا اس دنیا کا واقعی وجود ہے؟ جو دنیا واقعتاً موجود ہے وہ ادراک کی دنیا ہے، اور ہم جس دنیا سے وقف ہیں وہ ہمارے ذہن مین موجود ہے ۔آپ کی دماغ میں دنیا بنانے کے لئے دنیا کی موجودگی ضروری نہیں بلکہ اس دنیا کی برقی تحریک ضروری ہے، اس بیرونی دنیا کا دماغ کے بغیر وجود نہیں. بلکہ ہم اپنے دماغوں میں بنی دنیا میں رہتے ہیں. آپ کا کسی چیز کو دیکھنا ،سننا، چھونا، سونگھنا، ہی آپ کے لئے اس کے وجود میں یقین کرنے کو کافی ہے ۔تاہم یہ ایک عقیدہ ہے جو آپ نے عادۃ حاصل کیا ہے اور عادۃ اپنے اندر سمایا ہے.

ایک مثال سے سمجھے "لا" پڑھتے ہیں، لکھتے ہیں، بولتے ہیں جس کے

معنے ہو تے ہیں ۓ نہیںً- -لا- کی صورت دیکھنے میں اور لفظا موجود ہے مگر معنے میں ۔نہیں ۔اس طرح سارا عالم بظاہر دیکھنے میں موحود نظر آتا ہے معنے میں کچھ بھی نہیں یہ کائنات حقیقت میں کچھ بھی نہیں.

ہم باہر نہین دیکھتے

آدمی آئینہ دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں آئینہ دیکھ رہا ہوں بلکہ وہ آئینہ نہیں دیکھ رہا آئینہ کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہے ۔ جب ہم آئینہ دیکھنے کے عمل پر تفکر کرتے ہیں اور ہمارے شعور میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے تو بات منکشف ہوتی ہے کہ ہم اپنا عکس آئینے کے اندر دیکھ رہے ہیں ۔ یہ کہنا کہ ہم آئینہ دیکھ رہے ہیں عام سطح کی بات ہے

یہی صورت حال زندگی کے تمام شعبوں کی ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آنکھوں سے باہر دیکھ رہے ہیں صاحب بصیرت بندہ کہتا ہے کہ ہم جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ باہر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہمارے دماغ پر باہر کا عکس منتقل ہو رہا ہے ۔ ہم اس عکس کو دیکھ رہے ہیں ۔ اگر کوئی بندہ دیکھنے کی حقیق طرز سے واقف نہیں ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں باہر دیکھ رہا ہوں لیکن جو بندہ دیکھنے کی صیح طرز سے واقف ہے تو وہ اس امر سے واقف ہے کہ ہر شخص باہر نہیں دیکھ رہا اندر دیکھ رہا ہے

ہر انسان اپنے ذہن کو آئینہ تصور کرے تو دیکھنے کی براہ راست طرز یہ ہوگی کہ کوئی بھی صورت یا شئی ہمارے ذہن نے دیکھی پھر ہم نے دیکھا ۔ یعنی ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں اپنے ذہن کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں

نور عرفان جس سے سالک کا دل منور ہوتا ہے وہ نور تجلی جو مظاہر حسّی

کی کھڑکیوں میں سے مثالی صورتوں کے ذریعہ اپنا جمال منعکس کرتا ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ درخت جس سے انھوں نے انی ان اللہ ۔ کی آواز سنی تھی شمع بن گئی

جس چیز پر نظر ڈالے حق ہی کو دیکھے اور غیر کو نہ دیکھے ۔ کیونکہ وجود حق کے سوائے موجویت غیر محال ہے پس حق کو حق دیکھے کیونکہ حق کا غیر حق ہونا محال ہے

عالم کا ہر جز وہ خواہ کتنا ہی چھوٹا اور عوام کی نگاہ مین کتنا ہی بے قدر کیوں نہ ہو حق تعالی کے کسی اسم کا مظہر ہے، عالم کا وجود ظلی ہے،

ہم اکثر خواب مین دیکھتے ہیں کہ خواب میں نظر آنے والا ہر واقعہ ہر شخص اور ہر شئے مکمل طور پر حقیقت محسوس ہوتی ہے حالانکہ یہ سب بلا کسی استثنا کے محض خیالات ہوتے ہیں ۔خواب درحقیقت میں کوئی فرق نہیں دونوں ہی دماغ کے تجربات ہیں.

لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ ۔بغیر حکم خدا ایک ذرہ بھی جنبش نہین کرتا. **یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید** ۔کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کردیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے.

فرض کیجیے کہ ہم ایک خواب دیکھتے ہیں اس خواب میں ہمارا ایک تصوراتی جسم ہوگا تصوراتی بازہ تصوراتی آنکھ اور تصوراتی دماغ ہوگا۔اس خواب کے دوران اگر ہم سے پوچھ لیا جائے کہ ہم کہاں دیکھ رہے ہیں تو ہمارا جواب ہوگا کہ میں اپنے دماغ میں دیکھ رہا ہوں ۔اگر ہم سے اس دوران یہ پوچھ لیا جائے کہ ہمارا دماغ کہاں ہے اور یہ کیسا لگتا ہے؟ تو ہم

اپنے خیالی سر کو جو ہمارے تصوراتی بدن پر موجود ہے آپنے تصوراتی ہاتھوں سے تھام کر یہ کہیں گئے کہ ہمارا دماغ ہمارے سر میں گوشت کا ایک لوتھرا ہے جس کا وزن بہ مشکل کچھ گرام سے زیادہ نہ ہوگا۔ جب کہ حقیقتا کوئی ایسا دماغ نہیں جس کی بات کی جاری ہے بلکہ ایک تصواراتی دماغ ہے ۔لیکن یہ سب کچھ دیکھنے والا کوئی تصوراتی دماغ نہیں بلکہ ایک ایسی نوع ہے جواس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے.

چونکہ حقیقی زندگی میں اگر ہم سے یہ سوال کر لیا جائے کہ ہم کہاں دیکھ رہے ہیں تو اس کا یہ جواب دینا کہ اپنے دماغ میں دیکھ رہے ہیں ۔ بالکل بے معنی ہوگا ۔ دونوں صورتوں میں دیکھنے اور ادراک کرنے والا دماغ نہیں بلکہ وہ تو محض گوشت کا ایک ٹکڑا ہے چونکہ دماغ بھی بیرونی دنیا کا ایک حصہ ہے اس لئے کوئی ایسی قوت ہونی چاہئے جو ان تمام شبیوں کا ادراک کرئے۔ یہ قوت ' روح ' ہے

بیرونی دنیا جس کا ہم ادراک کرتے ہیں محض خواب ہے جو روح دیکھتی ہے ۔جس طرح خواب میں نظر آنے والے جسم اور شکل اختیار کر لیتی ہے جو اللہ کی طرف سے ہماری روح کو پیش کئے جاتے ہیں ، اوراس دنیا کی کوئی حقیقت نہیں اس طرح اس کائنات اور ہمارے جسم کی بھی کوئی مادی حقیقت نہین ہے. دوسرے الفاظ مین انسان کائنات میں نہیں بلکہ کائنات انسان میں ہے.

افلاطون کا نام تو سب کو معلوم ہوگا وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے مین گزرا ہے جو بہت بڑا فلسفی ، دانا ،عقلمند اور حکیم تھا وہ اکثر جنگل مین

اکیلا رہتا تھا لوگون سے بہت کم میل جول رکھتا تھا ۔ اُس زمانے کا بادشاہ اُس کا نام سن کر اس سے ملاقات کرنے کی نیت سے اپنے چند ساتھیون کے ساتھ جنگل گیا ملاقات ہونے کے بعد بادشاہ نے افلاطون سے پوچھا تماری جھونپڑی مین کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تم تو بہت عقلمند اور دانا ہو کس طرح گذرا کرتے ہو اور کس طرح رہتے ہو۔ بادشاہ نے افلاطون کو حقارت سے کہا ۔ افلاطون کو یہ بات نہ گوار گزری کے بادشاہ مجھ کو حقیر سمجھتا ہے اور آپنے آپ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھ رہا ہے ، وہ عقلمند تھا ہی اس نے بادشاہ کو سبق سکانا چاہا رخصت ہونے کے وقت افلاطون نے بادشاہ سے گذارش کی فلان وقت پر آپ اور آپ کے مشیروں کی میں دعوت کرنا چاہتا ہوں بادشاہ نے افلاطون کی دعوت قبول کر لی ۔ جب دعوت کا وقت آیا تو بادشاہ اور اس کے ہمراہ وزیروں اور مشیروں وغیرہ کے جنگل کی طرف روانہ ہوا جب قریب پہنچے دور ہی سے سب کو نظر آ رہا تھا عظیم الشان محلات ، زیب و زینت عمارتیں ، چراغا بہترین انتظامات وغیرہ دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گے کہ اتنی جلدی یہاں کس نے بنا دی کسی کو پتا ہی نہ چلا ، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو استقبال کرنے لوگ اچھے لباسوں مین موجود تھے اور ہر ایک کو الگ الگ عمارتون مین ٹھہرا گیا ، کھانے کے وقت پر بہترین قسم کے کھانوں کو پیش کیا گیا ، کھانے کے بعد رات کو سب آرام کرنے اپنے اپنے عمارتون مین چلے گئے ۔ جب صبح اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں ۔ نہ وہاں پر عمارتیں ہین نہ چراغا ، نہ محلات نہ راستہ ہے نہ اوڑھنا اور بچھونا سب کے سب نیچے پڑے ہیں جنگل میں بادشاہ بھی جنگل میں نیچے پڑا ہے یہ سب دیکھ کر حیران

و پریشان ہوئے

افلاطون نے بادشاہ سے فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ دراصل میرے قوت خیال کا شمہ تھا قوت خیال سے میں نے تمارے دماغوں میں یہ سب چیزیں ڈالدی اور عجیب وغریب تماشاہ دکھایا۔ باہر کچھ نہیں بلکہ دماغ میں نظر آتا ہے جو حقیقت میں کچھ نہیں تھا، اور مین تم کو یہ بتانا چاہتا تھا یہ دنیا کی عظمت شہورت بادشاہت کچھ بھی نہیں. یہ دنیا کا عالم اس کی رونق وغیرہ۔ آخرت میں کچھ نہیں محض خیالی صورتین ہیں جس کو ہم اصل سمجھ رہے ہیں۔

اصل شئے یا اصل نوع روح ہے۔ مادہ تو محض اس ادراک پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مشاہدہ روح کرتی ہے. اور روح کا خالق یقیناً لامحدود قوت و طاقت کا مالک ہے بعض لوگ خدا کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں کہ خدا آسمانوں میں کسی جگہ موجود ہے، مادہ تو چند احساسات کا مرکب ہے اور حقیقی وجود تو صرف خدا عزہ جل کا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف خدا باقی اور موجود ہے اور کوئی چیز اللہ کے وجود سے باہر نہیں ہوسکتی۔ لا موجود الا اللہ۔ چنانچہ خدا کو اس مادی دنیا سے الگ اور باہر سمجھنا غلط ہے، جب کہ خدا بے شک ہر جگہ موجود ہے اور ہر شئے کا احاطہ کئے ہوئے ہے. واحد الوجود کے سوا کچھ نہیں، قائم بذات ہے.

اللہ تعالی کل موجودات میں۔ وللہ المشرقی والمغرب فاینما تولو فثمہ وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم۔ اور مشرق اور مغرب سب خدا ہی کا ہے تو جدھر تم رخ کرو ادھر خدا کی ذات ہے بے شک خدا صاحب وسعت اور باخبر ہے. و ھو معکم اینما کنتم. بن کر

یعنی تم جہاں ہو وہیں مین ہوں کو جلوہ ہے ہے۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر چیز میں قدیر بن کر قادر قدرت ہے'۔ وہ ہر چیز میں خود کو دیکھتا ہے' انسان میں جو کچھ ہے وہی سب کچھ کل موجودات میں ہے ہمارے باہر کچھ نہیں ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب کچھ ہمارے اندر کی تصویریں یا عکس ہیں' ہر شئی ہر مخلوق اس کی قدرت کی ایک صورت ہے

اور یاد کرو کہ ہم نے آپ سے فرمادیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔ (الاسرا-۶۰)

آسمانوں اور زمین مین جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالی ہر چیز کو گھیر نے والا ہے۔ (النساء-۱۲۶)

یاد رکھو کہ اللہ تعالی ہے چیز کا احاطہ کئے ہوے ہے۔ (حم السجدہ-۵۴)

وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں اور زمین مین بھی (الانعام-۳)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں چھپے اور ظاہر کا جاننے والا مہربان اور رحم کرنے والا وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ،نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا ،نگھبان، غالب زور آور، اور بڑائی والا پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنھیں یہ اس کا شریک بنائے ہین، وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا صورت بنانے والا، اس کے لئے نہایت اچھے نام ہیں ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین مین ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے

......(الحشر-۲۲-۲۴)

چوں کہ تمام مادی اشیاء تصور ہیں وہ خدا عزہ جل کونہیں دیکھ سکتی لیکن خدا مادے کو دیکھ سکتا ہے اس نے مادے کی تمام اقسام کو تخلیق فرمایا ہے۔ **لا تدرکہ الابصار وھویدرک الابصار** - اوروہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔سورۃ الانعام-۳-۱.۳-۶

ہم اپنی آنکھوں سے خدا کونہین دیکھ سکتے لیکن خدا ہمارے اندر باہر اور حرکات و خیالات سب سے واقف ہے اس وجہ سے خدا کہتا ہے کہ۔ **یملک السمع اولابصار** ۔وہ کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے ......سورۃ یونس-۳۱-۱.

و ھو السمیع البصیر ۔وہی سنتا ہے اور وہی دیکھتا ہے یعنی صرف اللہ ہی سمیع ہے جو ہر کان سے سنتا ہے اور اللہ ہی بصیر ہے جو ہر آنکھ سے دیکھتا ہے انسان کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں.

اللہ تعالی نے اپنے اوصاف (عادل، رحیم، رزاق) آشکارہ کرنے کے لئے بہت سی اشیاء کا انتخاب کیا۔ یہ موجودات جواس کی صفات کی مظہر ہیں۔ان کا اصل لاشیت ہے۔عظیم الشان اللہ نے اپنی ہر صفت کے لئے کچھ اشیاء کا انتخاب عدمیت کی دنیا میں کیا اوران کی تخلیق حواس اور فریب خیال کے دائرے مین کی اور یہ اس نے جب، جہاں اور جس طرح چاہا کیا.

ہمارے سب سے نزدیک ان احساسات میں سے کوئی نہیں ہوتا بلکہ خود خدا ہوتا ہے اس حقیقت پر قرآن فرماتا ہے۔ **و لقد خلقنا**

الانسان و نعلم ما توسوس بھنفسه و نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔......سورۃ-ق-۱۶-۵.۰ ۔ (اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل مین گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں)

جو آدمی یہ سوچتا ہے کہ اس کا بدن صرف مادے سے بنا ہے مادہ کچھ بھی نہیں ہر شیے خیال ہے قریب اور دور اندر باہر کی کوئی حیثیت نہین تو خدا اس کا احاطہ کرلیتا ہے اور خدا اس کے بے حد قریب ہو جاتا ہے

خدا کئے جائے قیام کے بارے مین غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا دور آسمانوں میں بیٹھا ہوا ہے۔بعض لوگ ایسے ہیں جنھون نے قرآن پاک کا یہ بیان سن رکھا ہے کہ خدا ہر جگہ ہے اور اپنے شعور میں خدا کا غلط تصور کی وجہ سے یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ریڈیائی لہروں یا کسی غیر مرئی گیس کی طرح خدا ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے. بعض لوگ خدا کو کائنات کے اندر مانتے ہیں اور اس سے باہر کچھ نہیں مانتے (تشبیہ والے) بعض لوگ سمجھتے ہیں خدا کائنات میں نہیں ہے بلکہ اس سے باہر الگ تھلک ہے، (تنزیہ والے) بعض لوگ خیال کرتے ہیں سب چیز خدا ہے اور بعض لوگ ایک سے زیادہ خدا کو مانتے ہیں،

خدا شناسی کے متعلق چار قول مشہور ہیں۔سالک پر فرض ہے وہ خود شناسی کو سمجھے اہل حق اور بزرگون کا عمل کس قول پر تھا

پہلا قول :۔ یہ کہ خارج میں ذات دو ہیں مگر وجود ایک ہی ہے یعنی خدا کی ذات الگ ہے اور بندہ یا مخلوق کی ذات الگ ہے مگر وجود ایک ہی

ہے جو خدا کا وجود ہے اس خدا کے وجود سے ہی بندہ بھی موجود ہوتا ہے اور موجود کہلاتا ہے بندہ کے لئے وجود مستقل نہیں ہے۔۔۔ان چاروں قولوں میں پہلا قول ہی اہلِ حق کا قول ہے

دوسرا قول:۔

یہ ہے کہ خارج میں ذات بھی دو ہیں اور وجود بھی دو ہیں یعنی خدا کی ذات الگ ہے اور اس کا وجود الگ ہے اور بندہ کی یعنی مخلوق کی ذات بھی الگ ہے اور اس کا وجود بھی الگ ہے

تیسرا قول:۔

یہ ہے کہ خارج مین ذات بھی ایک ہی ہے اور وجود بھی ایک ہی ہے یعنی خدا کی ہی اکیلی ذات ہے اسی کا اکیلا وجود ہے۔ بندہ یا مخلوق جسکو کہتے ہیں وہ صرف وہم وقیاس ہے دراصل نہ تو اسکی کوئی ذات ہے نہ اسکا کوئی وجود

چوتھا قول:۔

یہ ہے خارج میں ذات تو ایک ہی ہے مگر اسکے وجود دو ہیں۔ ایک وجود متصف جمال ہے سو وہ خدا کا وجود کہلاتا ہے دوسرا متصف بعیوب سو وہ بندہ کہلاتا ہے

باقی تینوں قول باطل ہیں ہرگز قابل تسلیم نہیں

جب خدا کہا تو اس میں اس کا علم بھی موجود ہے علم غیر خدا نہیں اور علم میں سب کائنات ہے تو جملہ کائنات غیر علم نہیں پس خدا اور خدا کا علم اور جو علم کے اندر ہے سب خدا ہی خدا ہے۔ خدا کی ذات میں علم اور علم میں سب کائنات اور انسان کی ذات میں انسان کا علم اور اس علم میں خدا موجود ہے

۔ وہ اس پر محیط یہ اس پر حاوی۔ وہ اس کے علم میں یہ اس کے علم میں۔ اب کس کو محاط کہیں، کس کو محیط کس کو خدا سمجھیں کس کو بندہ اس دھیان گیان میں تو دوئی سے چھٹکارا نہیں۔ ایک بندہ ایک خدا۔ خدا کے معنی بندہ اور بندہ کے معنی خدا۔ خدا لامکان ہے کیونکہ کسی مکان میں اس کی گنجائش نہیں۔ اور وہ صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے۔ ذات تو بے پردہ خاموشی کے ساتھ ہر زرہ میں جلوہ گر ہے جب خدا تعالی نے اپنی انانیت کے اظہار کا اِرادہ کیا تو مختلف صورتوں اور اجسام میں اپنی ہی انانیت کا اظہار فرمایا۔ ہر مکان ولا مکان میں میرے سِوا کچھ بھی موجود نہیں ہے ہر شَی سے میری ہی ذات کا ظہور ہے. ذات حق نے چونکہ علیم وحکیم مطلق ہے کھلے بندوں میدان میں آجانا حکمت بالغہ کے خلاف ہے لہذا صفاتی بھیس کا بہروپ پھر کر تجلی صفاتی فرمائی اور مصلحت بھی اس میں دیکھی تاکہ عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ رہے

امام غزالیؒ سے پوچھا گیا کہ توحید کیا ہے۔؟ جواب دیا کہ سب کو ایک کرنا ایک دیکھنا ایک جاننا اور ایک شمار کرنا۔ اگر یہ خیال کرنا کہ میں ہوں اور میری ہستی ہے اور خدائے تعالی کی بھی ہستی ہے گمراہی ہے دو وجود نہیں ہیں بلکہ صرف ایک وجود موجود ہے اور وہ حق تعالی کا وجود ہے۔ خدا کے وجود کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے جب تک تو اپنے آپ کو دیکھتا رہے گا خدا کو نہ دیکھے گا جب خود کو درمیان میں نہ دیکھے گا خدا کو دیکھے گا ایک کے سوا کسی دوسرے کا وجود نہیں یعنی دو نہیں ہیں خوہ سب کو حق کہہ یا سب کو روح کہے خوجہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک خدا کے ساتھ رہا۔ خدا کے

ساتھ ہم کلام رہا اور خدا ہی کی بات سنتا رہا مگر خلق نے گمان کیا کہ ان کے ساتھ بیٹھا ہون ان سے کلام کر رہا ہوں اور ان کی بات سن رہا ہوں

خالق اپنی مخلوق میں جلوہ گر ہے جیسے قلم میں سیاہی اور حروف کے باہمی تعلقات ہیں کہ سیاہی سے ہی حروف نمودار ہوتے ہیں پس سیاہی مثل خالق ہے اور حروف مثل مخلوق ہے یعنی سیاہی سے حروف بنتے ہیں گویا حروف میں سیاہی جلوہ گر ہے اس طرح مخلوق میں ہی خالق جلوہ گر ہے جیسے پانی اصل ہے جس سے برف کی خلقت بنی۔ پس برف مخلوق جس کا خالق پانی ہے

تو مثل سیاہی حرف ہوں میں تو آب بقا اور برف ہوں میں

گر حرف مٹے اور برف گلے تو اور نہیں میں اور نہیں

جیسے سونا اصل ہے اور زیورات (ہار، انگوٹی، چین، بنگڑیاں وغیرہ) مظہر طلا ہیں۔ کاش زیورات اپنے ناموں کی خودی سے خود کو سونے کو غیر سمجھ لیں اور سونے کو زیورات کا غیر سمجھ لیں یہ اس کی کم فہمی ہوگئی

نہ ہوتی گر خودی مجھ میں تو جو تو تھا وہی میں تھا

یہ پردہ کس لئے ڈالا ہے یارب درمیاں تو نے

حرف نے سیاہی کو تلاش کیا کہ میرا خالق کہاں ہے۔ برف نے پانی کو تلاش کیا کہ میرا خالق کہاں ہے

اور انسان نے اللہ کو تلاش کیا کہ میرا خلاق کہاں ہے

جواب مین اللہ تعالی نے فرمایا۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ کہ اللہ تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے مگر چھپیں ہوئی ہے اسے ڈھدندنا ہے، بالکل بچوں کے کھیل کی طرح ہمیں اپنے اپنے طریقے

سے ڈھونڈنا ہے

وھو معکم اینما کنتم۔ جدھر تمھارا چہرہ ادھر ہمارا چہرہ ہے۔
ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ ہم ہی تجھ پر قادر اور محیط ہیں

اس جواب سے زیور کو سونا کا حروف کو سیاہی کا، برف کو پانی کا اور انسان کو اللہ کا پتہ مل گیا

جب بندہ کی کوئی چیز باقی نہ رہی یعنی جب بندہ ہی درمیان سے ہٹ گیا تو قول۔ لن ترانی۔ صادق آیا اور اللہ نے اللہ کو دیکھا کیونکہ حادث کے لئے ناممکن ہے۔ کہ قدیم کے ظاہر ہونے کے وقت ثابت رہ سکے

ما رائی اللہ غیر اللہ (اللہ کے سوا اللہ کو کوئی نہیں دیکھتا) مٹ جانے والی دنیا میں باقی رہنے والے کا جمال کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں کیسے اور کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ سچ ہے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اپنے آپ کو آپ ہی دیکھتا ہے۔ اس کو اس کے سوائے کسی اور نے نہ دیکھا اس نے اپنے آپ کو آپ ہی دیکھا۔ وہ اپنے آپ سے آپ ہی عشق کرتا ہے کسی کے ساتھ مشغول ہی نہیں ہوتا۔ اپنے آپ میں آپ ہی ہے۔ اپنے آپ سے آپ ہی مشغول ہے۔ جو ہونا چاہتا ہے۔ ہوتا ہے۔ جو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ واللہ علی کل شئیء قدیر (اور اللہ سب چیزوں پر قادر ہے)
عشق کے بارے میں کہا گیا ہے

بار امانت عشق ازل کا راز یعنی عشق ایک آگ ہے یہ بار امانت۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (سورہ۔ق) بیشک ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں...... کا راز ہے۔ یہ راز کیا ہے؟ اسم اللہ ذات ہے جو

تیری سانسوں میں موت وحیات کا، نفی واثبات کا پیغام دے رہا ہے ھوالحی القیوم ہے

حضرت آدم میں عشق وجلال اور حوا میں حسن وجلال رکھا اور دونوں اجسام خاکی ہیں تاکہ اپنی قدرت کاملہ لا اظہار کیا جائے بس اس جلال و جمال کے اظہار کے لئے آہینہ بنایا اور خود اپنی صورت زیبا کا مشاہدہ کیا، گویا وہ خود عشق خود عاشق خود معشوق ہے ۔ نظر ناظر منظور وہ خود ہے ۔شہادت شاہد مشہود خود ہے ۔ طلب طالب مطلوب وہ خود ہے ۔ ذکر ذاکر مذکور وہ خود ہے ۔ اول آخر ظاہر باطن وہ خود ہے تو میں کہاں ہوں؟

اے طالب اپنی ۔ مین ۔ کی اپنی ۔ انا ۔ کی کھال اتار پھینک دے جسے نفس کہتے ہیں اور پھر دیکھ وہی ایک ذات حق ہے یہاں نہ ''میں ہوں نہ تو ہے'' سب کچھ وہی ایک ذات ہے اور اس راز کو سمجھنے کے بعد ً لا الہ الا اللہؔ کا تقاضہ مکمل طور پر نفی واثبات کے ساتھ پورا ہو جاتا ہے

وہ خود عشق خود عاشق خود معشوق ہے! ماسوی اللہ ہر چیز کو دنیا کہتے ہیں

خدا اپنے آپ سے آپ عشق کرتا ہے
عورت و مرد میں بہانہ ہو گیا
عشق ایک بہروپیا دلال ہے
جو حقیقت کو مجاز کا رنگ دے دیتا ہے
اس کے دیکھنے کا انتظار مجھ کو اس لے نہیں ہے کہ
ہمیشہ اس کی صورت میری آنکھوں کے سامنے ہے

....

وقت کی حقیقت :۔

ہر وہ شئی جو بہ ظاہر نظر آتی ہے حقیقتا اس کا کوئی وجود نہیں یہ محض تصورات ہیں اور کسی فرد کی تمام زندگی کے وجود لا مکانیت (spacelessness) میں گرتی ہے ۔ مادی دنیا کا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے یہ کائنات جس میں ہم رہتے ہیں روشنی اور سایوں سے بنے عکسوں (images) کا مجموعہ ہے

وقت کا تصو:۔ ہم جس چیز کو ۔ وقت ۔ سمجھتے ہین دراصل یہ وہ ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ ہم لمحے کا موازنہ دوسرے لمحے سے کرتے ہیں اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعہ واضح کر سکتے ہیں مثال کے طور پر جب ایک شخص کسی چیز کو تھپتھپتا ہے تو اسے اس چیز سے ایک آواز سنائی دیتی ہے ۔ جب وہ اس چیز کو پانچ منٹ بعد تھپتھپتا ہے تو اسے ایک اور آواز سنائی دیتی ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ پہلی آواز اور دوسرے آواز کے درمیان ایک ۔ وقفہ ۔ ہیا ور اس وقفے کو وہ ۔ وقت ۔ کا نام دیتا ہے ۔ جب وہ دوسری آواز سنتا ہے تو اس لمحے پہلی آواز محض اس کے ذہن میں قائم ایک تصور یا خیالی ہوتی ہے ۔ گویا یہ اس یادداشت میں موجود معلومات کا ایک ذرہ ہے

۔آدمی وقت کے تصور کو اس لمحے سے موازنہ کر کے جانچتا یا ناپتا ہے کہ جو لمحہ اس کی یادداشت میں موجود ہے۔ اگر دماغ میں یہ موازنہ موجود نہ ہو تو وقت کا کوئی تصور بھی موجود نہ ہو۔

جن دماغ مین جمع مختلف عکسوں کے درمیان موازنہ قائم کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں وقت وجود میں آتا ہے۔ اگر آدمی کی یادداشت نہ ہو تو اس کا دماغ اس قسم کے خیالات تشکیل نہیں دے گا۔ لہذا اس کے دماغ میں وقت کا کوئی تصور بھی نہیں ہوگا۔ ایک تیس سالہ شخص خود کو تیس سالہ فرد اس لئے سمجھتا ہے کہ اس کے دماغ میں فرشتہ تیس برس کے واقعات و حالات کی معلومات کا خاکہ ہوتا ہے. اگر اس کی یادداشت نہ ہو تو وہ ماضی کے کسی ایسے دور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا اس کو صرف واحد لمحے کا احساس ہوگا اور وہ ہے۔ حال۔ جس میں کہ وہ اس وقت زندگی بسر کر رہا ہے یہ ایک بہت اہم نکتہ ہے۔ حقیقی زندگی میں ہمیں کبھی یہ پتا نہیں چلتا کہ وقت کیسے آگے برھتا ہے یا بڑھتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وقت کوئی مطلق حقیقت نہیں بلکہ تصور یا سوچ کی ایک شکل ہے

اللہ تعالی نے جس نے وقت تخلیق کیا خود وقت کی قید سے آزاد ہے دوسری جانب انسان جو خدائی احکام کا پابند ہے وقت مین مقید ہے

سورۃ بنی اسرائیل _ 17/53 ...... میں ارشاد ہے :۔ جس دن (روز قیامت) وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے۔۔ اور خیال کرو گئے کہ تم (دنیا میں) بہت کم مدت رہے

سورۃ یونس- 10/45 ...... اور جس دن خدا ان کو جمع کرئے گا (تو

وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ) گویا وہاں گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو شناخت بھی کریں گے

روح کی حقیقت

قل الروح من امر ربی

اے حبیب آپ فرما دیجے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے

انسان کو اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور وہ دنیا کمانے میں الجھ گیا دنیا میں اونچا مقام حاصل کرنا اس کا مقصد بن گیا تعلیم یافتہ ہو گیا مگر اس قابل نہیں بن سکا کہ اپنی روح کو دیکھ سکے وہ جانتا ہے کہ میرے جسم میں ایک روح ہے لیکن اس روح کو کبھی نہین دیکھا • کیونکہ انسان نے کبھی اپنی روح کے متعلق سوچا ہی نہیں کبھی خواہش اور تمنا ہی نہیں کی کہ اپنی روح کو دیکھ سکوں۔ نہ ہی اس مقصد کے لئے ارادہ یا کوشش کی بس ذہنوں میں ایک بات بیٹھ چکی ہے کہ ہم روحوں کو دیکھ نہین سکتے کیوں نہیں دیکھ سکتے.

اللہ تعالی نے دنیا میں بے شمار مخلوق پیدا فرمائی جن کو چار قسمون پر منقسم کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم مخلوق لطیف ہے جیسے فرشتے، روح، ہوا، جن وغیرہ دوسری قسم حیوانات جیسے انسان، گھوڑا، بیل، بکرا وغیرہ۔ تیسری قسم نباتات جیسے درخت، بیل بوٹے، پودے چوتھی قسم جمادات جیسے اینٹ، پتھر، آسمان، زمین، چاند، سورج وغیرہ لیکن اس تمام مخلوق کے طریقہ پیدائش فطرتا مختلف ہیں۔ چنانچہ فرشتے، ہوا، روح اور تمام جمادات بلا

واسطہ بغیر وسیلہ بیک دم مکمل پیدا کئے گئے اس کو امر کن کی مخلوق کہا جاتا ہے اس کی پیدائش میں کسی دوسرے کی مدد وغیرہ کا دخل نہیں بخلاف دیگر مخلوق کی پیدائش میں ظاہری طور پر بے شمار وسائل حائل ہیں۔ جن کی بنا پر ان کو خلقت کسبی بھی کہا جاتا ہے عالم حیوانات میں ہر جاندار جوڑا جوڑا پیدا کیا گیا

شیطان، جن و فرشتوں کی حقیقت:۔

فرشتہ نوری مخلوق ہے لیکن اسے نفس نہیں دیا گیا خواہشات نہیں دی گئیں ضرورتیں نہیں دی گئیں، اس کی خواہش اس کا آرام ہی اطاعت الہیٰ اور ذکر الہیٰ میں ہے اس کی غذا اس کا کھانا پینا ذکر الہیٰ ہے جو اس کا کام اللہ کی اطاعت کرنا ہے وہ سراپا اطاعت ہے، فرشتہ سراپا نیکی ہے اسے آزمائش میں ڈالا ہی نہ گیا۔

شیطان بھی یہیں سے الگ ہوا۔ شیطان علمائے حق کے مطابق تو جنوں ہی میں سے ہے اور تخلیق اعتبار سے ایک جن ہی ہے، جنات میں سے ہوتے ہوئے اتنی عبادت کی اُتنی محنت کی کہ فرشتوں مین اسے شمار کیا گیا اور اسے آسمانوں پر رہنے کی اجازت دی گئی۔ جنات انسانوں سے پہلے تخلیق ہوئے ۔والجان خلقنه من قبل من نار السموم. انسان سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے یا آگ کی گرم ہوا جو نظر نہیں آتی۔ آگ نظر نہ آنے والی چیز ہے۔ آگ میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ جلنے والے کثیف عناصر ہوتے ہیں جو نظر آتے ہیں تو جنوں کی تخلیق اس سے کی گئی۔

فرشتوں کی تخلیق کے ساتھ نفخ روح کی بات نہیں ہے جنوں کی تخلیق کے ساتھ نفخ روح کی بات بھی نہیں ہے۔ زندگی فرشتوں میں بھی ہے حیات

جنوں میں بھی ہے۔ مکلّف (مراد وہ مخلوق ہوتی ہے جسے حکم کا پابند بنایا گیا) جنوں کو بھی بنایا گیا ہے. اعمال کی شرسش ان سے بھی ہوگی۔ اس لئے کہ جنوں کے ساتھ ضروریات زندگی اور خواہشات ہیں۔ جنوں کو آزمائش میں ڈالا گیا۔ جنات کے لئے گناہ پر عذاب کی وعید ہے نیکی پر جنت کی بشارت نہیں جنت کا وعدہ نہیں ہے صرف اتنا کہہ دیا گیا ہے تم عذاب سے بچ جاؤ گئے۔ لیکن ان کو نبوت و رسالت نہیں دی گئی.

حیات انسانی کو قائم رکھنے والی روح تین اجزاء سے مرکب ہے۔ ان میں سے ہر جزو پر روح کا لفظ بولا جاتا ہے یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حیات انسانی کے قیام میں تین مختلف اقسام کی روحیں ممد و دومعاون ہوتی ہیں

روح حیوانی یا روح طبعی

روح انسانی یا روح ملکوتی

روح القدس یا روح الارواح یا سرالہی

انسان کی تخلیق سڑے ہوئے خشک گارے سے ہوئی پھر اس میں ۔فاذا سویته و نفخت فیه من روحی ۔ میں اپنی روح پھونک دوں۔ فقعوا له سجدین ۔ تو تم سارے کے سارے اس کے سامنے سربسجود ہو جانا۔۔ نفخ روح صرف انسان کو نصیب ہوئی

نفخ روح کیا ہے؟

علماء کے مطابق روح کے حقیقت صرف اتنی ہے کہ مختلف اجزائے بدن کو جب قدرت ایک خاص نسبت سے ملاتی ہے تو ان کے ملنے سے ایک حدت جسے آج کل کی زبان میں۔ انرجی کہتے ہیں یونان یا طب

کے ماہرین اسے بخارات کا نام دیتے ہیں۔ اس انرجی یا طاقت یا کیفیت کو روح حیونی کہتے ہیں وہ چیز جو ان اجزا کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جو انسان کے خون کے ایک ایک ذرے کے ساتھ ایک ایک نس نس میں پہنچتی ہے اور بدن کو شعور اور حرکت عطا کرتی ہے آنکھ دیکھنے لگ جاتی ہے، کان سننے لگ جاتا ہے دماغ سوچنے لگ جاتا ہے، دل دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔ ہر ذرہ ہر عضو بدن اپنا اپنا کام شروع کر دیتا ہے اسے روح حیونی یا سفلی کہتے ہیں جو حیات کا سبب ہے لیکن اس مین تمیز نہیں ہے

یہ روح حیونی ہر ذی روح میں موجود ہے، وہ بندر ہے ریچھ ہے یہ فرق نہیں ہے کہ وہ حیوان ہے یا انسان وہ درندہ یا چرندہ ہے ہر شئے جسے اس طرح کی زندگی نصیب ہے خواہ وہ مچھر ہے یا مکھی اس میں زندگی کی یہ کیفیت موجود ہے تو اس کو روح حیونی یا سفلی کہتے ہیں

انسان کی فضیلت کا حقیقی سبب :۔

قل الروح من امر ربی : ۔اے حبیب آپ فرما دیجے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یہ امر کیا ہے مشرکین نے سن کر دوبارہ یہ نہین پوچھا کہ یہ امر کیا ہے۔ جہاں مخلوق کی حد ختم ہو جاتی ہے وہاں سے عالم امر کی ابتدا ہوتی ہے یہ کہ جب کچھ نہ تھا تو کنت کنزاً نخفیا فا حببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی تھا ایک خزانہ۔ کنت کیا ہے خزانہ ہے جب گنج مخفی سے ظاہر ہونا چاہا تو کنت سے ۔ت۔ الگ کر کر۔ کن ۔فرمایا یعنی ۔ ہو جا۔ بس یہی امر ہے یعنی (لغوی معنی) حکم ہے (باطنی معنی نور ہے) تو معلوم ہوا کہ روح میرے رب کا امر یا حکم ہے۔ حکم کن ہے

تو روح کن ہوئی ۔ اور فیکون یعنی ہو گئی روح کے علاوہ عناصر کا جسم ہے ۔ رب ۔ صفت الہی ہے صفت ۔ تجلی کا نام ہے

جسمانی وجود کی ہی شکل میں روحانی وجود بھی اس طرح موجود ہے جیسے آئینہ مین عکس ، ہر ایک شئی کا خیال اس آئینہ میں منعکس ہو کر صورت اخیار کر لتا ہے

جس کو نور کہتے ہیں نور ایک غیر مخلوق باطنی برقی طاقت ہے جو ذات سے نمودار ہوتی ہے وہ در حقیقت ۔ ہوا ہے جس کو عربی میں ریح کہتے ہیں ۔ روح بھی بولتے ہیں چنانچہ ۔ الارواح مــرکــب مــن ریــح (ارواح یعنی جانیں ترکیب دی گئیں ۔ بنائی گئی ہیں ہوا سے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ دم قدم سے مل گیا ایک ہو گیا جیسے پھول میں خوشبو دودھ میں مکھن ۔

بلا تمثیل یہ سمجھ لو کہ اللہ کے ساتھ بندہ ۔ بندہ کے ساتھ اللہ ۔ ایسا ہی ہے جیسے دودھ مکھن ۔ یہ سب کچھ دودھ مکھن ہی تو ہے ۔ تم دیکھتے نہیں ۔ دم ہی کو روح کہتے ہیں ۔ نور بولتے ہیں ۔ اللہ تعالی سبحانہ اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین کا نور ہوں فرمایا ہے ۔ نور اور روح ہی کے ذرہ کو عبارت و اشارت میں لایا گیا ہے ۔ ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ حقیقتا کوئی نام و نشان ، کنارہ گنتی نہیں رکھتا ۔ وہ ایسی ذات ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ختم ہی نہیں ہوتی ۔ ذات کا نور ہمیشہ اپنی تجلی میں آپ ہے (ہر ناکس ، دنیا دار کے سامنے راز کو افشاء نہیں کرنا چاہیے)

جب تم نے یہ سنا اور سمجھ گئے کہ یہی دم قدم ہے یعنی دہ ہی ہے جو قدم سے ملا ہوا ہے اب ہوش کے ساتھ سنو اور سمجھو کہ روح ۔ ریح ۔ خدا ۔

رسول ۔نام دیتے ہیں ۔ظلمت ونور(اندھیرا۔اجالا) جانتے ہیں
مقام اعلی میں ہونے سے جان کو روح کہتے ہیں ۔اس کا تعلق حق سے ہے ۔یہی احد ہے ۔یعنی اس مقام میں فرشتے ۔عرش ۔کرسی ۔لوح وقلم ۔۔ آسمان ۔آفتاب ۔چاند ۔ستارے اور جو کچھ کہ لوازمہ نورحق ہیں وہ سب اس مقام میں ہیں ۔ یہ عشق کے میوے اس درخت کا کمال بلکہ عشق کا وصف ہے بلکہ وہ ہی ہے جو اس طرح سے ظہور کیا ظاہر ہوا ہے ۔ ہر مقام میں اس کا نام کچھ اور ہی ہے
دراصل یہ کسی مادے سے کسی جوہر سے کسی عنصر سے کسی ذرے سے نہیں بنائی گی ،اس لئے یہ کمال ہوتا ہے کہ اس کے زندگی کی کوئی حد نہیں اس کی اصل محدود نہیں ہے لامحدود ہے ۔ جو اللہ کی امر سے ہے ۔ جہاں دائرہ تخلیق ختم ہو جاتی ہے جہاں مخلوق کی حد ختم ہو جاتی ہے وہاں سے عالم امر کی ابتدا ہوتی ہے ۔ یہ وہی روح ہے جو قلب سے حیات کو شروع کرتی ہے جس کا سب سے پہلا ورود ہی قلب میں ہوتا ہے پھر پانچ مقامات پر نظر آتی ہے ۔قلب ۔روح ۔سری ۔خفی ۔اخفیٰ ۔ انسان حقیقتا دس چیزوں کا مرکب ہے اس عالم آب وگل سے ۔آگ ۔ پانی ۔ ہوا ۔مٹی اور پانچواں نفس یا روح حیوانی (جو ان چار عناصر کے ملنے سے بنتا ہے جسے انرجی کہتے ہیں)اور پانچ وہ لطائف جو عالم امر سے متعلق ہیں جو اس روح (جو امر ربی سے ہے) کے ورود سے روشن ہوتے ہیں اور اس کے رہنے کا ٹھکانا بنتے ہیں یعنے قلب ،روح ،سری ،خفی ،اخفا ۔ یہ دس چیزیں مل کر انسان بنتا ہے یہ استعداد ہر انسان لئے کر آتا ہے

حقیقتا ایک ہی روح ہے جو ایک ہی سرچشمہ سے نکلی اور مختلف مراتب اور مختلف مدارج میں سے گزرتی ہوئی حیات کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہوئی مختلف عالموں پر محیط ہوگئی
ارواح کی عادت ہے کہ جس چیز کی جانب متوجہ ہوتی ہین اس مین حلول کرتی ہین مگر اس طور پر کہ اپنے مرکز اصلی سے جدا نہیں ہوتیں
ارواح جب کسی صورت مین متشکل ہوتی ہیں تو وہ اُس صورت سے بالذات جدا نہیں ہوسکتیں اور اپنی بساط اصلی کی طرف نہیں لوٹ سکتیں لیکن اس کی طاقت رکھتی ہیں کہ اپنی اصلی صورت کو چھوڑے بغیر حس صورت کے ساتھ چاہیں متشکل ہوسکیں
روح کے اعضاء نہیں ہوتے صرف جسم کے اعضاء ہوتے ہیں عالم ارواح میں کسی روح سے کوئی کام نہیں لیا گیا اور نہ ہی بغیر جسم کوئی روح کچھ اُٹھا سکتی ہے اور نہ کوئی عمل کر سکتی ہے اور نہ کسی روح کو کوئی دینی و دنیا ہی عہدہ دیا گیا نہ فقط روح کا کوئی نام ہے نہ فقط جسم کا ،روح اپنے قیام اور بقا کے لئے بدن کی محتاج نہیں لیکن اس اعتبار سے کہ بدن اُس کی صورت ہے اور عالم شہادت میں اس کے کمالات کا اظہار قوائے بدنی ہی پر موقوف ہے ۔روح یہ لطیفہ بدن کا رب اور حیات حسی کا مصدر اور قوائے نفسانی پر فیضان حیات کا منبع ہے ۔ جس جہت سے حق تعالی اشیاء کا غیر ہے روح بدن کی غیر ہے روح بدن کی رب ہے اور اُس کو بدن سے وہ تعلق ہے جو رب کو مرکوب سے ہوتا ہے
اگر روح کا تعلق قلب سے عالم امر سے ہی کلی طور پر منفی ہو جائے تو وہ

وجود جہنم میں جائے گا۔اس لئے حدیث میں ہے جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔روح کا عالم امر سے ادنی تعلق بھی ہمیشہ کے عذاب سے نجات دیتا ہے۔کیونکہ انسانی نفس یا انسانی وجود تو جہنم میں جا سکتا ہے لیکن وہ تجلی جو عالم امر سے ہے اس کا جہنم جانا نہیں بنتا اور جو لوگ جہنم جائیں گے ان میں عالم امر کا وہ عنصر نہیں ہوگا جس سے روح کی تخلیق کی گئی ہے اس لئے دوزخیوں کی شکل انسانی نہیں ہوگی، چہرہ انسانی نہیں ہوگا۔انسانوں کی طرح بات نہیں کرسکیں گئے ۔ جانوروں اور درندوں جیسا چیخنا، چلانا ہوگا اور شکل ایسی ہوگی جیسے جانور جیسے درندے جیسے حیوان کی خصوصیت اپنی زندگی میں اپنائے گا۔مثلا خنزیر ریچھ بندر بھیڑیا اژدھا اس شکل میں وہ جہنم میں داخل ہوگا کیونکہ اس میں عالم امر کی وہ تجلی نہیں ہوگی۔اگر اس روح کا کوئی عنصر یعنی عالم امر سے متعلق کوئی بھی تعلق کسی کے وجود میں ہو تو اس کے جہنم سے بچ جانے کی ضمانت ہے۔

حضرت العلامہ احمد بن مبارک سلجماسی سے روح کے اقسام،قوت، ذوق روح وغیرہ پر خزینہ معارف میں تحریر فرمایا ہے

تمیز:۔ یہ روح میں ایک قسم کا نور ہوتا ہے جس کی مدد سے روح اشیاء کی حقیقت کو کامل طور پر پہچان لیتی ہے۔لیکن اس کی پہچان کے لئے روح کسی تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ محض دیکھ کر یا سن کر ہی پہچان لیتی ہے کہ یہ کیا ہے۔اس کے حالات کیا ہین، اس کا مبدا اور منتہیٰ کیا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا اور اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے

پھر اپنی اطلاع کے مطابق روحیں اس پرکھنے میں مختلف ہوتی ہیں،

چنانچہ بعض ارواح کی اطلاع قوی ہوتی ہے اور بعض کی ضعیف۔ آنحضرت ﷺ کی روح کی اطلاع قوی ترین ہے

قوت سریان:۔ یہ اس طرح کہ حق تعالی نے روح کو طاقت دی ہے کہ وہ اجرام کو پھاڑ کر ان میں داخل ہو جائے چنانچہ یہ پہاڑوں، پتھروں، چٹانوں اور دیواروں کو پھاڑ کر ان میں گھس جاتی ہے اور ان کے اندر جہاں چاہتی ہے چلتی پھرتی ہے، اور روح کسی ذات مین سکونت پذیر ہو جائے اور اس سے محبت کرنے لگے اور اسے اپنا ساتھی بنالے تو روح اس قوت سے ذات کی مدد کرتی ہے اور ذات وہی کام کرنے لگ جاتی ہے جو روح کرتی ہے

یحییٰ علیہ السلام کا قصہ:۔ آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا تو آپ ان سے بھاگ کر ایک درخت کے اندر گھس گئے کیونکہ آپ کی روح نے بدن کو باہمی محبت کے سبب اجرام میں سرایت کرنے کی طاقت دی تھی اس واسطے آپ کا جسم جرم درخت کو پھاڑ کر اس کے اندر گھس گیا

اولیاء اللہ میں بھی یہ قوت پائی جاتی ہے:۔اولیاء اللہ کے واقعات کہ وہ کسی جگہ بغیر دروازہ کھولے داخل ہو گئے اور مکان کے اندر پائے گئے۔اولیاء اللہ کے واقعات کہ ایک قدم اٹھایا اور ایک پاوں مشرق میں رکھا اور دوسرا مغرب میں، کیونکہ جسم تو ایک لحظہ میں اس ہوا کو پھاڑ کر نکل جانے کی طاقت نہیں رکھتا جو مشرق ومغرب کے درمیان ہے اس لئے کہ ہوا اس کے جوڑون کو توڑ ڈالے گی اور اس کے اعضاء کو ریزہ ریزہ کر دے گی اور اس کے خون اور رطوبتوں کو خشک کر دے گی، لیکن روح نے قوت

سریان سے جسم کی مدد کر کے اس اس فعل کے کرنے کے قابل بنا دیا.

مولمات اجرام کا عدم احساس:۔ اجسام کو دکھ دینے والی اشیاء کا احساس نہ کرنا مثلاً بھوک، پیاس، گرمی، سردی وغیرہ کیونکہ روح تو ان میں سے کسی چیز کو محسوس نہیں کرتی چنانچہ اس کے نزدیک بھوک، پیاس، گرمی، سردی کوئی چیز نہیں۔ اس طرح جب روح کسی تیز چیز مین نفوذ کرتی ہے تو اسے کوئی تکلیف نہین پہنچتی۔ اس طرح جب گندگی کی جگہ سے گزرتی ہے تو اسے اس سے کوئی تکلیف نہیں محسوس ہوتی، برخلاف فرشتوں کے کہ اس آخری امر میں (یعنی تعفن سے) انہیں تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ ان کا میلان خوشبو کی طرف ہوتا ہے اور بدبو سے انہیں نفرت ہوتی ہے اگر روح میں عدم احساس کی قوت نہ پائی جاتی تو جس جسم میں یہ موجود ہوتی ہے اس میں ایک لمحہ بھی قرار نہ پاسکتی۔ واللہ اعلم.

ذوق روح اور ذوق جسم مین فرق:۔ 1 ذوق روح نورانی ہوتا ہے اس لئے اس کا تعلق بھی نور ہی سے ہوتا ہے برخلاف جسمانی ذوق کے کہ اس کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے، لہذا جب شہد کا جسم ہماری زبان سے لگتا ہے تو جسم شہد کی مٹھاس کا ذوق محسوس کرتا ہے، لیکن روح شہد کی مٹھاس کو شہد کے جسم سے محسوس نہین کرتی بلکہ اُس نور عقل سے محسوس کرتی ہے جس کی وجہ سے اس مٹھاس کی حقیقت قائم ہے یہی حال دوسری ذائقہ دار اشیاء کے ذوق کا ہے

2۔ ذوق روح مین اتصال ضروری ہے جیسے کہ لوگوں میں عام عادت ہے اور روح کی عام عادت یہ ہے کہ اس کے ذوق مین اتصال شرط

نہیں۔ ۔3۔ روح میں یہ فرق کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ ذوق تمام ظاہری اور باطنی جواہر میں سرایت کئے ہوے ہے۔ برخلاف جسم کے ذوق کے کیونکہ وہ عادتاً صرف زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔

4۔۔ ذوق روح تمام حواس میں پایا جاتا ہے اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہ ذوق تمام حواس سے پیدا ہوتا ہے لہذا جب روح کوئی چکھنے کی چیز دیکھے گی، مثلاً۔ شہد تو روح کو اس نور عقل سے جو مٹھاس میں پایا جاتا ہے مٹھاس کا ذائقہ حاصل ہو جائے گا۔ یہی حال ہر ذائقہ دار چیز اور تمام انوار علویہ کے دیکھنے سے ہوگا۔ اس طرح الفاظ کے سننے سے بھی اسے ذوق حاصل ہوگا۔ چنانچہ جب روح شہد کا لفظ سنے گی تو اس نور کا ذوق حاصل کر لے گی جو شہد میں ہے اور اسے مٹھاس کا ذائقہ حاصل ہو جائے گا اس طرح جب یہ جنت رضوان یا رحمت کا لفظ سننے گی تو یہ ذوق اسے حاصل ہوگا لیکن جب روح قرآن مجید کو سنے گی تو سب سے پہلے اسے کلام الہٰی کے نور کا ذوق حاصل ہوگا پھر اس کے بعد اسے اور مزے آئیں گئے جن کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی •

الغرض روح اپنے تمام جسم اور جواہر سے مزرہ لیتی ہے جو اسے تمام حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم •

روح محمدی ﷺ ودیگر اروح میں فرق:۔ اروح اگرچہ مذکور بالا طریقہ پر ذوق میں مساوی ہیں لیکن وہ قوت اور ضعف کے اعتبار سے متفاوت ہیں، سب سے قوی وہ روح ہے جس کا ذوق عرش، فرش اور دیگر عوالم کو چیر کر نکل جائے اور یہ طاقت آنحضرت ﷺ کی روح کو ہی ہے،

کیونکہ آپ کی روح سلطان الارواح ہے اور یہ روح آپ ﷺ کے جسم مبارک میں رضا، محبت اور قبول کی طرح ساکن ہو چکی ہے اور دونوں کے درمیان سے حجاب بھی اٹھ چکا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کی روح مقدس کا ذوق آپ کے کمال کے جس سے بڑھکر کوئی کمال نہین ہوسکتا۔

طہارت:۔ طہارت سے مراد روح کی صفائی ہے جس پر یہ پیدا کی گئی ہے اور اس کی دو قسمیں ہین ۔حسی اور معنوی ۔حسی طہارت تو اس لئے ہے کہ روح ایک نور ہے اور نور انتہائی درجے کا صاف اور پاک ہوتا ہے۔ اب رہی معنوی تو اس سے مراد معرفت باطنی اور معرفت ظاہری کا امتزاج ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ تمام مخلوقات خواہ وہ زبان دار ہو یا بے زبان، ذی حیات ہو یا جامد، اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور کوئی ایسی مخلوق نہیں جس کے تمامی جواہر میں یہ معرفت باطینہ نہ پائی جاتی ہو۔ جیسے خوف تام کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے پھر جس پر اللہ کی عنایت ہو جائے تو اس کے لے باطن بھی ظاہر کے تمام اجزا عارف بن جاتے ہیں یہی معرفت کا اعلی درجہ ہے جو حق تعالی نے تمام ارواح کو بخشا ہے اور وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے ظاہر میں اپنے رب کو جانتی نہیں، لیکن باوجود اس کے کہ یہ صفائی میں برابر ہوتی ہیں اپنی بڑائی اور چھٹائی کے تفاوت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں کیونکہ بعض اروح کا حجم چھوٹا ہوتا ہے بعض کا بڑا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کا حجم بڑا ہوگا اس کے جواہر بھی زیادہ ہوں گے اسی وجہ سے اسے معرفت الٰہی بھی زیادہ ہوگی.

روح اُمر رب ہے جو انسان کے جسم میں خدا تعالی کی مرضی سے

مقید ہے. اولیاء اللہ اور بزرگوان دین نے ایک واحد روح کے صفتیں اور مقامات کی بنا پر پانچ قسم کی روحیں کا ذکر کیا ہے

روح جاری- واجب الوجود -ناک سے پھیپھڑوں تک
روح سفلی- ممکن الوجود-پسینہ نکلنے والے سوراخ سے پوست تک
روح ملکی- ممتنع الوجود-کان سے جگر تک
روح قدسی- عارف الوجود-آنکھوں سے دماغ تک
روح علوی- واحد الوجود-تالو سے مقام (دماغ) هو تک

کنُ ۔ اَلسُتُ بِرَبِکُم ُ.. قالو بلیٰ

تجھ سے میں روز ازل وعدہ جوکر کے آیا
آ ج وہ قالو بلیٰ وعدہ نبھا یا میں نے

تصوف وہ علم ہے جو آپ کو آپ کے ماضی (پیدائش سے پہلے) اور مستقبل (یعنی مرنے کے بعد) سے جوڑتا ہے تصوف آپ کو آپ کی حقیقت بتا تا ہے لہذا آپ کا اپنی روح کو جاننے کا علم تصوف کہلاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

اللہ تعالی نے جب عمل درآمد کرنا چاہا اللہ کے علم میں یہ بات آئی کہ میرے علم کے مطابق کائنات میں بے شمار مخلوقات وجود میں آکر اپنا مظاہرہ کریں تو اللہ تعالی نے ۔کنُ ۔کہا۔یعنی ہو جا کہا۔ اللہ کے علم میں جو کچھ موجود تھا وہ شکل وصورت کے ساتھ ازل سے ابد تک جو کچھ جس جس ترتیب کے ساتھ واقع مین آنا تھا واقع میں آ گیا۔یعنی اللہ تعالی کے ذہن میں یا علم

میں کائنات سے متعلق جو دستور یا ترتیب تھی اس کے مطابق اجزائے ترکیبی میں ماضی، حال، مستقبل جس طرح موجود تھے اور موجود ہے۔ کُن ۔ کہتے ہی وجود میں آ گئے۔ آدمی کی روح بھی وجود میں آ گئی۔ کُن کہنے کے بعد کس زمانے میں بھی لاکھوں سال پہلے یا لاکھوں سال بعد جو چیز بھی مظاہرے میں آئے گی وہ اس کنُ کا مظہر ہو گی۔ جو کنُ کے بعد وجود میں آ چکا ہے۔ یعنی کائنات میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہو سکتی جو پہلے سے اپنا وجود نہ رکھتی ہو۔ جو کچھ ہو چکا ہے جو کچھ موجود ہے یا جو کچھ آئندہ ہو گا وہ سب کنُ کے بعد کا مظاہرہ ہے۔ انسانی زندگی کا ابتدائی دور عالم ارواح ہے جہاں پر سب مل جل کر رہتے تھے وہاں بکری سے واقف تھا گھوڑے سے بھی واقف تھا چرند، پرند، جملہ مخلوق سے واقف تھا فرشتوں سے بھی واقف تھا۔ جنت و دوزخ سے بھی واقف تھا جس طرح انسان فرشتوں سے چرند، پرند وغیرہ سے واقف تھا اس طرح جملہ مخلوق بھی انسان سے واقف تھے

کنُ یعنی ہو جا کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود دستور کا مظاہرہ ہوا اس مظاہرے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی شناخت بھی منتقل ہو گئی •

جب کنُ سے کائنات بن گئی تو کائنات کو صرف اپنے وجود کا علم تھا۔ کائنات کے افراد یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں۔ کیوں ہیں۔ کس کے لے ہیں اور ان کی صورت و شکل کیسی تھی اور اس کی ابتدا کب سے اور کہاں سے ہوئی اس کی نشاندہی قرآن مجید کی اس آیت سے فرمائی

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیا مذکورا...... سورۃ الدھر

بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر شیئے ہی نہ تھا

یعنی انسان کبھی عدم تھا پھر اس کو عالم ارواح میں وجود بخشا گیا

اس جمود کو توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ خود کائنات کے سامنے آ گئے اور کہا۔ **اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ** تمہارا رب کون ہے۔۔ کائنات کے افراد کو سب سے پہلے جس چیز کا علم ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی ۔آواز۔ تھی ۔ جب اللہ تعالیٰ روحوں سے مخاطب ہوئے تو انہیں سننے کی طاقت عطا ہوئی اس سے قبل ان کے پاس قوت سماعت نہ تھی تو سب سے پہلی بات جو روحوں نے سنُی وہ یہی تھی جب روحوں نے آواز سنی تو سب روحیں اس آواز کی جانب متوجہ ہوئیں کہ آواز کہاں سے آئی ہے جب متوجہ ہوئیں تو انہیں قوت بصارت عطا فرمائی۔ (اس میں ایک رمز کی بات ہے سب سے پہلے انسان کی نگاہ منتقل ہوئی یعنی انسان نگاہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے)

قوت گویائی عطا فرمائی گئی وہ ایک زبان ہو کر بولیں ۔ **قـــالـــو بـلـی**'......آپ ہمارے رب ہیں ۔ دراصل یہ جواب بھی خدا ہی کی طرف سے تھا اور ارواح اولا د آدم صرف اُس کے قول کی ناقل تھیں ۔ اللہ ہی نے ان ارواح کو اپنی ذات کا علم عطا فرمایا ۔

لہذا روحوں نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کے بعد اس بات کی شہادت دی کہ آپ ہمارے رب ہیں

دنیا کے قانون میں وہی آدمی شہادت دے سکتا ہے کہ جس نے وہ واقعہ اپنی نظروں سے دیکھا ہو جس نے دیکھا ہی نہیں اس کی شہادت قبول

نہیں ہوتی آپ کلمہ پڑھ دیتے ہیں

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ - میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں.

یہ کلمہ اس لئے قبول ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کی روح اللہ کی پہلے ہی زیارت کر چکی ہے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کی روح اللہ کی زیارت کر چکی ہے تو پھر باطنی نگاہوں سے اللہ کی دوبارہ زیارت کیوں ممکن نہیں، یہ ممکن ہے

عالم ارواح سے چلتا ہوا یہی انسان باپ کی پشت سے ہوتا ہوا رحم مادر میں داخل ہوتا ہے عالم ارواح کی زندگی الگ نوعیت کی تھی اگلے دور عالم ناسوت کی زندگی میں داخل کیا جا رہا تھا جو نیا ماحول تھا اللہ تعالی نے دونوں زندگیوں کے ماحول کی مناسبت سے ایک مختصر عرصے تقریبا نو ماہ کے لئے ایک سرائے یا قیام گاہ میں رکھا پھر اگلے قدم رکھتا ہے

رحم مادر سے انسان کا دنیا میں انتقال اس کی حقیقی پیدائش نہیں بلکہ تولد ہے ہمارا وطن تو وہ ہے جہاں ہم روز اول پیدا کئے گئے جہاں ہماری زندگی کا ابتدائی دور گزرا

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

جس طرح مان کا پیٹ انسان کا وطن نہیں بن سکتا بلکہ ایک مرحلہ اور

عارضی ٹھکانہ ہے اس طرح یہ دنیا کسی شخص کے لئے اس کا اصلی وطن نہیں ہے شکم مادر جس طرح ایک دروازہ تھا یہ دنیا کی زندگی بھی اس کی ایک منزل ہے

عیش منزل ہے غریبان محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہین مقیم

پہلا عالم ۔یعنی عالم احدیت ۔ انسان کی پرورش گاہ ہے کبھی ذات کے فیض سے کبھی صفات کے فیض سے اصل میں بچہ پیدا ہوتا ہے انسان نہیں کیونکہ بہت بہت پہلے جب وقت بھی نہ تھا اس وقت انسان کی تخلیق ہوئی ۔ جس طرح انسانی پیدائش انسان کی ابتدا نہین ہے اس طرح موت بھی انسان کا خاتمہ نہیں

جس طرح پیدائش ہماری اصلی تخلیق نہیں بلکہ دنیا میں آنے کا ایک دروازہ ہے ، اسی طرح موت بھی زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ اگلے دور میں داخلے کا دروازہ اور راستہ ہے- رحم مادر سے انسان کا دنیا میں انتقال اس کی حقیقی پیدائش نہیں بلکہ تولد ہے

عمر کا تعین اس درمیانی حصہ کو کہتے کہ فلان شخص فلاں تاریخ کو پیدا ہوا اور فلان تاریخ کو انتقال ہوا ہم بچہ کی کس دن کو پیدایش کا دن منائین ۔جس دن بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے اُس دن یا جس دن حمل ٹھہرتا ہے، باپ بیٹے کا فاعل ہے، وہ تو نطفہ کو صرف رحم کے سپرد کر دیتا ہے نہ تو وہ اس کی حیات کا فاعل ہے نہ تو اس کی بینائی کا اور نہ شنوائی کا، اور نہ ان تمام معانی اور قوتوں کا جو اس میں پائی جاتی ہیں، یہ سب چیزیں اس کے پاس موجود ہیں وہ سب خدا سے ہیں

باپ کے نطفہ کے اندر جو جرثومہ ہوتا ہے جو لمبا سانپ کی شکل کا ہوتا ہے اس مین زندہ تھا (جان تھی) یعنی زندگی موجود ہے باپ میں زندہ تھا بہت پہلے سے ہی (پیدا تو اس وقت ہو گیا تھا) وہ رحم مین جا کر بڑھنا شروع ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں جس دن بچہ کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کا پہلا خلیہ بنتا ہے پھر مضغہ، علقہ، وغیرہ سے جسم بنتا ہے، مگر یہ بھی شروعات نہین بلکہ زندگی موجود تھی، ایک باپ میں پوشیدہ تھی اور ایک ماں میں پوشیدہ تھی۔ ان دونوں کے ملنے سے زندگی شروع ہوئی، یعنی موجود تھی پوری طرح زندہ تھی تو یہ ملنے سے ظاہر ہوئی لیکن موجود تھی اس سے پیچھے دیکھیں تو جو باپ مین نطفہ بن کر چھپا تھا۔ وہ باپ کے ماں باپ مین چھپا تھا اور وہ ان کے مان باپ مین اس طرح یہ سلسلہ روئے زمیں پر جو پہلا آدمی تھا ہم اس میں زندہ تھے۔ لیکن وہ پہلا آدمی بھی کیسے ہوسکتا ہے پہلے آدمی کے ہونے کے لئے بھی ضروری ہی کہ زندگی اس سے پہلے موجود ہو۔

دینی اعتبار سے دیکھیں جب رحم میں بچہ کا جسم بن کر مکمل ہو جاتا ہے تو اس مین روح پھونکی جاتی ہے اب وہ حرکت کرنے لگتا ہے ماں کے پیٹ مین جسم اور روح کا ملاپ ہو رہا ہے جس کے نتیجہ میں جسم پیدا ہوا لیکن زندگی اور روح کب پیدا ہوئی ؟ یعنی میں ہمیشہ سے تھا میرے جسم کا ذرہ ذرہ موجود تھا اور میری روحانیت کا ذرہ ذرہ موجود تھا۔ ایسا کوئی بھی لمحہ نہیں تھا جب میں نہ تھا۔ اس وجود میں۔ شکل کچھ بھی رہی ہو۔ بناوٹ کچھ بھی رہی ہو۔ نام کچھ بھی رہا ہو۔ ایسا کوئی لمحہ نہیں تھا وجود مین جب ہم نہ رہے ہوں اور ایسا بھی لمحہ کوئی نہیں ہوگا جب ہم نہیں ہوں گئے

جو انسان بن گیا اس کا خاتمہ نہیں وہ انتقال کرتا ہے یعنی transfor ہوتا ہے

دوسرا عالم۔ ظہور بخشا روح کی شکل میں اس کا انتظار گاہ ہے

تیسرا عالم۔ دنیا عالم اجسام شہادت اس کا امتحان گاہ ہے

چوتھا عالم۔ پھر وفات کے بعد عالم برزخ وقیامت اس کا نتیجہ گاہ ہے

پانچواں عالم۔ جنت فردوس میں داخل ہوتا ہے اس کا آرام گاہ ہے

ہر جمعہ (مقام) کو عالم فرید میں جلوہ گاہ ہے آخری عالم

جس طرح پیدائش ہماری اصلی تخلیق نہیں بلکہ دنیا میں آنے کا ایک دروازہ ہے اس طرح موت بھی زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ اگلے دور میں داخلے کا دروازہ اور راستہ ہے ایک دروازے کا نام ولادت ہے دوسرے کا موت اور تیسرے کا عالم برزخ یعنی قبر یہ سب منازل ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونے کا سبب ہیں.

وعدہ الست پر صحیح معنوں میں عشاق ہی کار بند ہوتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے اور کوئی وعدہ اس محبوب حقیقی کے وعدے سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا کیونکہ ہر وقت محبوب کی تڑپ اور اس کی محبت بیتاب رکھتی ہے ان کے جسم کا ایک ایک بال اللہ کی یاد میں محو ہوتا ہے

قالو بلی تو سب نے کہا تھا مگر اس پر کار بند رہنے والے ہی اسے آج تک اسی حالت میں اپنے کانوں میں رب کی آواز محسوس کرتے ہیں

چار عالم

عالم ناسوت - عالم ملکوت - عالم جبروت - عالم لاہوت

عالم ناسوت ۔کو عالم حیوانات بھی کہتے ہیں

عالم ناسوت ۔کو عالم حیوانات بھی کہتے ہیں ۔حواس خمسہ یعنی کھانا ، پینا ، سونا ، دیکھنا ، سننا ، سونگھنا ، چھونا عالم ناسوت کے فعل ہیں ۔ سالک جب ریاضت کرتا ہے تو ترقی کر کے عالم ملکوت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے

عالم ملکوت ۔کو عالم فرشتگان بھی کہتے ہیں ۔عبادت یعنی قیام ، رکوع ، سجود ، تسبیحات ، ذکر اذکار ، وظائف اس عالم کے فعل ہیں ۔ سالک مزید ترقی کرتا ہے تو عالم جبروت تک پہنچ جاتا ہے

عالم جبروت کو عالم روح بھی کہتے ہیں عشق و مستی ، ذوق وشوق ، صحو سکر اور وجد و محو ہونا اس منزل کے فعل ہیں ۔ سالک مزید ترقی کرتا ہے تو عالم لاھوت مین پہنچ جاتا ہے .

عالم لاھوت کو لا مکان بھی کہتے ہیں عالم لاھوت بے نشان ہے ۔ یہاں پہنچ کر سالک فنا ہو جاتا ہے . اپنے آپ سے لاتعلق ہو جاتا ہے یہاں نہ گفتگو ہے اور نہ جستجو ۔ اللہ فرماتے ہیں ۔

اِنَّ اِلـیٰ رَبِّکَ اَلْـمُـنْتَهٰی ۔ عالم ناسوت کا تعلق نفس سے عالم ملکوت ولایت سے عالم جبروت کا تعلق روح سے عالم لاھوت کا تعلق رحمٰن سے ہے . نفس دنیا کی طرف مائل کرتا ہے دل جنت کی طرف ۔ روح رحمٰن اور عالم غیب کی طرف کھینچتی ہے . نفس کی خواہشات پوری کرنے والے دوزخ میں جاتے ہیں دل جس میں رب رہتا ہے اور جو رب کا عرش بھی ہے اس کی متابعت جنت میں لے جاتی ہے قرب الٰی کے لئے متابعت ضروری ہے . **ان لله جـنة لا فيهـا حور ولا قصـور و لا جنان و**

لا عسل و لا لبن بل ينظار الی و جه الله تعالیٰ ....

بیشک اللہ تعالی کے ہاں ایک ایسی جنت بھی ہے جس میں نہ تو حور وقصور ہیں اور نہ باغ و بہار نہ شہد (کی نہریں ہیں) اور نہ دودھ (کے چشمے) وہاں صرف دیدار الٰہیٰ کی دولت ہے

بے ہونٹ ہلائے ہوتے ہنسنا کیا خوب   بے آنکھ کھلے نگاہ کھلنا کیا خوب

بیٹھ ، اور سفر کر ، کہ یہی بہتر ہے   بے پاوں کے آفاق میں چلنا کیا خوب

وصول الی اللہ

وصول الی اللہ کے طریقے : ۔مشائخ اکرام و بزرگوں سے سلوک کے کہی طریقے منقول ہیں اور ان طریقوں سے سالک کی تربیت ہوتی ہے اور وصول الی اللہ کی راہین کھولتے ہیں ۔ تمام سلاسل بالاتفاق اجمال وصول الی اللہ کے تین طریقے بیان کہے ہیں جب سالک ان طریقوں سے مجاہدہ و ریاضت اختیار کرتا ہے تو اللہ کی راہین کھلتی ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے

رابطہ یا تصور شیخ

ذکر

فکرو مراقبہ

ذرہ ذرہ میں محبت کے آثار اور محبت کے آثرات نمایا ہیں جمادات ومعدنیات اور وہ اشیاء تک جنھیں عام طور پر غیر ذی روح قیاس کیا جاتا ہے محبت کی ہمہ گیری سے محفوظ نہیں غیر ذری روح مادی ذرات میں اُسے کشش

کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ذی روح ہستیوں اس کشش کا نام محبت ہو جاتا ہے

محبت ایک فطری اور طبعی جذبہ ہے جس کا ظہور مختلف صورتوں اور مختلف حالات میں مختلف کیفیات کی ساتھ ہوتا ہے

ماں اور بچے کی محبت طبعی ہے، استاد اور شاگرد کی درمیان جو محبت ہوتی ہے وہ ارادی واکتسابی ہے، بعض موقوں پر مصلحت محبت پیدا کی جاتی ہے اور کوشش سے اُسے بڑھایا جاتا ہے کیونکہ کوشش سے محبت بڑھتی بھی ہے اور گھٹتی بھی ہے۔ پیر کی عظمت جب دل مین بیٹھ جاتی ہے اور انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ برگزیدہ ہستی باپ سے زیادہ مفید و مستحق عزت و محبت ہے اور جب یہ بات خوب اچھی طرح سے اُس کے ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ باپ اُس کی حیات عارضی کا باعث ہے حالانکہ پیر حیات جاوید کا ذریعہ بنتا ہے تو پیر کی محبت جو کہ ارادی ہوتی ہے ماں باپ کی محبت پر جو کہ محبت پر جو کہ طبعی ہوتی ہے سبقت لئے جاتی ہے اور جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ کبھی قوی ہوتی ہے، کبھی ضعیف کبھی ارادی ہوتی ہے کبھی غیر ارادی کبھی کشش واکتساب سے قوی ہوتی ہے کبھی بلا قصد و اختیار محبت میں تیزی کے ساتھ قوت آتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ محبت عشق کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے.

ارفع واعلی ہستیوں میں جب محبت بھی اپنی ارفع واعلی شان میں نمایاں ہوتی ہے تو اُسے عشق کہتے ہیں محبت کے انتہای مرتبہ کا نام عشق ہے

عشق صرف انسان ہی کے حصہ مین آیا ہے فرشتے تک اس سے محروم ہیں۔انسان کو جو عشق عطا فرمایا گیا اُس مین درد ہے تڑپ ہے، سوز ہے عشق

ایک آتش ہے جو عشاق کو جلاتی رہتی ہے آتش دوزخ بیگانوں کو جلاتی ہے اور آتش عشق یگانون کو، عشق سے ہی سے ایمان کامل ہوتا ہے عبادت اس کے بغیر ناقص رہتی ہے. عبادت بغیر عشق کے بے کار اور عشق بغیر عبادت کے نا تمام جو اطاعت محبت سے کی جائے وہ اُس عبادت سے بہت بہتر ہے جو خوف کی وجہ سے کی جائے

محبت تمہین کچھ نہیں دیتی سوائے محبت کے
اور محبت تم سے کچھ نہیں لیتی سوائے محبت کے

اللہ کی معرفت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی معرفت ضروری ہے:۔ جب تک سید الوجود ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور شیخ کی معرفت کے بغیر سید الوجود ﷺ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور شیخ کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک تمام مخلوقات مرید کی نگاہ میں فنا نہ ہو جاوئے، نہ کسی پر نظر جائے نہ خیال۔لہذا سب کو مردہ سمجھ اور سب کی طرف سے تمام توقعات کو منقطع کر لے

کیا محبت کی کوئی علامت ہو سکتی ہے:۔ محبت کی دو علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرید کی راحت ذات شیخ میں ہو کہ اس کی فکر ہو۔ اس کے لئے زندہ ہو وسکنات ذات شیخ اس پر فریفتہ ہو، اس سے خوش ہو اور اس کا غم ہو حتیٰ کہ ظاہر و باطن میں موجودگی اور ودم موجودگی میں اس کے تمام حرکات اور اس کے متعلقات کی خاطر ہوں اور وہ اپنی ذات اور اس کی بہبود کی پروانہ کرئے

شیخ سے سچی محبت کی علامت :۔ اس بات کی علامت کہ مرید کو شیخ سے سچی اور سود مند محبت ہے یہ کہ فرض کر لیا جائے کہ وہ تمام اسرار اور خوبیاں جو ذات شیخ میں پائی جاتی تھیں زاہل ہوگئی ہیں اور شیخ کی ذات ان سے کلیتہ خالی ہوکر عامتہ الناس کی طرح ہوگئی ہے پس اگر اب بھی مرید کو شیخ سے وہی پہلی سی محبت ہو تو یہ سچی محبت ہے، لیکن اگر یہ محبت اس اسرار کے زاہل ہو جانے سے دور اور زاہل ہو جائے تو یہ محبت جھوٹی محبت ہوگئی۔۔

پاک اور خاص محبت کی علامت یہ ہے کہ مرید شیخ کو تولنا چھوڑ دے تا کہ مرید کی نگاہ مین شیخ کے تمام افعال واقوال اور احوال درست اور ٹھیک ہون، اگر اسے ان افعال واقوال کی وجہ سمجھ مین آجائے ورنہ اگر اسے ان کا کوئی راز سمجھ میں نہ آئے تو اسے اللہ کے سپرد کر دے، لیکن ساتھ ہی اسے یہ یقین ہو کہ شیخ جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک ہے بظاہر ان اعمال ٹھیک نظر نہ آئے، یہ سمجھ لے کہ ہوسکتا ہے کہ شیخ غلطی پر ہو تو وہ سر کے بل گرا اور اس کا شمار کاذبین میں سے ہوگا

لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ کا مرید پر احسان ہوتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت شیخ پر مرید کا احسان ہوتا ہے، اسلئے کہ بڑے کی محبت سود مند نہیں ہوتی، کشش مرید کی محبت میں ہی ہوتی ہے ، لہذا اگر مرید کی ذات طاہر اور اس کی عقل صاف اور اس کے نفس میں بھلائی کی اہلیت اور جاذب محبت نہ ہو تو شیخ کچھ بھی نہ کر سکے اور اگر شیخ کی محبت ہی نفع رساں ہوتی تو اس کا ہر مرید واصل باللہ اور کامل بن جایا کرتا.

شیخ مرید سے نہ کوئی ظاہری خدمت چاہتا ہے اور نہ روپیہ پیسہ کہ مرید

اس پر خرچ کرے اور نہ ہی کوئی بدنی عبادت چاہتا ہے۔ اگر چاہتا ہے تو صرف اتنا کہ وہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ کامل اور موافق من اللہ ہے۔ اسے معرفت بصیرت اور اللہ کا قرب حاصل ہے اور اس اعتقاد پر خواہ دن گزریں، مہینے گزریں، سال پر سال گزریں، قائم رہے، اگر اس مین یہ اعتقاد پایا گیا تو مرید کو اس سے اور ہر قسم کی خدمت سے فاہدہ ہوگا اور اگر اس میں یہ اعتقاد نہ ہوگا یا اگر ہو بھی تو پائیدار نہ ہو پس اگر اس مین وسوسے پیدا ہونے لگیں تو مرید کچھ بھی نہین

شیخ کی محبت کیوں فاہدہ مند نہیں ہوتی :۔ شیخ سے جو محبت ہوتی ہے اس سے مرید کو فاہدہ کیوں نہین پہنچتا، یہ محبت اس لے فاہدہ نہیں پہنچاتی کہ اسرار اور معارف وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور اللہ سے ہر ایک کو محبت ہوتی ہے لہذا اس نے ابھی شیخ سے محبت نہیں کی۔ صحیح طور پر شیخ کی محبت اس صورت میں ہوسکتی ہے جب وہ محض اس کی ذات کی خاطر اس سے محبت کرے نہ کہ اس کے اسرار کی خاطر حالانکہ کہ شیخ کی ذات بھی تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کی محبت تو مفید ہے اور دوسرے کی نہیں، ذات کی محبت سے مراد یہ ہے کہ خالص اللہ کے لے ہو، کیونکہ صرف ذات سے نہ نفع ہوسکتا ہے نہ نقصان۔ چنانچہ جب ذات کے ساتھ ہوگی تو یہ بات اس کی علامت ہوگی کہ محبت آلائش سے پاک ہے

جب کسی مرید کو شیخ سے کامل محبت ہو جاتی ہے تو شیخ اس مرید کی ذات میں اس طرح سکونت پذیر ہوتا ہے جس طرح حاملہ کے پیٹ میں بچہ، چنانچہ

کبھی حاملہ کا حمل پورے طور پر ٹھیک حالت پر رہتا ہے، تا آنکہ وضع حمل ہوتا ہے اور کبھی اسقاط حمل ہو کر کچھ بھی نہیں رہتا، کبھی بچہ سو جاتا ہے اور پھر بیدار ہوتا ہے۔ افاقہ کی بھی مختلف حالتیں ہیں کہ کبھی ایک ماہ بعد افاقہ ہوتا ہے کبھی سال بعد اور کبھی اس سے زیادہ عرصہ کے بعد۔ یہی حال مرید کا ہوتا ہے جب شیخ کا حامل ہو تو اس کی محبت کامل اور دائمی ہوتی ہے جس سے شیخ کے کمالات متواتر اس میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسے فتح نصیب ہو جاتی ہے اور کبھی مرید کی محبت صادق ہونے کے بعد کسی مانع کے پیش آنے کی وجہ سے منقطع ہو جاتی ہے جس سے شیخ کے بارے میں مرید کی نیت بدل جاتی ہے اور شیخ کے اسرار اپنی شعاعیں دینے کے بعد اس کی ذات سے منقطع ہو جاتے ہیں اور جب محبت لوٹ آتی ہے تو اسرار بھی لوٹ آتے ہیں۔ مرید کو چاہئے کہ اپنی حالت کا امتحان کر لے کہ ان تینوں قسموں میں سے کس قسم کا مرید ہے۔۔ اللہ تعالی سے عفو، عافیت اور توفیق ہدایت مانگنی چاہئے

مرشد کیا ہے؟ ...... مرشد اللہ کا ایک خاص راز ہے اس لئے نبی کریم روف ورحیم احمد مجتبیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا شیخ اپنے مریدون کے درمیان رسول کے مانند ہوتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا مرشد کا دیدار اللہ کا دیدار ہے یہ کیا راز ہے؟ کہ کسی بزرگ سے سوال کرنے پر اس بزرگ نے فرمایا فرض جسے کہتے ہین وہ پیر کا دیدار ہے اور سنت جسے کہتے ہین وہ پیر کی خدمت ہے اے طالب دیدار خدا! کیا تو جانتا ہے کے پیر کا دیدار اللہ کا دیدار ہے

جس طرح شراب جسم کے ہر حصہ میں اثر پیدا کرتی ہے اس طرح

محبت بھی مبتلائے محبت کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ مین تاثیر کا جاتی ہے۔ شراب مستی پیدا کرتی ہے عشق بھی مستی پیدا کرتی ہے دونوں کی مستی میں بے ہوشی اور قید ہستی سے خلاصی اور خود پرستی سے آزادی حاصل ہوتی ہے مگر شراب صوری سے جو مستی پیدا ہوتی ہے وہ مطلوب سے غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے اور عشق سے جو مستی پیدا ہوتی ہے وہ کمال شعور اور محبوب سے آگاہی پر مبنی ہوتی ہے شراب عشق جس قدر زیادتی کے ساتھ نوش کی جاتی ہے اُس قدر زیادتی کے ساتھ۔ **ھل من مزید**۔ کی آگ بھڑکتی ہے

جبت ایک نسبت ہے درمیان محبّ ومحبوب کے محبت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبت کی محبت کو معرفت پر تقدیم حاصل ہے اور معرفت کو محبت پر محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت محبت کا یعنی بلا معرفت کے محبت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی

اللہ نے داود علیہ السلام کو وحی فرمائی اے داود میں نے دلوں پر حرام کر دیا ہے کہ ان میں میری محبت اور غیر کی محبت یکجا ہوں

تصور مرشد

تصور تصویر اور مصور کا راز ہے

تصور بھی محبت کی ایک شاخ ہے جس سے محبت ہوتی ہے اُس کا تصور آپ سے آپ بندھ جاتا ہے جس سے محبت جائز ہے اُس کا تصور بھی جائز ہے جو محبت مستحسن بلکہ ضروری ہے جب اس میں کمی ہوتی ہے تو وہ بتکلف برھائی جاتی ہے. تصور شیخ کبھی خود بخود طاری ہو جاتی ہے، کبھی بہ تکلف پیدا کی جاتی ہے۔ شیخ کی صورت محسوسہ کو بھی برزخ کہتے ہین کیونکہ وہ فیضان

اقدس اور طالب کے درمیان واسطہ ہے ۔ عالم ناسوت میں کس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے آواز دیتے ہیں اور پکارتے ہیں

اس کے قائم مقام عالم اروح یعنی ملکوت میں کس کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کا تصور کرتے ہیں اور اُس کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں

جس کو اپنا خیال کہتے ہیں وہ ہماری قوت متخیلہ ہے اللہ تعالی نے اس کو تصویر بنانے والا ہمیشہ فعل میں مصروف رہنے والا اور ایک وقت میں ایک ہی نقش کو محفوظ رکھنے والا فطرتاً پیدا فرمایا ہے

جب کسی شئی کا ذکر آتا ہے جس کو ہم نے دیکھا نہیں ہے -تو یہ فوراً اس کی ایک تصویر بنا دیتا ہے اس کا صحیح یا غلط ہونا ایک الگ چیز ہے یہ تصویر ضرور بناتا ہے - جو شئی بھی خیال اور تصور میں آئیگی تو رنگ اور شکل میں ہی آسکتی ہے' بے رنگی اور بیصورتی خیال و تصور میں نہین آسکتی - دن میں ہر وقت فعل میں مصروف رہتا ہے اور اس کو کسی طریق سے روکا نہیں جاستا اور جب انسان سو جاتا ہے تو حسب عادت اپنا کام جاری رکھتا ہے اور تصویر یں بنا بنا کر حس مشترک کے سامنے پیش کرتا ہے جسے ہم خواب کہتے ہیں

خیال کو ایک نقش بنانے دیا جائے تا کہ یہ حسب عادت نقش بناتا رہے فعل میں مصروف رہے ایک ہی نقش بنائے اور ایک ہے نقش کے بنانے کے فعل میں مصروف رہے اور اسی نقش کو محفوظ رکھے تا کہ کوئی دوسرا نقش خیال میں نہ سمائے -- جب وہ کسی ایک نفس قدسی (شیخ) کے نقش (تصور) کا محل بن جا ہیگا تو ہر وقت اس نقش ے بنانے میں مصروف رہیگا اور اس ایک نفس قدسی میں جس کو تصور شیخ کہتے ہیً ایسا فنا ہو گا کہ کسی اور نقش کی گنجائش نہ

رہیگی اور نہ کوئی اور نقش اس میں سما سکے گا جب اس میں شب و راز مشغول رہیگا تو تمام کثافتیں دور ہو جائیں گی

آدمی دراصل نگاہ ہے...... نگاہ یا بصارت جب کسی شئے پر مرکز ہو جاتی ہے تو اس شئے کو اپنے اندر جذب کر کے دماغ کے اسکرین پر لئے آتی ہے اور دماغ اس چیز کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور اس کو معنی پہناتا ہے

خیالات کو جو معنی دئے جاتے ہیں وہ تصور بن جاتے ہیں اور پھر یہی تصور مظاہراتی خدوخال اختیار کر کے ہماری زندگی کی راہ متعین کرتا ہے

خیالات روشنی کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں ۔روشنی کی چھوٹی بڑی شعاعیں خیالات کے بے شمار تصویر خانے لے کر آتی ہے، ان ہی تصویر خانوں کو ہم اپنی زبان مین تصور اور تفکر کا نام دیتے ہیں

تصور کا منشاء یہی ہے کہ آدمی ذوق وشوق کے ساتھ ذہنی مرکزیت اور اس کے نتیجے میں باطنی علم حاصل کرئے کیونکہ روح ۔نور ہے، روشنی ہے روحانی علوم بھی نور ہیں روشنی ہیں نور یا لہروں کا عالم نور یا لہروں کے ذریعہ ہی منتقل ہو سکتا ہے تصور کا مطلب ہے بے خیال ہونا ۔ جب تک دماغ جذبات و ہیجان کی کثافت سے صاف نہیں ہوتا آدمی روحانی ترقی نہین کر سکتا

کائنات کی تمام مخلوق کے افراد خیالات کی لہروں کے ذریعے ایک دوسرے سے مسلسل ربط رکھتے ہیں اور ہر فرد کے خیالات لہروں کے ذریعے آپس مین تبادلہ ہوتے رہتے ہیں ۔اور ہمارے پوری زندگی خیال کے گرد گھومتی ہے اور یہ کہ کائنات اور ہمارے درمیان جو مخفی رشتہ ہے وہ بھی خیال پر قائم ہے

تصوّرِ شیخ جس کو رابطہ یا شغل برزخ کہتے ہیں مرید کو جب اپنے شیخ سے کامل محبت ہوتی ہے تو شیخ کی صورت خیالی کا بے تکلف حاضر آنا اسکو لازم ہوگا. مرید کو واجب بلکہ فرض عین ہے کہ ہر وقت اپنے مرشد کی صورت ومحبت کو دل میں جمائے رکھے کیونکہ کل کتب تصوف میں اس کو یعنی رابطہ شیخ کو رُکن اعظم لکھا ہے. تصور شیخ ہادی خدا ہے اور نفس کو مردہ بنائے اور روح کو زندہ بنائے اور تصور رہبر مولا ہے . بزرگان دین اور اکابران صوفیان اکرام مشائخ علیہ الرحمٰن اولیا اللہ نے اسکو وسیلہ اور ہدایت سمجھا ہے. اور اس کی تعلیم زمانے دراز سے چلی آرہی ہے اور اکثر طالبان حق اس طریقے سے فیض یاب ہوے ہیں.

تصور شیخ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مرید ہر اعتبار سے اپنے شیخ کا نمونہ بن جائے - یعنی مرید اپنے صورت کے سانچے میں ڈھل جاے اور سر تا پا شیخ ہو جائے تصور شیخ سے ہی خیالات متوہم کا استیصال ہو کر خیال میں قوت پرواز پیدا ہوتی ہے

کیونکہ خواہشات نفسانی کا تعلق جسم کے ساتھ ہے کھانے کی ضرورت ہے تو جسم کو لباس کی ضرورت ہے تو جسم کو مکان کی ضرورت ہے تو جسم کے لیے. اگر کوئی غم جسم سے پاک ہو جائے تو پھر وہ روح مجرد ہے خیال کا تعلق تصور شیخ سے وابستہ ہو جائے تو خیال کا تعلق جسم سے کٹ جاتا ہے

ہر صورت کسی اسم الہی کی مظہر ہے اور وہ اس اسم کے احکام آثار سے متاثر ہوتی ہے تو اہل اللہ نے معلوم کیا کہ ہر صورت کسی نہ کسی اسم الہی کی مظہر ہے تو اس صورت کا تصور کرنا اس اسم کی تاثیر جس کا کہ وہ مظہر ہے حاصل کرنا ہے تو صورت شیخ کا تصور اس اعلیٰ درجہ کے اسماء کا مظہر بنتا ہے

اور اعلیٰ اسماء کی تاثیروں کو اپنے اندر لیتا ہے

کیونکہ سالک خود بھی اکثر اسماء الہی کا مظہر ہوتا ہے - تصور شیخ کے غلبہ سے ان اسماء کا مظہر ہو جاتا ہے جن اسماء کا کہ شیخ کامل مظہر ہے

ہر چیز بے صورتی سے صورت میں ظاہر ہوئی ہے اب صورت سے بے صورتی کی طرف سفر کرنا اس منزل کو سلوک کہتے ہیں

اہل اللہ کا دیکھنا اور ان کا تصور کرنا کار خیر ہے عبادت ہے ہمارے اس دعوے کی تائید احادیث نبوی سے ہوتی ہے. عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کی ہے   پانچ   چیزیں دیکھنا عبادت ہے والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ زمزم کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے.۔ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور عالم کی طرف دیکھنا عبادت ہے. جب دیکھنا جو ایک عمل حسی ہے عبادت ہے تو یہ تصور جو ایک عمل ذہنی ہے عبادت کیوں نہیں قرار دیا جائے گا.

مبتدی مرید کے لئے ابتدا میں تصوّر شیخ ذکر سے افضل ہے یعنی صورتِ مرشد کو نگاہ میں رکھنا اور ذکر خیال میں یا ذکر نا تصوّر کہلاتا ہے اور یہ امر مرید کے لئے سب سے زیادہ بمقابلہ ذکر مفید اور مناسب تر ہے کیونکہ مرید کے لئے جناب الہیٰ کی طرف واصل ہونے کا یہی ذریعہ ہے اور صحیح وسلیہ ہے جوں جوں مرید کا تعلق اور نسبت مرشد کے ساتھ زیادہ ہوتی جائے گی جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی مرشد کے تصور میں آسانی ہوگی اور اس قدر باطن میں اس کو فیض بڑھتا جائے گا اور تھوڑی مدت میں وہ اپنے مطلوب تک انشاء اللہ تعالی پہنچ جائے گا. پس مرید کو لازم ہے کہ وہ مرشد میں فنا ہو جانے کی کوشش کرے اگر ذات مرشد میں فنا ہو جائے گا تو خدا تعالی

تک پہنچ جائے گا۔

اور تصور مرشد منزل تصوف کی ابتدا ہے یا دبشکل تصور رونما ہوتی ہے تصور پہلے آنکھوں میں جگہ پاتا ہے پھر خیال میں بعد دل میں پھر روح میں جاگزیں ہوکر کاشف مظہر حقیقت ہوا جاتا ہے- تصوف میں تصور مرشد اول کرایا جاتا ہے

اسکی عبادت تصور محبوب اور یاد محبوب ہوتی ہے، تو قلب مثل آئینہ صاف ہو جاتا ہے اور اس میں تصویر مرشد صاف نظر آتی ہے عکس شخص سے جدا نہیں - برکات تصویر مرشد گوناں گوں ہیں جو طرح طرح سے بشکل کرامات ظہور پریز ہوتی ہے

جب صورت مرشد آنکھوں میں رونما ہوتی ہے آنکھوں میں انوار پیدا ہوکر نظر میں طرح طرح کے غیر معمولی مافوق العادات اثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور جب بھی کسی سے آنکھ مل جاتی ہے وہ متاثر ہو جاتا ہے، اور جب شکل مرشد خیال میں جلوہ گر ہوتی ہے تو اپنا خیال دوسرے میں منتقل ہوکر نیک ءقوت پیدا ہو جاتی ہے دوسروں کے خیالات مکشوف ہونے لگتے ہیں جب تصویر مرشد قلب میں جلوہ گر ہوتی ہے تو انوار و اتجلیات سے معمور ہو جاتا ہے روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے . انوار مرشد جا قلب میں جلوہ گر ہوتے ہیں ان کی برکات سے سینہ روشن ہو جاتا ہے کشف وکرامات کا ظہور ہوتا ہے پھر روح منور ہوکر تمام جسد کو تاباں کر دیتی ہے سیر ناسوتی ملکوتی ہوتی ہے پھر عالم جبروت ولاہوت تک رسائی ہو جاتی ہے ذکر خفی قلب میں جاری ہو جاتا ہے صورت سرمدی کان سنتے ہیں اس ذکر میں جلوہ ذات ہے

ہر سانس ذکر سے معمور رہوتا ہے رنگا رنگ کی تجلیات کا ظہور رہوتا ہے

مرید پیر کی عدم موجدگی میں پیر کو دیکھنا چاہتا ہے تو مراقبہ کرتا ہے اور مشاہدے میں پیر کو دیکھ لیتا ہے یعنی مرید کے سامنے پیر کی روح مبارک نہیں آتی بلکہ مرید کی ہی روح پیر صاحب کی شکل اختیار کر کے مراقبے میں نمودار ہوتی ہے یعنی مرید کی روح ہی مرشد کی روح کو پیدا کر کے اسے اپنے پیش نظر کرتی ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اس قدر فنا فی الشیخ تھے- ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر خدا بھی مجھے نظر آے اور وہ میرے شیخ خواجہ باقی باللہؒ کی صورت میں نہ ہوتو میں نہ دیکھوں اور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا بھی مجھے نظر آے اور وہ میرے شیخ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کی صورت میں نہ ہوتو میں ہرگز نہ دیکھوں- اس کا مطلب یہ ہے کہ جمال الہی بے رنگی اور بے صورتی میں تو نظر نہیں آسکتا جب نظر آئیگا تو کسی صورت میں - تو بہتر یہی ہے کہ صورت شیخ میں نظر آئے

کاسی نے حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الحق والدین سیالویؒ سے سوال کیا کہ کیا نماز کے حال میں بھی تصور شیخ ضروری ہے تو آپ نے فرمایا ہاں ضروری ہے- ساہل نے عرض کی کہ حضور نماز میں ماسوی اللہ کی نفی کی جاتی ہے تو شیخ کا تصور کیسے ہو سکے- تو آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی نفی کر سکتا ہے لیکن شیخ کی نفی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ ماسوی اللہ نہیں

تصور شیخ سے ہی قوت خیالیہ پرواز کر کے عوالم لطیف کا سیر کرتی ہے

اللہ کی اطاعت بھی اور اطاعت الرسول ﷺ میں داخل ہے باقی اُولی الامر کے لئے مباح ہی رہ گیا ہے سو جس پیشوا کی برضا و خوشی تو نے بیعت کی ہے اگر وہ تجھے کسی مباح فعل کا حکم کرے تو تو اسے اپنے اوپر واجب اور لازم سمجھ اور اسکی مخالفت تیرے لئے حرام ہے کیونکہ اب یہ مباح نہیں رہا اب یہ تیرے لئے واجب کا حکم رکھتا ہے - اب اس مباح پر عمل کرنے سے تجھے واجب کا ثواب ملے گا - کیونکہ پیشوا ے حکم ہونے کے بعد اب اس مباح سے اباحہ کا حکم اُٹھ گیا ہے

ضروری بات :۔

جس پیر کامل کو تصور اور مراقبہ پر عبور حاصل ہوتا ہے اس کو روحانی قوت عطا ہوتی ہے وہی مرشد اپنے مریدین کو تصور اور مراقبہ کی تعلیم کر سکتا ہے کیونکہ اس منزل میں جنات، ارواح خبیثہ اور موکل وغیرہ کے حملوں سے محفوظ رہے اور رجعت سے بچ سکے جو ان گاٹیوں سے واقف نہیں وہ تصور کی تعلیم نہ کرے بلکہ ذکر و اذکار و عبادات پر زور دے اس لئے چند ایک سلسلوں میں تصور کی تعلیم نہیں ہوتی ہے بلکہ عبادات اور کثرت سے ذکر کی تعلیم دی جاتی ہے جس کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

فاذکرونی اذکرکم ۔تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور ۔ فمن کان یرجو القاء ربه فلیعمل عملا صالحا ۔ پس جو شخص اپنے رب کا دیدار چاہتا ہے اُسے چاہئے صالح عمل بجالائے ۔ فسبح بحمد ربک و کن من السجدین و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین ۔تم اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے اور اسکی خوبیاں

بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنیوالوں میں داخل رہو. اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاو یہاںتک کہ تمھاری موت کا وقت آ جائے

ایک عالم نے پوچھا کہ ماں باپ کو ایک نظر دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟

ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے یعنی خانہ خدا کی زیارت ہوتی ہے اور شیخ کو دیکھنے سے خدا ملتا ہے، ماں باپ کو دیکھنے سے گھر کی زیارت ہوئی اور شیخ کو دیکھنے سے گھر والے کی زیارت ہوئی ۔ اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے ۔ اس کی دلیل ...... اَلَّذِیْ اِذَا راوْا ذُكِرَ اللّٰهُ ۔۔ ...... معلوم ہوتی ہے یعنی اللہ والے وہ ہیں ۔ اگر مرنا ہی ہے تو اللہ والوں پر مرو ۔ اللہ نظر نہیں آتا تو اللہ والے تو نظر آتے ہیں ان پر فدا ہو جاو، اللہ ساری لیلائے کائنات سے تم کو بے نیاز کر دیگا بغیر دیوانگی اور محبت کے محض عقل سے اللہ نہیں ملتا ۔ عقل میں جو آ جائے وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عقل محدود ہے محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا ؟ اگر کسی کے عقل میں آ جائے کہ خدا یہ ہے تو ہرگز وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ غیر محدود ہے وہ محدود عقل میں کیسے آئے گا عقیدت اور نظریات سے محبت نہیں ہو سکتی ۔ محبت انسان سے ہوتی ہے اگر پیغمبر سے محبت نہ ہو تو خدا سے محبت یا اسلام سے محبت نہیں ہو سکتی

نجات حاصل کرنے کا عام راستہ مذہبی احکام کا بجالانا ہے ، مگر خدا تک پہونچنے کا راستہ تمام مقررہ عبادات سے زیادہ خدا کی (نفلی عبادات) کرنا ہے .

یا د کا انحصار محبت قلبی پر ہے اور محبت کا مرکز حقیقی مرشد ہے، مرشد کامل مظہر ذات وصفات الٰہیٰ ہے مرشد ہی طالب اور مطلوب کے درمیان توسّل حصول مقصد ہے

محبت کے راستہ میں بسا اوقات عشق حقیقی تک پہنچا تا ہے محبت عبادت کے محتاج نہیں خود عبادت ہے البتہ عبادت محبت کی محتاج ہے بلا محبت عبادت جسد بے روح ہے. انسان کا قلب جلوہ گاہ انوار ربانی ہے جب دنیا اور تمام گندگیوں سے پاک وصاف ہو کر مثل آہنہ ہو جا تا ہے تو تجلیات وانوار اسمیں نظر آتے ہیں - صاف پانی میں ہی سورج کا عکس نظر آتا ہے کیچڑ میں نہین آتا اس طرح قلب وروح کی کثافت عشق کی آگ سے دور ہو جاتی ہے. جس طرح آگ سونے کا میل کچیل صاف کر کے کندن بنا دیتی ہے اس طرح آتش محبت تمام گندگیوں کو جلا کر قلب کو خالص پُرّ یا آہینہ کر دیتی ہے.

فنا فی المرشد

جب طالب کا کمال تصور اصل حقیقت تک پہونچ جا تا ہے تو ہر طرف سوا یے ذات واحد کے اور کچھ نظر نہیں آتا جس طرف دیکھتا ہے اس کو دیکھتا ہے جو کچھ سنتا ہے اس سے سنتا ہے جو کچھ جانتا ہے اس سے جانتا ہے جو کچھ کلام کرتا ہے وہ اس سے ہوتا ہے جو کچھ محسوس کرتا ہے اس سے محسوس کرتا ہے سب کچھ ایک میں اور ایک سب میں نظر آتا ہے یہی وحدت کا کثرت اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ ہے فنا فی المرشد ہونا درجہ بدرجہ فنا فی اللہ تک پہونچا تا ہے مرشد خدا سے اور تمام اصفیاء سے الگ نہیں تمام صوفیہ نفس واحد ہیں اور مرشد بہ نسبت محبت مظہر ذات وصفات ہے۔ ۔ اور یہ تصور بھی

بھی اس وقت تک کرے۔ جب تک اللہ تعالی کی پاک ذات سے اس مرید کا رابطہ وتعلق کامل طور پر قائم نہ ہو جائے۔ اور جب کامل مناسبت وتعلق حاصل ہو جائے تو پھر اس تصور شیخ کو ضروری نہ جانے خدا تک پہنچنے کی راہ شیخ کیساتھ رابطہ کا طریقہ ہے چاہے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس میں غیبت وفنا حاصل ہو

ایک دفعہ مجدد الف ثانی ؒ بیمار ہو گئے ہر چند علاج کیا گیا شفا نہ ہوئی آپ نے فرمایا فقیر کا فلاں مرید بیمار ہے وہ فنا فی الشیخ ہے اس کا علاج کرو جب اس کو شفا ہو گی تو فقیر بھی شفایاب ہو گا مرید کا علاج کیا گیا مرید کو شفا ہوئی آپ بھی شفایاب ہوئے

محبت خود بخود ہوتی ہے سکھلائی نہیں جاتی
یہ وہ دولت ہے جو کوشش سے بھی پائی نہیں جاتی
طبیعت لاکھ بہلاتا ہوں بہلائی نہیں جاتی
سکونِ دل کی صورت تو کہیں پائی نہیں جاتی
ہمارا جام دل خالی پڑا ہے مدت سے
شرابِ کیف کیوں آنکھوں سے برسائی نہیں جاتی
محبت کی فضا گھیرے ہوئے ہے دونوں عالم کو
محبت پھر بھی دنیا میں کہیں پائی نہیں جاتی
اگر مٹ جائے عاشق پھر بھی افسانہ نہیں مٹتا
پس مُردن بھی دیوانے کی رسوائی نہیں جاتی

بچا کر سب کی نظروں سے چھپا کر دل میں رکھ ہے
ہر ایک کو یار کی تصویر دکھلائی نہیں جاتی
کچھ اس طرح چھپی ہے راز کے پردے میں اے خادم
محبت ڈھونڈنے سے بھی کہیں پائی نہیں جاتی

تصور اور مراقبہ سے پہلے مرید اپنا حصار کر لے حصار ایذا پہنچانے والے سے حفاظت رہے۔ اپنے بدن کے حصار کرنے کا طریقہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر گیارہ بار تینوں قل پڑھیں اور اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے اپنے پورے بدن پر پھرلیں انشاء اللہ حفاظت رہے گی یا۔ یا اللہ یا حافظ یا حفیظ یا ناصر یا رقیب یا وکیل یا اللہ۔ تین بار پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے اپنے پورے بدن پر پھرلیں انشاء اللہ حفاظت رہے گی

مراقبہ اور ذات سے شناسائی۔

مدتوں سے لوگ مراقبہ کو ایک انتہائی پراسرار اور مشکل موضوع سمجھتے رہے ہیں ہمیشہ بڑے بوڑھے اور فارغ لوگوں کو اس کا حقدار سمجھا جاتا رہا ہے۔ پوری دنیا میں مراقبہ پر سائنس طریقہ کار کے تجربات کر کے نتیجہ اخذ کیے ہیں کہ اس عمل سے انسانی ذہن اور جسم پر انتہائی اعلی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ذہنی دباو، کو کم کرنے اور ذہنی سکون حاصل کرنے، مریضوں کو مراقبہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں

جس میں علم تعلیم و عمر کی کوئی قید نہیں۔ اب تو جا کر اسکول اور کالج ،صحتی ادارے وغیرہ جگوں پر تربیتی کلاسز ہوتے ہین۔ پہلے وقتوں مین مراقبہ

کو مذہب کا حصہ سمجھتے تھے

عبادت اور مراقبہ میں فرق۔

مراقبہ ڈائیرکٹ تجربہ ہے اس لئے اسکا تعلق رحانیت سے ہے شعوری دنیا سے نکل کر لاشعوری میں داخل ہونے کی کیفیت کو بھی مراقبہ کہتے ہیں.

عبادت میں اللہ سے بات کی جاتی ہے اور اپنا رابطہ ازل سے جوڑا جاتا ہے مگر مراقبہ میں جب انسان تفکر کرتا ہے تو قدرت کے پوشیدہ راز اُس پر عیاں ہو جاتے ہیں۔ کائنات کی حقیقت سے نا صرف سناشائی ہو جاتا ہے بلکہ مشاہدہ قدرت بھی ہوتا ہے. جس طرح انسان کسی گہری سوچ میں ہو تو وہ بھول جاتا ہے کہ کہاں جا رہا ہوں یا کیا لینے آیا تھا اس طرح مراقبہ میں انسان دنیا سے وقتی طور پر لاتعلق ہو کر اپنا رابطہ عالم بالا سے کر لیتا ہے .

مراقبہ کا مقصد آپ کے جسم، جذبات، اور ذہن کا یکجا کرنا ہے اس اعلی درجہ کی یکسوئی سے اپنے باطن میں غوطہ زن ہونا ہے اور کشف و وجدان کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسطرح ایک انسان کا رابطہ کائنات کی اصل سے جڑ جاتا ہے اور علم و عرفان کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں

نفس، جسم اور ذات کی تحقیق کا مرکز بنایا اور اپنے توجہ کو اپنے اندر کے سفر سے اس جز کو تلاش کیا جو سارے نظام عالم میں اور فرد واحد مین شعوری توانائی کا نفوذ کا رشتہ ہے کہ عالم میں شئے کچھ نہیں سوائے ایک مطلق کے اور یہی اللہ ہے جو کائنات میں ہمیں اپنی ذات کے اندر اور باہر محسوس ہوتا ہے (اللہُ نور السموات والارض) (ھو اول واخر ظاہر و باطن) ہم اللہ کو جانیں۔ مراقبہ اصل میں اپنی ذات کی طرف سفر ہے اور اپنے اندر

(باطن) مین اپنا اصلی گھر تلاش کر لیتا ہے آپ چاہئے کسی بھی رنگ، نسل، مذہب اور روحانی سلسلہ سے منسلک ہوں پڑھے لکھے ہو یا انپڑھ مراقبہ سب کے لئے ایک جیسا عمل ہے مراقبہ آپ کو اپنے باطن کی طرف لے جانے کا موجب بنتا ہے .مراقبہ ذہن کی وہ طاقت ہے

جو اسکو نورانی حقیقی علم سے تعبیر کر سکتے ہیں کیونکہ یہ نور کے چشمہ سے کام کرتا ہے حقیقی مراقبہ کا راز صرف ذہنی تصور کے ساتھ منسلک ہے جو اسکی ابتدائی اور انتہائی سطحوں پر جو اپکی شخصیت، روح، ذات کو آپس میں یکجا کر کے ایک نقطہ سے مربوط کر کے کثرت اور دوئی سے آزادی کا احساس پیدا کر دے.

''مین کا انسانی وجود سے تعلق''

آپ اپنی آنکھیں بند کر کے کوئی ایک لفظ کسی کا نام یا اللہ کا نام 25 مرتبہ اپنے ذہن میں دہرائیں مگر گنتی دل ہی دل میں ہونی چاہئے مگر گنتی کرتے ہوئے ذہن میں کوئی اور خیال نہیں آنا چاہئے اور گنتی میں کوئی غلطی ہو تو دوبارہ سے گنتی شروع کر دئے۔ مگر گنتی ذہن میں ہی رہے نہ کہ ہاتھوں یا انگلیوں پہ اس تجربہ کے کرنے کے بعد ہوسکتا ہے کہ آپ کامیاب کے ساتھ 25 مرتبہ ایک ہی وقت مین ہو جاوئے ...... معاملہ کچھ بھی ہو، تجربہ کچھ بھی ہو بات حقیقت ہے کہ آپ اپنے اندرونی خودی کے وجود کا انکار نہ کر پائیں گیے۔ کیونکہ جب آپ کا ذہن گنتی میں (self) مصروف تھا تو وہ کون تھا جو مشاہدہ کر رہا تھا کہ ذہن سے خیالات گزر رہے ہیں؟ وہ کون تھا جو ایک ہی وقت میں مشاہدہ کر رہا تھا کہ ذہن میں خیالات بھی آ رہے ہیں اور گنتی

بھی ہو رہی ہے؟ کیونکہ آپ کا ذہن کو یقیناً گنتی میں مصروف تھا۔ یقیناً آپ کہیں گئے کہ وہ میں تھا جو دیکھ رہا تھا کہ کوئی خیال ذہن میں آ رہا ہے اور گنتی بھی صحیح ہو رہی ہے۔ وہ کون تھا جو مشاہدہ کر رہا تھا؟ آپ کا جسم یا پھر آپ کا ذہن؟ یا پھر آپ خود؟ اگر آپ یہ سارا عمل دیکھ رہے تھے تو آپ کو اپنے ذہن اور جسم سے علیحدہ ہونا چاہئے۔ جی ہاں دراصل یہ حس آ گاہی ہے جو آپکو اپنے خیالات تصورات سے آ گاہ کرتی اور (self_me) صرف اور صرف خودی اور باہر کیا ہو رہا ہے؟ کہاں ہو رہا ہے؟ دیگر سے آ گاہی کا سبب بنتی۔ اس جاننے والے کو جاننے کا عمل ہی مراقبہ ہے۔ مراقبہ دراصل اپنی ذات سے شناسائی کا عمل ہے-- مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جو ہمیں اپنے اندر سے ملانے کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ خودی اپنی خاصیت کے (self) موجود خودی اعتبار سے انتہائی پرسکون ٹھہراو والی اور از سر نو زندگی بخشنے والی ہے۔ مراقبہ کو سمجھنے کے لئے ہم سب سے پہلے اپنے اندر موجود کو جانیں۔ آپ اس خودی کو اور بھی نام دے سکتے ہیں مثلاً، نفس، خودی وغیرہ

مراقبہ کا مقصد قرب الہی ہے:۔

مراقبات اور مقامات تصوف یہ اللہ کے قرب الہی کی دلیل ہیں۔ جنت فی نفسہ مطلوب نہیں ہے جنت اللہ تو نہیں۔ جنت غیر اللہ ہے، مخلوق ہے۔ اللہ کی مخلوق کا مطلوب کیون ہے؟ مخلوق کے لئے دعا کیوں کرتے ہو مخلوق کے لئے کیوں محنت کرتے ہو۔ صرف اس لئے کہ وہ اللہ کی رضا مندی کی سند ہے اس کا ملنا دلیل ہے اس بات کا کہ اللہ تعالی اس پر راضی ہین۔

اس طرح یہ مراقبات تصوف اور منازل سلوک یہ مظہر ہیں قرب الٰہی کے اللہ کی قرب کی دلیل ہیں جس پر اللہ جتنا مہربان ہوتا ہے اتنی رفعتیں اتنی بلندیاں اسے عطا فرماتا ہے مشائخ کرام فرماتے ہیں اگر عالم بالا کے مراقبات نصیب ہوں تو نوافل پڑھنے سے مراقبہ کرنا زیادہ باعث برکت اور زیادہ ثواب ہوتا ہے فرائض کے بعد سب سے زیادہ جو رحمت وارد ہوتی ہے وہ مراقبہ مین بیٹھے رہنے سے ہوتی ہے

مراقبے کا طریقہ۔

عشاء کی نماز کے بعد یا سوتے وقت یا تہجد میں باوضو رومصلے پر بیٹھیں جگہ سکون اور ہلکی روشنی ہو جس طرح بہتر سمجھیں اس حالت میں بیٹھ جائیں ضروری ہے کہ کمر گردن سیدھی رہے اور کھانا آدھا پیٹ کھایا جائے۔ کھانے کے فورا بعد مراقبہ نہیں کرنا چاہئے۔ دوران مراقبہ حفاظت رہے اس کے لئے حصار کیا جاتا ہے۔ پہلے گیارہ بار درود شریف پڑھے پھر تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے اپنے تمام بدن پر پھیر لیں تو بدن کو کوئی بھی چیز کسی بھی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گی

پھر آنکھیں کی پتلیاں اوپر کی طرف ہوں کر کے اپنی توجہ اپنا دھیان اپنے مرشد کی جانب کریں

اپنے مرشد کی خدمت میں سلام عرض کریں

10 یا **15** منٹ اس طرح بیٹھے رہیں

جو خیالات ذہن میں آئیں اُن کے بارے میں نہ سوچیں، صرف اپنے مرشد کے بارے میں سوچیں/ توجہ/ تصور کریں / دھیان کریں

یا **15** منٹ مراقبہ کے بعد آنکھیں کھول دیں

شروع میں منتشر خیالات ذہن میں آتے ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خیالات کنڑول ہونے لگتے ہیں، مراقبہ شروع کرتے ہی ذہن خالی ہو جاتا ہے پھر مراقبہ میں بیٹھ کر جب باطن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو کانوں میں آواز آنے لگتی ہے جب اس آواز پر دھیان مرکوز کریں تو آپ کو ایک ایسی آواز جیسے میٹھی اور سریلی آواز سنائی دیگی

یا شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ یا پانی کے جھرنے کی آواز یعنی وہ آواز جو پانی کی سطح پر پانی کے گرنے یا پتھروں پر پانی کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بانسری کی آواز۔ گھنٹیوں کی آواز۔ یہ آوازے مختلف انداز اور طرزوں میں سنائی دیتی ہے وقت گزرنے کی ساتھ آواز میں الفاظ اور جملے بھی سنائی دیتے ہیں مراقبہ کرتے کرتے اس میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے پھر آواز سے گفتگو کی نوبت آجاتی ہے

روشنیاں نظر آنے لگتے ہیں، پھر نورانی ہیولے اور مختلف بزرگوں کی ارواح (نورانی شکل میں) سے ملاقات ہونی شروع ہو جاتی ہے، مرشد سے ملاقات ہوتی ہے، روحانی باطنی علوم سکھائے جاتے ہیں، اپنے مراقبات نوٹ کر کے اپنے مرشد کو دکھاتے رہیں تاکہ آپ کی رہنمائی کی جا سکے

مراقبہ کے فواہد۔

بے پناہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ روحانی علم منتقل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کی توجہ اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ منتشر خیالی سے نجات مل جاتی ہے

ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ مسائل حل ہوتے ہیں، پریشانیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کرنے والا کم بیمار ہوتا ہے۔ اپنے خیالات دوسروں کو منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ صاحب مراقبہ روحانی طور پر جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ نیند جلدی آتی ہے۔ دل نرم اور گفتگو لطیف ہو جاتی ہے۔ گزرے ہوئے لوگوں کی روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ سچے خواب نظر آتے ہیں۔ وغیرہ

مراقبے کے بہت سارے اقسام ہیں۔ اللہ تعالی کے اسم سے۔ تصور شیخ۔ رنگوں سے۔ جگہوں کا۔ قلب کا۔ عرش کا۔ موت کا۔ چاند اور سورج کا۔ نور کا وغیرہ

جسم مثالی-نفس (Aura

بعض مشائیں اکرام اور ارباب دانش جو سائنس سے واقف ہیں کافی تحقیقات کے بعد انسان کے جسم سے جڑا ہوا بالکل مادی جسم کے جیسا ہیولا نما دوسرا انسان ایک لطیف روحانی وجود جسے سائنسدانوں نے نفس (Aura) کا نام دیا اور نفس پر معلومات فراہم کی ہیں کہ قرآن و حدیث میں نہ صرف روح، نفس، جسم کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے بلکہ ان کی انفرادی شناخت اور تخلیقی وفنائی مراحل کا تذکرہ بھی ہے "مثلاً" روح - امر رب ہے یہاں قرآن نے روح کو رب کا حکم قرار دیا ہے

نفس - خواہش و ارادے سے منسوب ہے۔ جسم - جسم عمل سے منسوب ہے- جبکہ مسلمانوں نے انسان کو تین نظاموں کا مجموعہ قرار دیا ہے

شروع سے آج تک نفس کی تعریف خواہش یا نفسانی خواہش کی جاتی رہی ہے، جس طرح مادی جسم منفرد ہے اس طرح نفس اپنی انفرادی شناخت

رکھتا ہے خواہش اور نفسانی خواہش تو نفس کی بے تحاشا خصوصیات میں سے دو خصوصیات ہیں - لہذا نفس سے مراد کوئی خواہش، یا ذہن یا کوئی پیچیدہ نفسیاتی مسلہ نہیں بلکہ مادی جسم اور لطیف اجسام کے مجموعے کو نفس کہتے ہیں - مادی جسم سمیت ہر جسم نفس ہی کہلائے گا - یعنی ہر قسم کا جسم چاہے مادی ہو یا لطیف وہ نفس ہے - یہ ہے نفس کی اصل آفاقی تعریف - جبکہ روح ان تمام طرح کے اجسام سے الگ شئے ہے، مادی جسم اور لطیف اجسام جسم ہونے کے سبب سب نفس کے دائرے مین آتے ہیں

انسانی جسم کے اوپر ایک روشنی کا ہیولا نما (oval) شکل کا جسم ہے جسے باطنی نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۹۳۰ کی دہائی میں روس میں کیرلین نامی الیکٹریشن نے ایسا کیمرہ ایجاد کیا جس کیمروں کے ذریعے اسکی تصویر کشی اتارنا بھی ممکن ہو گی ہے. سائنس اور خاص کر ریڈیو ایکٹیو ٹیلنا لوجی کے بعد ریز رٹیکنا لوجی سے پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان کا جسم ایک خاص قسم کی ریڈیشین خارج کرتا رہتا ہے ہر وقت انسانی بدن سائنس اعتبار سے بھی شعائیں خارج کرتا رہتا ہے. جب اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو یہ رنگوں کے چکروں کی صورت میں نظر آتا ہے گیس کی صورت میں دھویں کی مانند- یہ گیس یہ دھواں دراصل روشنی (بجلی) ہے یہ گیس کا جسم دراصل روشنی کا جسم ہے، درحقیقت AURA ہی اصل بنیادی نفس ہے، نفس- کا یہ جسم ایک قسم کی روشنی کا جسم ہے aura رنگ و روشنی سے مرکب ایک وجود ہے، لہذا یہ لطیف اجسام نہ تو روح ہیں نہ ہی روح کے حصے بلکہ یہ تمام لطیف اجسام نفس ہیں

ہر جسم نفس ہے لیکن ہر جسم کا اپنا ایک انفرادی نام بھی ہے ً مثلاً ظاہری جسم کو مادی جسم کہا جاتا ہے اسی طرح لطیف اجسام کے نام بھی ہیں آج ایک انسان کے جتنے بھی اجسام (اورا، چکراز، سبٹل باڈیز وغیرہ) سے واقف ہیں اور وہ اجسام بھی جن سے ابھی ہم واقف نہیں ہو پائے وہ سب نفس ہین - ان تمام اجسام کا اصل آفاقی نام نفس ہے - لہذا انسان کا ہر وہ جسم جس میں انسان موجود ہے نفس ہے

دراصل سات رنگوں کے چکروں کا مجموع ہے سات چکر، رنگ، روشنی، گیس یہ سب دراصل اس جسم یعنی aura کے مرکبات ہیں خصوصیات ہیں جن کا مجموعہ ہے یہ جسم یعنی aura - یہ ہمارے مشاہدہ کی باریک بینی ہے کہ ہم اس جسم کی الگ الگ خصوصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں جب ہم اس کو یکجا کر کے مجسم حالت میں دیکھیں گے تو یہ مادی جسم کی طرح مکمل جسم سے روشنی کا جسم ہے

جس طرح مادی جسم روح کا مظہر یا لباس ہے اس طرح aura بھی روح کا مظہر یا لباس ہے - یہ ہے تو مادی جسم ہی کی طرح پورا وجود لیکن ساخت اور ہیت میں مختلف ہے - مادی جسم کا تعلق مادی دنیا سے ہے لہذا مادی جسم عناصر سے مرکب وجود ہے تو aura ایک دوسری فضا کے عناصر سے مرکب جسم ہے یہ کسی اور شئے سے بنا ہے

بھی مادی جسم کی طرح فقط روح کا ایک جسم ہے aura روح کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے - یعنی انسانی شخصیت کا ایک پیمانہ ہے یہ مکمل وجود، مادی جسم کا ہمارے پاس بہت زیادہ علم ہے مادی جسم کی خصوصیات سے تو ہم

آگاہ ہیں لیکن aura تو اپنی انفرادی خصوصیات میں مادی جسم سے بھی بڑھا ہوا ہے

مادی جسم کی تمام تر حرکت وعمل کا دارومدار اسی روشنی کے جسم پر ہے یہ روشنی کا جسم مادی جسم کی تمام تر خصوصیات کا حامل تو ہے لیکن اس کی اپنی ذاتی خصوصیات بھی ہیں

نفس aura مادی جسم کا حرکی قوت یا فیول ہے - مادی جسم کی حرکت وعمل نفس (aura) ہی کی بدولت ہے اگر نفس aura جسم میں ہو تو جسم حرکت وعمل کرتا ہے اگر نفس aura جسم میں نہ ہو تو جسم بے حرکت ہوتا ہے - لیکن یہ نفس aura جسم کی زندگی نہیں ہے - نفس aura کی غیر موجودگی سے موت واقع نہیں ہوتی، نفس...... کی غیر موجودگی سے جسم بے حرکت تو ہو سکتا ہے لیکن جسم پے موت واقع نہیں ہوتی -- aura نفس aura جسمانی اعمال کا سبب ہے - انسان اعمال یعنی صفات وحرکات کا نام ہے اور جسم ان اعمال کا عملی مظاہرہ یعنی جسم میں حرکت وعمل کا سبب aura ہے جسم کی حرکت تو aura کی بدولت ہی ہے اور ہمارے تمام جسمانی اعمال بھی aura کی بدولت ہیں، ہم زندگی میں جتنے بھی کام کرتے ہیں جتنے بھی اعمال کرتے ہیں جتنے بھی کارنامے سرانجام دیتے ہیں یہ سب aura کے ترغیبی پروگرام ہیں ہمارا کھانا، پینا، چلنا، عمل کرنا بڑے بڑے کام کرنا اچھائی برائی کرنا یہ سب aura کے پروگرام ہیں جنہیں وہ جسم ے ذریعے عملی جامہ پہنا تا ہے یعنی ہمارے ہر عمل کا سبب aura, ہے جتنا انسان دنیا سے دور اور اللہ تعالی کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اتنا

ہی اس کا جسم مثالی بڑھتا جاتا ہے۔ باطنی نگاہ سے اس کا نظارہ کیا جا سکتا ہے خواب کی حالت میں یہی روشنی کا جسم حرکت کرتا ہے، اس کی رفتار روشنی کی رفتار کے برابر ہے۔ اس لیے خواب میں ہزاروں میل کا سفر پلک جھپکتے میں طے ہو جاتا ہے، روحانی لوگ کہتے ہیں کہ اصل یہی روشنی کا جسم ہے. سب سے پہلے بیاری بھوک اور دوسرے احساسات اس جسم میں پیدا ہوتے ہیں اس کے بعد مادی جسم میں سرائیت کر جاتے ہیں۔ جسے مادی جسم کھانے سے طاقت حاصل کرتا ہے ویسے ہی روشنی کا جسم یا جسم مثالی ذکر وعبادت سے بڑھتا ہے، پرورش اور طاقت پاتا ہے یہی جسم مراقبے میں حاکت کرتا ہے۔فوت شدہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی اروح سے ملاقات کرتا ہے ان سے روحانی علوم حاصل کرتا ہے۔ دم کرتے وقت یہی جسم حرکت کرتا ہے کشف و کرامات اس سے صادر ہوتی ہے

اس کی بینائی کو تیسری آنکھ کہتے ہیں تیسری آنکھ دونوں آبروں کے درمیان میں ماتھے پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کے لطف وکرم سے جب نور محمدی ﷺ عطا ہوتا ہے وہی اس آنکھ کا نور ہوتا ہے اس کی حرکت سے انسان غیب کی دنیا کا نظارہ کرتا ہے کسی چیز کی بنیاد پر غور کرتے وقت ماتھے پر تیسری آنکھ کی حرکت اور وزن محسوس ہوتا ہے۔ یہ وہی نگاہ ہے کہ جس پر پڑ جائے دنیا اس کی نظر سے گر جاتی ہے اور اس کا دل دنیا سی خالی اور اللہ پاک کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے اس سے بند دلوں کے تالے کھلتے ہیں یہی نگاہ کیمیا آدمی کو انسان بنا سکتی ہے۔ اولیاء اللہ کو یہی نگاہ کیمیا حاصل ہوتی ہے اس سے دوسروں کے اجسام مثالی کی بیماریوں اور نفس کی سرکشیوں کا علاج ممکن

ہے، اللہ پاک کے فقیر اس سے لوگوں کے دل منور کرتے ہیں وظائف اور ریاضتیں اس جسم مثالی کی طاقت کو بڑھاتی ہیں

ذکر:۔

الملذین امنو وتطمین قلوبھیم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمین القلوب

زمین پر رہنے والا ہر فرد و بشر حقیقی خوشی کا متلاشی ہے اس کی تمام امیدیں اسی نقطے پر مرکوز رہتی ہیں۔ بعض لوگ مال و دولت میں خوشی تلاش کرتے ہیں اور بعض باوقار پیشہ ورانہ زندگی میں بعض اچھی شادی میں وغیرہ جب یہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں تو انہیں اس سے جو خوشی ملتی ہے وہ بالعموم عارضی نوعیت کی ہوتی ہے روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جسے ان چیزوں سے حقیقی اطمینان یا سکون نصیب ہوا ہو

حقیقی خوشی، حقیقی طمانیت سکون اور راحت صرف اور صرف خدا کی یاد کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا نے یہ بات اپنی مقدس کتاب قرآن کی اس آیت میں فرمائی ہے:۔

الملذین امنو وتطمین قلوبھیم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمین القلوب ۔(سورۃ الرعد۔)

وہ جنہوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے.

خدا اطمینان قلب کی یہ کیفیات اس شخص کو عطا کرتا ہے جو اپنا سارا وقت اس کی یاد میں بسر کرتا ہے

اللہ کے ذکر سے رحمت کا نزول اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔نماز قائم کرو میرے ذکر کے لئے ......(سورۃ ۔۱۴)

یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں خشیت اور حاجزی کے ساتھ آہستہ آواز سے ہر صبح وشام اور تمہارا شمار غافلوں مین نہ ہو۔سورۃ۔العمران۔۱۹۱)

یعنی شب و راز خشکی و تری سفر وحضر، غنی وفقر میں بیماری وصحت میں ظاہر یا پوشیدہ حالت میں ذکر کا حکم فرمایا ہے ولذکر اللہ اکبر یعنی اللہ کا ذکر ہر شئی سے بڑا ہے۔

اور فرمایا گیا ہے فاذ کرونی اذ کرکم ۔ یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمارا ذکر کرتا ہوں تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں

ترمذی نے انسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ہمراہ ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اگر وہ میرا ذکر اپنے جی میں کرتا ہے تو میں بھی اس کو ذکر اپنے جی میں کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں بھی اسکا ذکر مجمع میں کرتا ہوں اور یہ مجمع اس کے مجمع سے بہتر ہوتا ہے. خدا کا یہ قول ہے کہ جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لے کافی ہوا کرتا ہے۔تم مجھ کو شوق ومحبت سے یاد کرو میں تم کو وصل اور قربت کے ساتھ یاد کروں۔تم مجھ کو حمد وثنا کے ساتھ یاد کرو میں تم کو احسان وجزا کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھ کو توبہ کے ساتھ یاد کرو میں تم کو گناہ کی

بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھ کو بغیر غفلت کے یاد کرو میں تم کو بلا مہلت یاد کروں گا۔تم مجھ کو ندامت کے ساتھ یاد کرو میں تم کو کرم کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھ کو اخلاص کے ساتھ یاد کرو مین تم کو اخلاص کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھ کو استغفار کے ساتھ یاد کرو میں تمہاے رنج دور کرنے سے یاد کرون گا۔تم مجھے دل سے بیاد کرو مین تم کو حجاب کے ساتھ کرنے سے یاد کروں گا۔تم مجھ کو اقرار کے ساتھ یاد کرو میں تم کو گناہ کے مٹانے کے ساتھ یادکوں گا۔تم مجھ کو سچے طور پر یاد کرو میں تم کو معافی کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھ کو تعظیم کے ساتھ یاد کرو میں تم کو عزت کے ساتھ یاد کروں گا

ایک چیز ایک چیز کو پاک کرتی ہے اور دل کو پاک کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے. ذکر الہٰی سے دل پاک ہوتا ہے اور جب تک دل پاک نہ ہو کوئی ذکر قرار نہیں پکڑتی .صوفیاء اس لئے اپنے ارادتمندوں ، مریدوں کو اوراد وظائف مجاہدہ، چلہ کی مشقت سے گذارتے ہیں ۔ تاکہ آئینہ دل منور ہو جائے.

ہر وہ نعمت جو یاد الہٰی سے غافل کر دے اور اس کے محبوب کی محبت کے ولولے کو سرد کر دے بہت بڑا عذاب ہے اور ہر وہ تکلیف جو کسی غافل کو ہشیار کر دے اور یاد الہٰی کی طرف راغب کر دے بہت بڑی نعمت ہے

ذکر اپنا پورا اثر دکھا تا ہے ۔ ذکر کرتے وقت انسان حاجزی اور انکساری کا مجسمہ بنا ہوا ہو۔کبر وغرور اور غفلت وکاہلی سے کوسوں دور ہو اور اس بات کا ہر وقت شدید احساس ہو کہ اس کے اعمال اور اس کا ذکر اس بار گاہ رفعت وجلال کے شایان شان نہیں

محض عقل سے اللہ نہیں ملتا، اور جو عقل میں آ جائے وہ خدا ہو نہیں سکتا کیونکہ عقل محدود ہے، محدود میں غیر محدود کیسے آ ئے گا؟ اگر کسی کے عقل میں آ جائے کہ خدا یہ ہے تو ہرگز وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ غیر محدود ہے وہ محدود عقل میں کیسے آ ئے گا اس لئے رسول ﷺ نے منع فرما دیا کہ خبردار مخلوق میں تو غور و فکر کرو مگر اللہ کی ذات میں مت سوچو تمہاری قوت عقلیہ اور فکر یہ محدود ہے۔ بھلا ایک گلاس میں مٹکے کا پانی آ سکتا ہے؟ جب چھوٹے محدود میں بڑا محدود نہیں آ سکتا تو محدود میں غیر محدود کیسے آ ئے گا۔ اللہ تعالی کی ذات یاد کرنے کئے لئے ہے یـذکرون اللہ ۔فرمایا۔ اللہ تعالی کو یاد کرو بس اس یاد سے وہ دل میں آ جائیں گے اگر اس کے خلاف چلو گئے تو گمراہ ہو جاو گئے.

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
مین جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

قرب الٰی کے لئے متابعت ضروری ہے.

ذکر کرنے سے سالک کے اندر مطلوبہ اسم کے انوارات سینے میں قرار پکڑ لیتا ہے تو مشاہدات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور سالک کے اندر روحانی صلاحیتیں بڑھانے کا باعث بنتے ہین کشف والہام کی بارش ہونے لگتی ہیں راز فطرت قلب پر عیاں ہونے لگتے ہیں لہذا ذکر وفکر کی جو تعلیم مرشد کی طرف سے دی جائے اس پر عمل کرنا چاہے مراقبہ کی پابندی سے کرنا چاہئے تا کہ سالک روحانی منزلیں طے کرتا رہے اور اس کی ترقی کا عمل کہیں جمود کا شکار نہ ہو جائے.

طالب حق کو چاہئے کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہے اللہ کی جانب متوجہ رہئے جیسے کسی شخص کے کان یا دانت میں درد ہو تو بظاہر وہ کسی بھی کام مین مشغول ہو اسے درد کا احساس ہوتا رہتا ہے درد نہیں بھولتا، اس طرح سالک کو چاہئے دنیاوی کاموں مین مصروفیت کے دوران بھی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز رکھے اور کسی بھی لمحے اپنے دل سے اللہ تعالی کی یاد کو نہ بھلائے. ہر وقت اس کی اللہ کی موجودگی کا احساس ہونے لگے ہر طرف اللہ کء تجلیات نظر آنے لگیں گی اللہ تعالی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ حیی القیوم ہے وہی حقیقت ہے باقی سب کچھ فنا ہونے والا ہے جو نظر آتا ہے وہ حقیقت مین سراب ہے، حقیقت دیکھنی ہے تو باطنی نگاہ چاہئے باطنی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب دل دنیاوی خواہشات سے پاک ہو جائے بندہ نفس کی غلامی سے آزاد ہو جائے

محبت ذکر سے ملتی ہے اللہ جانتا ہے کہ میرے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت نہیں کہ مجھ سے محبت کرو، میرا جمال جب ان پر منکشف ہو گا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کریں گئے۔ بس ان کو یہ بتا دو کہ میرا نام لیا کریں، میں عقل سے نہیں ملتا۔ عقل کے لئے میں نے مخلوق پیدا کی ہے۔ یتـفـکرون ۔خلق کے لئے اور یـذکرون ۔خالق کے لئے ہے۔فکر خلق کے لئے ہے ذکر خالق کے لئے ہے جب اللہ کے ذکر سے دل میں نور آ ئے گا تو آپ خود ہی روز بروز مست ہوتے چلے جائیں گئے

نگاہ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے

ذکر۔ اللہ کی یاد یعنی ہر وہ چیز جس کے توسل سے یادِ حق ہو خواہ اسم ہو یا رسم، فعل ہو یا جسم، کلمہ ہو یا نماز، تلاوت قرآن، یا درود شریف، یا ادعیہ، یا کیفات یا کوئی چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو اور طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے اصطلاح تصوف میں ذکر کے نام سے موسوم ہے۔ ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر و مذکور کے درمیان سے جملہ حجابات اُٹھ جاویں

مادی جسم کے اندر موجود باطنی انسان ایک جیتا جاگتا وجود ہے جو انسان کی توجہ کا طالب ہے جس طرح مادی جسم کی تندرستی کے لئے صحیح غذا ضروری ہے اس طرح باطنی وجود کی غذا ہے جس سے وہ سکون محسوس کرتا ہے، تندرست وتوانا ہوتا اور قوت حاصل کرتا ہے

واذ کر ربک فی نفسک تضر عاً و خیفة و دون الجھر من القول بالغدو والاصال و لا تکن من الغفلین -

(اعراف-۲۰۵)...... اور صبح وشام ذکر کرو اپنے رب کا دل میں سانسوں کے ذریعے بغیر آواز نکالے خفیہ طریقے سے عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو

اُدعو ربکم تضر عاوخفیة انه لا یحب المعتدین......(اعراف-۵۵) اپنے رب کا ذکر کرو خفیہ طریقے سے عاجزی کے ساتھ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا

ذکر کا حکم خفیہ طریقے سے کرنے کا مطلب بغیر آواز کی ذکر کرنا ہے اور سانسوں کے ذریعہ ذکر کا حکم اس لے ہے کہ سانس کا تعلق روح سے ہے چنانچہ سانسوں کے ذریعے اسم اللہ-ھو- کا ذکر روح یا باطنی انسان کی قوت کا باعث ہے

اللہ کا قرب جسم نے نہیں روح نے حاصل کرنا ہے البتہ روح کا عروج جسمانی

اعمال کی درستی کا باعث ہے

ھو اللّٰہ الذی لا الہ الاھو ......وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر-ھو (ذات حق تعالیٰ) فقراء اور عارفین نے "ھو" کو اسم اعظم اور سلطان الاذکار بتایا ہے

امام رازیؒ فرماتے ہیں "ھو" اسم اعظم ہے

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں- "ھو" عارفین کا آخری اور انتہائی ذکر ہے

ذکر لسانی۔ جو ذکر زبان سے کیا جاوئے اُسے ذکر ناسوتی بھی کہتے ہیں

ذکر قدسی۔ جو ذکر دل سے کیا جاوئے اُسے ذکر ملکوتی بھی کہتے ہیں

ذکر نفسی۔ تصور عقلی سے مقصود اصلی کی جانب بڑھنا اسے فکر بھی کہتے ہیں

ذکر روحی۔ حق کا بجہت اسماء و صفات مشاہدہ کرنا اسے ذکر جبروتی اور مشاہدہ بھی کہتے ہین

ذکر لاھوتی۔ انوار تجلیات ذات بے جہت و بے مثل کا قلب سالک پر چمکنا اسے ذکر سری اور معائنہ بھی کہتے ہین

اللہ اللہ کرتے کرتے ھُو نظر آیا مجھے
ھُو میں جب میں گُم ہوا تو، تُو نظر آیا مجھے
تیرے نظر آنے سے کچھ اور نہ نظر آیا مجھے
بس ہر جگہ اللہ ہی اللہ نظر آیا مجھے

ذکر نفی۔ اثبات۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا

ذکر اسم ذات ۔ اللہ کا ذکر۔ ذکر ملکوتی۔ الا اللہ کا ذکر

ذکر جبروتی ۔ اللہُ کا ذکر ۔ ذکر لاہوتی ۔ ھوھو کا ذکر

ذکر رابطہ ۔ رابطہ شیخ کو قائم رکھنا حاضر و غائب حضور میں رعایت ادب اور رضائے خاطر کے ساتھ اور غیبت میں نگہداشت تصور کے ساتھ

اللہ تعالی کا ہر اسم ایک صفت اللہ ہے ایک چھپا ہوا خزانہ ہے اور ہر صفت اپنے اندر طاقت اور زندگی رکھتی ہے جب لوگ اللہ کا نام ورد زبان کرتے ہیں تو ان کے اوپر رحمتوں اور برکتوں کی بارش برستی ہے اور تاثیر کا ظاہر ہونا ضروری ہے اس بیش بہا خزانے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہر نام کی تاثیر اور پڑھنے کا طریقہ الگ الگ ہے

کسی اسم کی بار بار تکرار سے دماغ اس اسم کی نورانیت سے معمور ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے اسم کے انوار دماغ میں ذخیرہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے بگڑے ہوئے کام بننے لگتے ہیں اور اثرات مرتب ہوتے ہیں.

ذکر چار اقسام میں منقسم ہے. گھر کے کسی خاص کمرے کو منتخب کر لئے جہاں پر تنہائی ہو اور جگہ پاک وصاف ہو روشنی کم ہو، اندھرا ہو تو اچھا ہے تمام اذکار کی بیٹھک نماز کی بیٹھک ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر رکھے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑے رہیں یا چار زانو بیٹھے ذکر کی تعداد کم سے کم پانسو مرتبہ ہے اور زاہد سے زاہد تین ہزار بار جس قدر زاہد کریں اس قدر جلد مقصود تک رسائی ہوسکتی ہے اوسط دوجہ ایک ہزار مرتبہ ہے، ذکر سے فارغ ہو تو زور زور سے سانس نہ لیا کریں بلکہ سانس کو روک کر تھوڑا تھوڑا چھوڑا کریں• تاکہ ذکر کی ساری حرارت یکدم نہ نکل جائے اور جس قدر سانس بھی چھوڑیں تو ناک سے چھوڑے . منہ بالکل نہ کھولیں . وقت فجر کی

نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد تہجد کے وقت میں افضل ہے. ذکر کے وقت اپنے پیر کا تصور رکھنا لازم ہے

دل کو پراگندہ خیالات خطرات سے بچائے رکھنا ضروری ہے ان کے دور ہونے کے لے پیر سے التجا کرنی ضروری ہے ۔ پیر کی طرف متوجہ ہونے توجہ کو لگاے رکھنے سے خطرات دور ہو جاتے ہیں ۔ نور ذکر آنے لگتا ہے

ذکر زبانی - زبانی ذاکر سیف زُبان ہوتا ہے. زبان کے کیے بہت سے اذکار ہیں لا اِلٰــہ اِلاّ اللّٰہِ کو ورد کرے اور ہر سُو مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ ایک بار ضرور کہے کیونکہ لا اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ ذکر جلالی ہے اور ۔ محمد رسول اللہِ ذکر جمالی ہے وساوس شیطانی اور نفسانی سے قلب کی صفائی کے لئے اس سے بہتر کوئی ذکر نہیں. اس کے بعد اِلاّ اللّٰہُ کا ورد کرے اور تصور میں قلب پر ضرب لگائے اس کے بعد اِللہُ کا ورد کرے اور آخر میں حق ھُو کا ورد کرے.

ذکر زبانی کو ذکر جلی، ذکر جہری، یا لقلقہ بھی کہتے ہیں.

ذکر قلبی - دل میں محبت الٰہی کا ایسا داغ ہو جاتا ہے اور زندگی و موت میں ہرگز نہیں مرتا. پاس انفاس وحبس دم وغیرہ سارے اذکار تصفیہ دل کیلیے کیے جاتی ہیں اس کا طریقہ بھی ذکر جہری کی طرح ہے لیکن اس میں زبان تالو سے لگا کر اسے بے حس رکھا جاتا ہے. ۔ اللہُ ھو ۔ کو مقام قلب سے اوپر کھینچ کر لائیں اور ھوُ کے ساتھ آرام سے چھوڑنا ہوتا ہے یعنی اللہُ کو قلب سے لائیں اور اس کو تھوڑا وقف کر کے ھوُ کے ساتھ دیں. بحالت بیدای وخواب بلقصد و بلا قصد و ارادہ ذکر میں مشغول رہے تو تصفیہ قلب ہو گا اس ذکر کو

وسوسہ بھی کہتے ہیں .

ذکر روحی - اِللہ کو اوپر کھینچ کر ۔ھوُ کو نیچے عالم میں چھوڑ نا ہوتا ہے .

روحی ذاکر ہمیشہ ارواح انبیاءِ واولیاء کا ہم مجلس رہتا ہے اور اُسے نفسانی مجلس اچھی نہیں لگتی . ہوُ ہوُ یہ ذکر معرفت کہلاتا ہے . جب روح کا یہ ذکر ترقی کرتا ہے اور روح صاف ہو جاتی ہے تو سالک معرفت سے درجہ اسرار میں داخل ہو جاتا ہے .اس ذکر کو مشاہدہ کہتے ہیں .

ذکر سّری - پر ظاہری و باطنی تجلیات کے مشاہدے اس طرح برستے ہین جس طرح باران رحمت کے قطرات برستے ہیں .اور جب یہ چاروں ذکر یکبارگی ہوتے ہیں تو عارف باللہ ہو جاتا ہے .اَنَا ہے ہوُ میں مست رہتا ہے یہی ذکر الاذکار سلطانی کہلاتا ہے .

پاس انفاس :- اسم ذاتی اَللہ کا ورد ہو سانس کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ جب سانس اندر لئے تو اللہ کر تصور ہو اور سانس باہر ہو تو ہ ۔ کا تصور کرئے اور اس کی مشق کرئے تا کہ بلا تکلف کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو' اسے پا انفاس کہتے ہیں اس ذکر سے جسم کا رواں رواں ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے اور باطن میں اسم ذات کی نورانیت سرایت کر جاتی ہے جس سے قلب منور ہو جاتا ہے . باللہ التوفیق .

اسمِ اعظم :- اللہُ اسم اعظم ہے مگر اس کا اثر تب ہی ہوتا ہے جب کہ پڑھنے والے کے دل میں بجز اللہ تعالی کے کوئی نہ ہو اللہ وہ کلمہ ہے جو ہر مہم کو آسان کر دیتا ہے ہر غم وفکر دور کر دیتا ہے اللہ ہر غالب پر غالب ہے اللہ مظہر العجائب ہے .

.سانس لیتے وقت اللہ کو کھینچ کر تالو میں لئے جاتے ہیں اور پھر اُمالد ماغ میں ھوُ کو ذکر کرتے ہوے آہستہ آہستہ ناک کے ذریعہ چھوڑ نا ہے .دونوں آنکھوں کی نظر کو اوپر دونوں اَبرو کے بھیج میں تصور پیر کا خیال کرنا ہے

اور چلتے پھرتے یا کوئی کام کرتے وقت بھی ھوُ کی ذکر کا دھیان ہمیشہ رہے .

ایک ذکر ھوھو (وہی وہ) کا بھی ہے ۔اس ذکر کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دوزانو یا چوزانو یا جیسے بیٹھنے میں آرام ہو بیٹھ کر سامنے رخ کر کے منہ اٹھاتے ہیں ۔ چہرہ کو بلند کر کے ھو کہتے ہین ۔ داہنی جانب رخ پھیر کر ھو کہتے ہیں ۔ بائیں جانب رخ پھیر کر ھو کہتے ہوے دل پر ضرب لگاتے ہیں

ایک طریقہ ھو کے ذکر کا یہ ہے کہ دم کو اندر لیتے ہوے ۔ھو ۔ چھوڑتے ہوے ۔ھو۔ خیال کے ذریعہ سے کہتے رہیں

ایک طریقہ ذکر ۔ یا ھو ۔ کا یہ ہے کہ ۔ یا ھو ۔ کہتے ہوے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ضرب لگاے

ایک ذکر لا ھـو الا ھـو کا بھی ہے ۔ لا ھـو کہتے ہوے سر کو اٹھاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دل سے اللہ کے سواے سب کو نکال باہر کر رہا ہوں ۔ پھر سر کو نیچا کر کے الا ھــــــو کی ضرب دل پر لگاتے اور یہ تصور باندھتے ہیں کہ اللہ کو دل مین بٹھا رہا ہون ۔ تجلی ذات کے ذکر میں الف ولام کو گرا دیتے ہیں

بعض ذکر روح کے کھولنے کے ہیں جس کو کشف ارواح کہتے ہیں ۔

ان اذکار کے کرنے سے جو روح بھی جہاں کہیں بھی ہو اس کا کشف ہو جا تا ہے ذکر کے لے جس طرح بیٹھا کرتے ہین ۔ اس طرح بیٹھ جائیں "یا رب" اکیس مرتبہ کہیں یا روح الروح کہتے ہوے دل پر ضرب لگائیں ۔ پھر سر کو اونچا کر کے یا روح کہیں مراقبہ میں ہو جائیں

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ یا رب اکیس مرتبہ کہیں ۔ یا روح کہتے ہوے دل پر ضرب لگائیں ۔ یا روح یا روح الروح کہیں ۔ یا رب کی ضرب دل پر لگائیں مراقبہ مین آجائیں ۔ اپنے دل اپنی روح کو مطلوب کی طرف لگاے رکھیں دل و جان سے متوجہ ہو جائیں تا کہ وہ ظاہر ہو جائے ۔ جب ظاہر ہو جائے تو روح سے جو چاہین سوال کریں

کشف قبور کا ایک ذکر اس طرح کیا جا تا ہے ۔ قبر کے نزدیک میت کے سینہ کے مقام کے پاس بیٹھ جاتے ہیں ۔ یا نور کہتے ہوے سر اونچا کر کے آسمان کی طرف بلند کرتے ہین ۔ پھر یا نور کہتے ہوے دل پر ضرب لگاے تو اکشف لی (مجھ پر کھل جا) کہتے ہیں تیسری ضرب قبر پر لگاتے ہیں

بعض ذکر اجابت ۔ دعوت ۔ میت کی بخشش چاہنے کے بھی ہیں ۔ وہ اس طرح کرتے ہیں کہ دائیں جانب یا قریب ۔ بائین جانب یا رقیب ۔ دل کی جانب یا محیط ۔ کی ضرب لگاتے ہیں ۔ سر کے اوپر آسمان کی طرف رخ کر کے یا مجیب کہتے ہوے دوزانو پر کھڑے ہو جاتے ۔ اپنے دونون ہاتھوں کو اٹھا کر پھر نیچے لا کر منہ پر پھیر لیتے ہیں ۔ اس طرح ختم تک دل کو حضور کے ساتھ مقصود سے لگاے رکھتے ہیں جو بھی مقصود یا مراد ہو بر آجاتی ہے

بعض شیوخ نے اپنے مریدوں کو صرف یا محیط یا مجیب کی اور بعض

یا محیط یا رفیق کی بعض یا شفیق یا رفیق کی تلقین کی ہے

ایک ذکر النور کا بھی ہے ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ یا نور کہتے ہوے داہنی جانب ضرب لگاتے ہیں ۔ یا نور کہتے ہوے بائیں جانب ضرب لگاتے ہیں یا منور کہتے ہوے دل پر لگاتے ہیں ۔ ہر روز اس طریقے سے ذکر کریں تو انوار کھل جاتے ہیں

چند ذکر اردو مین بھی کئے جاتے ہین ۔ "وہ ہی ہے" کہتے ہوے داہنی جانب "یہی ہے" کہتے ہوے بائیں جانب "یہیں ہے" کہتے ہوے دل پر ضرب لگاتے ہین

چند مخصوص اذکار میں سے ایک ذکر شیخ کا بھی ہے ۔ شیخ کا نام لیا جاے ۔ سر و چہرہ کو اٹھایا جائے ۔ نیچے لا کر دل پر ضرب لگائی جاے ۔ یہ ذکر اصلی ہے جس قدر زیادہ کریں بہتر ہے ۔ کاٹنے والی تلوار، زوراثر اور بہت با اثر ہے

جو کچھ عالم میں ہے وہ تجھ سے باہر نہین اپنے آپ مین طلب کر جو کچھ ہے تو ہے

جب کوئی بندہ جلی یا خفی ذکر کرتا ہے اس کے اندر **vibration** کا عمل جاری ہو جا تا ہے ۔ اس کے حواس ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ۔ سالک جب ذکر الٰہی میں مشغول ہو تا ہے تو روشنی اور نور سے بنے ہوئے جسم مین نورانی کرنٹ دوڑ جاتا ہے ۔ خوشی کی لہریں اس کے اوپر سے خوف اور غم دور کر دیتی ہیں

ذکر میں دیر نہ کرو :۔

جوشخص گناہ سے آپ کو بچائے گا اس کا ذکر میں زیادہ مزہ آئے گا۔ لیکن پاک ہونیکے انتظار میں ذکر مین دیر نہ کرئے یہ نہ سوچے کہ جب ہم بالکل پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔نہیں اگر گناہ ہوتے رہیں تب بھی اللہ کا ذکر شروع کر دین۔ ذکر کی برکت سے ان شاء اللہ گناہ بھی چھوٹنے لگیں گئے

مولانا رومیؒ نے اس کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ناپاک جس پر غسل فرض تھا اور دریا کے کنارے پر کھڑا تھا اس نے دریا سے کہا کہ ائے دریا میں تیرے اندر آ کرنہا نا چاہتا ہوں مگر میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے میں تیرے اندر آوں گا تو گستاخی ہو جائے گی ، بے ادبی ہو جائے گی۔ دریا نے ہنس کر کہا او ناپاک شخص قیامت تک ناپاک کھڑا رہے گا۔ باہرا گر تجھ کو پاک ہونا ہے تو دھم سے کود جا اس ناپا کی کی حالت میں کود جا ، تیرے جیسے لاکھوں ناپاک میرے اندر آ کر پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے ناپاک نہیں ہوتا۔تو اللہ کے نام میں اس کا بھی انتظار نہ کرو کہ ہم گنا ہوں سے پاک ہو جائیں گئے تب ذکر کرئیں گے جس حالت میں بھی ہو دیر مت کرو۔ اللہ کے نام کی یادس سے انشاء اللہ گنا ہوں کی اندھیرے خود بھاگ جائیگے

نگاہ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے

مریدین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھے، وضو

بے وضو پاکی ناپاکی ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں۔ ہر سلسلہ میں کسی نہ کسی اسم کا ورد کرایا جاتا ہے

اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی عبادت فرض نہیں کی کہ اس میں معذور آدمی کا عذر قبول نہ فرمایا ہومگر ذکر الہی ایسی عبادت ہے کہ جس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔کوئی اللہ کے ذکر سے معذور نہیں فرمایا اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے رات ہو یا دن ذکر دل سے ہو زبان سے ہو خشکی مین یا سمندر میں ہو۔ بندہ خوشحال ہو یا غریب الحال ہو تندرست ہو یا بیمار ہو جس حال میں بھی ہو بندے کو چاہے کہ اللہ کا ذکر کرتا رہے

جس ذکر میں روح اور قلب شامل ہو جائیں اس ذکر کی بڑی اہمیت ہے ذکر اس طرح کیا جائے کہ کسی دوسرے کو اس کا علم نہ ہو

ذکر کرنے سے سالک کے اندر مطلوبہ اسم کے انوارات ذخیرہ ہو جاتے ہیں جو سالک کے اندر روحانی صلاحتیں بڑھانے کا باعث بنتے ہین لہذا ذکر وفکر کی جو تعلیم مرشد کی طرف سے دی جائے اس پر عمل کرنا چاہے مراقبہ کی پابندی سے کرنا چاہئے تا کہ سالک روحانی منزلیں طے کرتا رہے اور اس کی ترقی کا عمل کہیں جمود کا شکار نہ ہو جائے .

طالب حق کو چاہئے کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہے اللہ کی جانب متوجہ رہئے جیسے کسی شخص کے کان یا دانت میں درد ہو تو بظاہر وہ کسی بھی کام مین مشغول ہو اسے درد کا احساس ہوتا رہتا ہے درد نہیں بھولتا ، اس طرح سالک کو چاہئے دنیاوی کاموں مین مصروفیت کے دوران بھی اپنی

توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز رکھے اور کسی بھی لمحے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہ بھلائے. ہر وقت اس کی اللہ کی موجودگی کا احساس ہونے لگے ہر طرف اللہ کء تجلیات نظر آنے لگیں گی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ حیی القیوم ہے وہی حقیقت ہے باقی سب کچھ فنا ہونے والا ہے جو نظر آتا ہے وہ حقیقت مین سراب ہے، حقیقت دیکھنی ہے تو باطنی نگاہ چاہئے باطنی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب دل دنیاوی خواہشات سے پاک ہو جائے ، بندہ نفس کی غلامی سے آزاد ہو جائے دل میں ریاکاری نہ رہے، یہ مقام حاصل کرنے کے لئے سچی لگن اور تڑپ چاہئے جو اللہ سے عشق کئے بغیر ممکن نہیں

اُٹھا کر سر تمھارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

ذکر کے بعد دعا:۔

ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرئے کہ یا اللہ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کو مذکور تک پہنچا دے یعنی اپنی ذات تک مجھے پہنچا دے ۔اللہ تعالیٰ راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔نعمت ایمان نصیب فرما دے اور اس دنیا میں بھی اور روز حشر بھی حضورﷺ کی شفاعت فرمائے ۔آمین

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے جو رخ تیرا ادھر ہے
تا حشر ترے در سے مرا سر نہ اٹھے گا
یہ سر سرِ زاہد نہین سودائی کا سر ہے

اَنا ۔

جو شے آپ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دے وہی آپ کے لے بُت ہے چاہے وہ شے عورت ہو، اولاد ہو، مال و دولت ہو، دنیاوی شان و شوکت اور مرتبہ ہو یا آپ کی اپنی اَنا ہو آج کے دور مین بہت سے جھگڑے اَنا کی وجہ سے ہوتے ہیں. ہر شخص 'میں' کو اہمیت دیتا ہے جیسا میں چاہتا ہوں ویسا کرو جیسا میں کہہ رہا ہوں وہ کرو جیسا مین کہوں ویسے ہی کرو، میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے ۔میں نے جو کہہ دیا ہے وہی سب کو کرنا پڑے گا ۔ یہ 'میں' کیا ہے؟ یہی 'اَنا' ہے اَنا پرست شخص کی سوچ صرف اپنے تک محدود رہتی ہے اسے سب سے زیادہ اپنی ذات عزیز ہوتی ہے اس کے لئے دنیا میں سب سے قیمتی شے اپنی مرضی ہوتی ہے اَنا پرست شخص دنیا کو اپنے اشاروں پر چلانا چاہتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر شخص اس کا تابع فرمان ہو اپنی اَنا کے خلاف وہ کوئی بات سننا پسند نہین کرتا ۔اس کی مرضی کے مطابق اگر کوئی کام نہ ہو تو چیخنے چلانے لگتا ہے اخلاقیات سے گر جاتا ہے

تصوف میں اس 'اَنا' کو ختم کروایا جاتا ہے، انسان جب اپنی 'میں' سے باہر آتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی بساط مین 'میں' کی حقیقت کچھ بھی نہیں کائنات کسی انسان کے تابع نہیں ۔سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی مالک الملک ہے وہی رب العالمین ہے وہی ہر شے کا مالک ہے وہی ہر شے کو پیدا فرماتا ہے اَنا کا دعوی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر صادق آتا ہے اللہ تعالیٰ جب کچھ کرنا چاہتا ہیں وہ تبھی ہوتا ہے جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جہاں چاہتے ہیں وہیں وقوع پذیر ہوتا ہے .تصوف انسان کو 'اَنا' کے خول

سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں لاتا ہے تو اس پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ کائنات کی بساط پر 'میں' کچھ بھی نہیں

اس 'اَنا' کے بت کو توڑنے کے لئے انسان کو بار بار آزمائشوں سے گزرا جاتا ہے اس کی لوگوں سے وابستہ توقعات توڑی جاتی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اسے نہیں ملتا بار بار ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آخرکار اس پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ 'میں' کچھ بھی نہیں سب کچھ اللہ تعالی کا ہے. جو چیز تجھے اللہ تعالی سے دور کر دے وہی تیرا بت ہے

اللہ کے سامنے دو "انا" (میں) کی گنجائش نہیں۔ تو بھی "انا" کہتا ہے اور وہ بھی "انا" کہتا ہے۔ یا تو اس کے سامنے مرجائے یا وہ تیرے سامنے مرجائے، تاکہ دوئی نہ رہے لیکن یہ کہ وہ مرجائے اس کا امکان نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں۔ ھوالحی الذی لا یموت۔ وہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرتا

جب کہ اس کا مرنا ممکن نہیں تو مرجا تاکہ وہ تجھ پر تجلی ڈالے اور درمیان سے دوئی اُٹھ جائے۔ جب دو پرندوں کو جنسیت کے وجود سے باہم باندھ دیا جائے تو دونوں کے دو دو پر مل کر چار ہو جائیں گے۔ لیکن اس طرح وہ اُڑ نہیں سکتے کیونکہ دوئی قائم ہے۔ لیکن اگر ایک زندہ پرندہ سے دوسرا مرا ہوا باندھ دیا جائے تو وہ زندہ پرندہ اسے بھی لے اڑے گا کیونکہ دوئی باقی نہ رہی

اگر تمہارا۔ تم ہونا۔ تم میں ہے
تو یہ تمہارا تم ہی تو تمہارا غیر ہے

تیری بارگاہ میں دو کی گنجائش نہیں
سارا علم تو ہے اور تیری قدرت

ماسوئے اللہ:۔

عام طور پر بت اس جسد بے روح کو کہتے ہیں جو سنگ تراش یا بت گر پتھر تراش کر یا مٹی وغیرہ سے یا کسی اور طرح کسی کی تشبیہ صوری تیار کرتا ہے. لیکن ہر وہ چیز جو غیر خدا ہے اور جس کی پرستش کرتے ہیں وہ بت ہے غرض کہ ہر وہ چیز جو ماسوی اللہ کے تحت للہ میں ہے اور جس میں اُلجھ کر رہ جانا بندہ اور حق کے درمیان حجاب ثابت ہو وہ بت ہے۔ خواہ وہ صورت ہو یا سیرت ہو خیال ہو یا عمل عادت ہو یا اسم اور اعتقادی صورت اُس میں انہاک بت پرستی ہے ماسوی اللہ کی خواہش حجاب ہے۔ نفس بھی ماسوی کے تحت میں ہے اس لئے خواہشات نفسانی کی پیروی بھی بہت بڑا حجاب اور اللہ کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے

حجاب ہر وہ چیز جو بندہ کو حق تعالی سے دور کر دے۔ ماسوی اور خیالات ماسوی سب سے بڑا حجاب حجاب خودی ہے

صوفی کے نزدیک ہر مظہر بت ہے عام اس سے مجازی بت پرست اُس کی پرستش کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں اور یہ کائنات اس کے نزدیک ایک بت خانہ ہے جو بتوں سے لبریز ہے۔ گویا اُس کے نزدیک ہر چیز جو خدا کی جانب رہنمائی کرئے بت ہے چونکہ کائنات کی ہر چیز مظہر ہے واحد حقیقی کی اور چیز اُس کی جانب رہنمائی کرتی ہے اس لئے ہر چیز بت ہے اور جملہ

مظاہر کو مظاہر ہونے کی حیثیت سے دیکھنا اور اُن میں مظہر کو ٹٹولنا صوفیاء کی اصطلائی میں بت پرستی ہے۔ مجاز میں بت معشوق کو بھی کہتے ہیں ہر وہ صورت جس میں اُن کا مطلب ظاہر ہوتا ہے اس کے نزدیک بت ہے بت چونکہ درمیانی چیز ہے طالب و مطلوب کے درمیان رکاوٹ ہو جاوئے

الفاظ و اسم الہیٰ :۔

الفاظ میں عظیم الشان قوت، توانائی ہوتی ہے یہ انسان کے قلب میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں اور خیالات میں طوفان، خارجی ماحول کی تعمیر و تخریب میں ان کا اثر نہایت قوی ہوتا ہے الفاظ اور حروف براہ راست جسم پر موثر ہوتے ہیں جیسے چند دواوں کو باہم ملا دے تو ا

یک خاص مجموعی اثر نمایاں ہوتا ہے بعض دوائیں کے استمال سے بدن میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض دوائیں کے استعمال سے بدن میں تھنڈک پیدا ہوتی ہے اس طرح حروف و الفاظ سے بنے جملے میں حرارت و برودت پیدا ہوتی ہے الفاظ کا ناثر کائنات کے غیر مری روحانی جوہر پر ہوتا ہے الفاظ کی قوت زندہ ہوتے ہیں

جو لفظ زبان سے نکلتے ہیں خالی نہیں لوٹ کر آتے بلکہ اس مقصد کی تکمیل کرتے ہیں جس کے اظہار کے لئے زبان سے نکلتے ہیں ان میں قوت عمل کوٹ کوٹ کر بھری ہے حروف و الفاظ بعض ناری بعض نوری ہوتے ہیں اللہ تعالی کی تخلیقی قوت ان میں کام کر رہی ہے اسم الی اور قرآنی آیت میں بھی وہی قوت اور تاثر ہوتی ہے

جب بھی حق تعالی پر بھروسہ کر کے قوت کے ساتھ کہتے ہو کہ یہ چیز

یوں ہوتی چاہے الفاظ میں وہ قوت پیدا ہو جائے گی جو تمھاری مراد کو خارج میں ظاہر کر کے رہے گی متقیوں کے الفاظ میں قطعا تخلیقی قوت ہوتی ہے ۔عملیات اور جادو، بیماری وغیرہ میں الفاظ جملے کی شکل میں پڑھے جاتے ہیں .اللہ کے اسم کا ذلر جب ہم کرتے ہیں قوت و تاثر پیدا ہو جاتی ہے

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

خواب اور زندگی :۔

زندگی کی دوسری حالت (جس کو نیند کہا جاتا ہے) میں ہم دیکھتے ہیں سنتے ہین، محسوس کرتے ہیں، خود کو چلتا پھرتا دیکھتے ہیں لیکن جسم حرکت نہیں کرتا اس (process) سے یہ ثابت ہوا کہ روح اس بات کی پابند نہیں ہے کہ گوشت پوست کے ساتھ ہی حرکت کرئے ۔ روح گوشت پوست کے بغیر بھی حرکت کرتی ہے گوشت پوست کے جسم کے بغیر حرکت کرنے کا نام ؐخوابؐ ہے خواب

حضرت امام جعفر صادقؓ سے منقول ہے کہ خواب کی تین قسمین ہیں 1-مومن کے لئے خدائے تعالی کی طرف سے خوشخبری کا آنا 2-شیطان کا ڈرانا 3- پریشان خیالات کا دکھائی دینا

دوسری معتبر حدیث مین فرمایا کہ جھوٹے خواب جن کا اثر نہین ہوتا وہ خواب ہیں جو رات کے وال حصے میں دکھائی دیتے ہیں یہ سرکش شیطانوں کے غلبہ پانے کا وقت ہے اور وہ چند خیالات کو مشکل کر کے دکھاتے ہیں جن

کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی سچے خواب رات کے پچھلی تنہائی میں طلوع صبح صادق تک دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کے اُترنے کا وقت ہے یہ خواب جھوٹے نہیں ہوتے سوائے اس کے کہ سونے سے پہلے جو کچھ خدا کا ذکراور اس کی یاد کرنی چاہیئے وہ نہ کیا ہو ان حالات میں اس کا خواب سچا نہ ہوگا - یا اس کا اثر دیر میں ظاہر ہو گا

اتوار کے دن کا خواب نیک ہوتا ہے آفتاب سے تعلق رکھتا ہے - پیر کے دن کا خواب بھی نیک ہے ماہتاب سے تعلق رکھتا ہے - منگل ے دن کا خواب مریخ سے تعلق رکھتا ہے اُس کو نہ پوچھنا چاہیئے - بدھ کے دن کا خواب عطارد سے تعلق رکھتا ہے جس کے دن قوم ہود علیہ السلام اور اصحاب الرس ہلاک ہوے تھے یہ بھی نہ پوچھنا چاہیئے - جمعرات کا دن مشتری کا ہے اول روز کا خواب سعادت اور خوشی کی دلیل ہے اور جمعہ کا روز زہرہ کا ہے خوشی اور نشاط اور عیش اورو جمیت خاطر کی دلیل ہے

ڈراونے خووب کبھی شیطان کی طرف سے ہوتے ہین ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ اٹھتے ہی بائیں جانب تین بار - اعوذ باللہ پڑھ کر پھونکیں اور تھوکیں اور ایسے خوابوں کا اعتبار بھی نہیں ، بعض دفعہ پیٹ میں گیس بھر جانے سے صفرا اور بلغم کے غلبے سے اور دماغ مین گھٹنے سے خراب خواب نظر آتے ہیں حاملہ عورتوں کو یا جن خواتین کی ماہواری ٹھیک وقت پر نہیں آتی ، ان کی اکثر ساری ساری رات ڈراونی اور خراب خوابوں میں گزرتی ہے ان کا کوئی اعتبار نہیں اس کا علاج یہ کہ آیت الکرسی سات بار اور چار قل تین تین بار میٹھے تیل پر دم رکے رکھ لیں سوتے وقت دو قطرے کان مین

ڈال لیا کرین (شمع شبستان)

انسان خوابوں کے ذریعے سے اپنے اخلاق اور صفت کو جانا سکتا ہے جس صفت کا غلبہ ہوتا ہے وہ اکثر خواب میں نظر آتے ہیں بزرگوں کا فرمانا ہے کہ خواب کے ذریعے سے اپنے چارون نفسوں میں کس طرح کا خواب نظر آتا ہے اُس کی علامت کو پہچان کر انسان اپنے اعمال کو درست کر لیے

نفس امارہ :-

جب انسان کو خواب میں سُور یا کُتا ، ہاتھی ، بچھو ، سانپ ، چوہا ، پسو ، جوں ، چڑیا ، گدھا ، حاجت خانہ ، اسطبل ، شراب ، بھنگ ، افیون ، یا اسی جیسی ملتی جلتی شے گندا پانی ، کیچڑا ، ٹھرا ہوا پانی ، تالاب یا جوہڑ ، جاری پانی جس کا رنگ سیاہ یا مٹی جیسا ہو دیکھتا ہے تو اُس کو سمجھ جانا چاہے کہ یہ تمام صفات نفس امارہ کی نشانیاں ہیں اور ایسے خواب دیکھنے والا شخص نفسانی خواہشوں کے تابع ہے کیونکہ خنزیر صفت ناجائز کام کی ہے ، کتا صفت غضب اور غصہ کی ہے ، ہاتھی صفت غرور اور تکبر کی ہے ، سانپ صفت منافق کی ہے ، بندر صفت سخن چینی کی ہے ، بچھو صفت عذاب کی ہے ، چڑیا ، جوں ، پسو ، چچڑی سے ایسا گناہ ہے جو مکروہ ہے ، حاجت خانہ محبت دنیا میں غرق ہونے پر دلالت ہے شراب و نشہ آور چیزیں ناجائز کام اور فاسد خیالات کی دلیل ہے

جو شخص عورتوں کو خواب میں دیکھتا ہے تو اس کی عقل میں نقصان کی دلیل ہے - داڑھی منڈواتے یا تراشتے ہوے دیکھنا شرع میں نقصان کی

دلیل ہے- کافر بے دین سپاہی کو دیکھنا مذہب میں نقصان کی دلیل ہے- لنگڑے و دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خود خلقت کو اہ کی طرف بلا وے مگر خود اُس کی فرمانبرداری نہ کرے کھودنے کو دیکھنا اللہ کے احکامات کی تعمیل نہ کرنے کی علامت ہے- اندھے کو دیکھنا سچی گواہی کو چھپانے کی دلیل ہے- بہرے کو دیکھنا یہ ہے کہ شریعت کی باتیں نہ سننا اور نہ ہی وعظ کی طرف دھیان دینا- گونگے کو دیکھنا یہ ہے کہ سچی بات نہ کہے- غلام کو دیکھنا جیسے کہ کسی کے روبرو جو بات کہے اُس کے عیب ہی کہے- جاسوس کو دیکھنا یہ ہے سنت کا تارک ہونا- مدہوش کو دیکھنا عشق مجازی میں مبتلا ہونا ہے- خمار باز، مسخرے، قصہ گو کو دیکھنا ترک عبادت اور مباشرت بالزنا پر دلیل ہے- چور کو دیکھنا یہ ہے کہ جو عبادت کرے دکھلاوے کی غرض سے خلقت کے سامنے کرے- دلال کو دیکھنا یہ ہے کہ مجروں سے اپنی نظر کو نہ روکنا ہے اور دروغ گوئی پر دلالت کرتا ہے- قصاب کو دیکھنا دل کی سیاہی کی علامت ہے، بھینگے کو دیکھنا دیکھنے والے کی گمراہی پر دلالت کرتا ہے ایسی چیزیں اپنے خواب دیکھنے والا شخص نفس لوامہ کے زیر اثر ہے

نفس لوامہ :-

جو انسان خواب میں بھیڑ بکری گائے اونٹ مچھلی کبوتر بطخ مرغی اور درخت کھجور پختہ کھاتے ہوئے پائے، سلا ہوا کپڑا محل مانند شہد گنا شربت وغیرہ دیکھے تو وہ نفس لوامہ کے زیر اثر ہے- بھیڑ حلال ہے گائے صفت کام کرنا ہے جس سے انسان کو نفع پہنچتا ہے اونٹ کی صفت بوجھ اٹھانا اور تکلیف

برداشت کرنا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ مومن کی شرط یہ ہے کہ وہ تکلیف برداشت کرے مچھلی کی صفت یہ ہے کہ حلال روزی کھاتی ہے بطخ آبی مرغی کبوتر اور اُن کی مانند پاکیزہ جانور حلال ہوتے ہیں اور حلال پر دلالت کرتے ہیں- خرما اور شہد اخلاق پسندیدہ اور حمیدہ کی دلیل ہیں اور پکے ہوئے کھانے اپنے نفس کی خواہش کو ظاہر کرتے ہیں اور جملہ قسم کے میوے بے معنی کلام سے نجات پانے پر اور گھر اور دکانیں اپنے نفس کی عیش و ارام پر دلالت کرتے ہیں اس قسم کی چیزیں خواب میں دیکھنے والا شخص نفس لوامہ ے زیر اثر ہے

نفس ملہمہ :-

جو شخص خواب میں حور جنت فرشتہ دیکھنا عقل کل او ور عقل ے کمالات اور تقرب خداوندی کے حصول پر دلالت رتا ہے- آفتاب و ماہتاب کا دیکھنا کبھی نہ کبھی معرفت الٰہی حاصل ہونے کی اور مرشد کامل کی طرف رجوع کرنے کی علامت ہے- ان چیزوں کو خواب میں دیکھنے والا شخص نفس ملہمہ کے زیر اثر ہوتا ہے اور اُسے چاہئے کہ وہ ضرور مرشد کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہو جائے تاکہ وہ صراط مستقیم پر آ کر ابلیس کی بہکاوے سے بچ سکے اور اُس کو اپنے مرشد کے وسیلے سے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے کی سعادت حاصل ہو سکے

جو شخص خواب میں سات آسمان دیکھے تو اُس کی نظر ہمیشہ خدا وند تعالی کی طرف لگی رہتی ہے- ستارے دیکھنا اُس کے نفس کا نور ہے

لوگ دیکھنا اپنے نفس کے فنا ہونے کی علامت ہے بجلی کی کڑک کا سننا یا دیکھنا کسی چیز یعنی رازحق سے آگاہی پانے کی دلیل ہے۔ آفتاب اور چراغ اور چاند کا دیکھنا دل کی روشنائی کا نشان ہے ایسے خواب دیکھنے والا شخص مرضیہ کے زیر اثر ہوتا ہے اس لے ایسے شخص کو بھی مرشد کامل کے دست حق پرست پر فوراً بیعت ہو جانا چاہیئے تاکہ وہ اپنے مرشد کے وسیلے سے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کی سعادت حاصل رکے اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقبولیت پا سکے

جوشخص بارش کو خواب میں دیکتا ہے یہ اُس پر رحمت کے دلیل ہے اور برف بارش سے زیادہ رحمت کی نشانی ہے۔ نہر اور دریا اور چشمہ دیکھنے سے مراد معرفت کے ذریعے اخلاص حاصل کرنا ہے ۵ جوشخص ایسے خواب دیکھتا ہے وہ نفس صافیہ الکاملہ کے زیر اثر ہے اس لیے ضروری ہے کہ نفس کی افتوں سے نجات پانے کے لے کسی مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔

ایک ہندو نے کئی سالوں کے گیان کے بعد بہت زیادہ روحانی طاقت حاصل کر لی پھر لوگوں سے اپنی تعریفیں کروانے کے لیے اُن کو

نفس مطمعنہ :۔

کسی شخص کا خواب میں قرآن مجید دیکھنا دل کی صفائی پر دلالت کرتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ خواب میں قرآن مجید سے وہی صورت دیکھے یا تلاوت کرے جو اُس کے حال کے مطابق ہو یا آئندہ کے لے خوشخبری ہو۔

پیغمبروں کی خواب میں زیارت کرنا اسلام اور ایمان میں ترقی کی نشانی ہے۔ بادشاہوں کو دیکھنا اللہ تع الی کی عبادت یا ریاضت کی طرف رجوع کرنے کی علامت ہے عاشق صادق یا شیدائے کا دیکھنا اللہ تعالی کی عبادت میں استقامت اور توجہ باطنی کا رجوع کرنا ہے۔ خیرات کرنا اور پیر و مرشد کا دیدار اپنے نفس کی رہنمائی کی علامت ہے۔ قاضی، جج، مجسٹریٹ کا دیکھنا اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری کی علامت ہے۔ بیت اللہ شریف، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کی زیارت بحالت خواب اپنا ولی وہم اور وسوسوں سے پاک ہونے کی علامت ہے۔ مسجد، جامع مسجد، جھنڈا، کمربند اور تیر کمان دیکھنا شیطانی وسوسوں سے نجات پر دلالت کرتا ہے ایسے خواب دیکھے والا شخص نفس مطمعنہ کے زیر اثر ہوتا ہے اور ایسے شخص کو چالیے کہ وہ فوراً کامل مرشد کے دست حق پرست پر بیعت ہو جائے تاکہ اُس کو اپنے مرشد کے وسیلے سے حضور نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہو سکت اور دوسرے لوگوں کے لے ایک نمونہ بن جائے

اللہ کا فضل :۔

اگر کوئی شخص کپڑے نہیں پہنتا اور سمجھتا ہے کہ اللہ کا فضل ہو تو میرے جسم کو جاڑے کے موسم میں سردی اور ٹھنڈک نہیں پہونچے گی یہ شخص اتنا بڑا بےوقوف ہے کہ اسقدر نہیں سمجھتا کہ اللہ کا فضل ہی ہے کہ جب جاڑا پیدا کیا تو اسے گرم کپڑے بنانے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے اور کپڑوں کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے اسکا نام فضل نہیں کہ کپڑے کے بغیر سردی نہ معلوم ہو

اللہ تعالی کریم ورحیم ہے:۔

جو بُرا کام کریگا بُری سزا پائیگا۔اے نفس شاہد تو یہ کہے کہ اللہ کریم و رحیم ہے مجھ پر عذاب نہ کریگا تو اسکا جواب گوش ہوش سے سن۔کہ وہ رحیم و کریم دنیا میں لاکھوں آدمیسوں کو بھوکوں کیوں مارتا ہے، بیمار کیوں بناتا ہے قتل خون کیوں بہاتا ہے طوفان زلزلہ کیوں بھیجتا ہے۔ تجھے خواہش ہوتی ہے تو دولت و مال پیدا کرنے کے واسطے تمام دنیا کے حیلے اور تدبیریں تو کیوں کرتا ہے اس وقت کیوں نہیں کہتا کہ اللہ کریم و رحیم ہے میں تکلیف نہ کروں وہ خود میرے کام بنا دیگ

ثواب وعذاب کیوں ہے ہمارے گناہ سے اللہ تعالی کا کیا نقصان:۔

اللہ تعالی کا عذاب اس وجہ سے نہیں ہے کہ تو نے بُرا کام کیا اور وہ تجھ سے خفا ہو کر اس کے عوض میں عذاب دیتا ہے۔اور ثواب اس وجہ سے نہیں کہ تو نے اچھا کام کیا اور وہ تجھ سے خوش ہو کر اس کے صلے میں تجھے خلعت عنایت فرماتا ہے یہ باتیں اللہ تعالی کی شان عفت سے دور ہیں

اگر خون،صفرا،بلغم یا سودا اور کوئی غلط جب تیرے بدن میں زیادہ ہوتا ہے یا کم ہوتا ہے تو اس سے ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے بیماری کہتے ہیں اور جب دوا کھانے سے اس کا اثر غالب ہوتا ہے تو اس سے ایک حالات پیدا ہوتی ہے اس صحت کہتے ہیں۔اس طرح جب خواہش غصہ حسد وغیرہ تجھ پر غالب ہوتے ہیں تو ان کا قیدی ہو جاتا ہے تو اس سے ایک آگ پیدا ہو کر جان میں لگتی ہے اس سے تیری ہلاکت ہوتی ہے تیرے

عذاب کے واسطے دوسری جگہ سے کوئی چیز نہین لائینگے تیری ہی چیز تجھے دئے گئے۔ انما هی اعمالکم ترد الیکم ۔(یہ تمھارے ہی اعمال ہیں جو تمھاری طرف لوٹائے جاتے ہیں) پس تیرے شہوت اور غصہ آتش دوزخ کی اصل ہے اور وہ تیرے ساتھ تیرے باطن میں موجود ہے

جس طرح زہر کھانے سے آدمی بیمار ہوتا ہے اور بیماریِ آدمی کو قبر کو لیجاتی ہے اس بات میں نہ کسی کا غصہ ہے نہ انتقام۔اس طرح معصیت اور شہوت آدمی کے دل کو بیمار کر دیتی ہے اور وہ بیماری تیری آگ ہو جاتی ہے۔شہوت،غصہ،حسد،کینہ،تکبر،حریص وہوس وغیرہ سے تجھ میں آتش دوزخ پیدا ہوتی ہے جس طرح زہر یا بُری چیز کھانے سے آدمی کے بدن میں بیماری۔یہ بات نہیں ہے کہ تیری نافرمانی کے سبب سے ڈاکٹر تجھ سے خفا ہوتا ہے بلکہ زہر کی وجہ سے تجھ میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے

چار پرندوں کے ذبح کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے:۔

کبوتر۔جو ہمیشہ آدمیون سے مانوس رہتا ہے اس کو مارو اور محبت کا رشتہ مخلوق سے توڑ لو

مرغ۔جو ہمیشہ شہوت پر مائل رہتا ہے اس کو ذبح کرو اور اپنے کو شہوت کے جال سے ازادی دو

کوّا۔جو ہمیشہ لالچ کا خزانہ ہے اُسے قتل کر کے حرص اور لالچ کی صفت چھوڑ دو

مور۔جو بہت خوبیوں کا جامع ہے اُسے مار دو ہر مراد اور زینت سے بند کر لو تا کہ تم ہمیشہ زندہ رہو

کن امور سے ایمان بڑھتا ہے :۔

۱. زیارت قبور ۲.خاص اللہ کے لئے صدقہ کرنا ۳. جھوٹی قسمین کھانے سے پرہیز کرنا ۴. دوسروں کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھنا اور اگر کہیں اتفاقیہ نظر پڑ جائے تو فوراً آنکھ نیچی کر لینا ۵. لوگوں کے گناہوں سے تغافل کرنا کیونکہ جو شخص لوگوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے اور ان کوٹوہ میں رہتا ہے اسے اللہ تعالی اس وسوسے میں ڈال دیتا ہے کہ اللہ تعالی نافرمان پر انعام کرتا ہے اور اپنی نعمت جاری رکھتا ہے اور اسے بہت سے عطیے دیتا ہے چنانچہ جو شخص اس کی معصیت پر نظر رکھتا ہے یہ کہنے لگتا ہے کہ شاید اسے یہ نعمت اسکی ءمعصیت کی وجہ سے ملی ہو اور شیطان اسی کے دل میں گناہ کرنے کا خیال ڈال دیتا ہے کہ دیکھو اللہ نے باوجود اس کے گناہوں کے اس پر کس قدر انعام کیا ہے اور تجھے باوجود عبادت کے محروم رکھا ہے یہ تو حکمت کا متقی نہین وغیرہ

کھانے اور پینے کی چیزوں پر قرآن پڑھنے کا ثبوت

جاپانی سائنسدان ڈاکٹر ایموٹو جاپان انسٹیٹیوٹ برائے تحقیق کے سربراہ نے زم زم پانی کی تحقیق کے بعد مزید انکشاف کیا کہ مسلمان کھانے‘ پینے اور ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں انہوں کہا کہ جس پانی پر بسم اللہ پڑھی جائے اس میں عجیب قسم کی کی تبدیلی وقوع پذیر ہو جاتی ہے- جب لیبارٹری میں اس بات کو ٹسیٹ کیا گیا تو دیکھنے میں آیا کہ بسم اللہ پڑھنے کے بعد پانی میں خوبصورت بلور بن گئے‘ انہوں نے پانی پر قرآن مجید کی آیات پڑھوائیں تو اس میں بھی عجیب قسم کا تغیر واقع ہوا- انہوں نے کہا کہ

پانی میں اللہ تعالی نے عجیب قسم کی صلاحتیں رکھی ہیں - پانی میں قوت سماعت‘ احساس‘ یاداشت اور ماحول سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہے - اگر پانی پر قرآن مجید کی آیات تلاوت کی جائیں تو اس میں امراض سے علاج کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے- پانی ماحول کے منفی اور مثبت حالات کا اثر قبول کرتا ہے

کھانے اور پینے کی چیزوں کو سامنے رکھ کر جب قرآن کی آیتوں کو پڑھا جاتا ہے تو اس میں عجیب قسم کی تبدیلی وقوع پذیز ہوتی ہے جس کا ثبوت ایک جاپان کے سائنسدان نے کیا ہے جب کے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے **فکلو مما ذکراسم للہ علیہ ان کنتم بایتہ مو منین و ما لکم الا تا کلو ا مما ذکر اسم اللہ علیہ** (الانعام- ۱۱۹۰۲-۱۱۸)

سوتم اس سے کھایا کرو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو- اگر تم اسکی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

قرآن کریم تو مسلمانوں کے لیے رحمت اور شفاء ہے **شفاء و رحمة المومنين** پھر اگر اس کی تلاوت کر دینے سے کھانا حرام ہو جاوے تو قرآن رحمت کہاں رہا

پانچ کلمے کس واسطے ہوئے ؟

کلمہ طیب واسطے صفائی دل کے-کلمہ شہادت واسطے صفائی زبان کے-کلمہ تمجید واسطے صفائی سینہ کے-کلمہ توحید واسطے صفائی روح کے ہے- اور کلمہ رد

کفرواسطے صفائی ایمان کے ہے۔
اے حق کے طالبو سنو۔ اصل معنے کلمہ ۔خدا کو دیکھنا پہلا فرض ہے
2. دوسرا فرض نماز وہ ہے اپنے آپ کو سمجھنا۔ تیسرا فرض روزہ رکھنا روزہ وہ ہے جس میں غیر کا خطرہ نہیں لانا۔ چوتھا فرض زکوۃ وہ ہے اپنے جسم سے بےخبر ہونا۔ پانچواں فرض حج وہ ہے دید میں محو ہونا یہ پنچ بنا اسلام کو قائیم کر کے نماز روزہ زکوۃ حج کلمہ یہ پانچ فرض ادا کریں تو خدا کی دیدار ہوتی ہے.

نفس کو روح حیوانی سے مناسبت ہے ۔عقل کو روح ملکوتی سے اور قلب ان دونون کے درمیان ہے اور اُس مین جامعیت ہے جس کی بنا پر اسے لطیفہ انسانیہ کہتے ہیں، عقل گویا روح کی زبان ہے

روح کا کام الفت عقل کا کام یقین اور سر کا کام مشاہدہ

حج کیا ہے؟

اہل عرفان کے نزدیک حج بیت اللہ بھی سلوک الی اللہ ہے۔احرام سے اس جانب اشارہ ہے کہ مخلوق تک کے شہود کو ترک کر دیا جائے فطرت کا تقاضہ ہے کہ جب کس شخص کی نظر مخلوقات سے ہٹ جائے گی تو وہ تکلفات لباس سے آزاد ہو کر صرف ضرورت ستر پوشی کے پورا کرنے اور شدامد موسمی سے بچنے کی غرض سے ایک سادہ کپڑا اکمر سے باندھلے گا اور ایک سادہ سا کپڑا ابطور چادر کے کاندھے پر ڈال لے گا. یہی وضع احرام کی ہے تو گویا احرام باندھتے وقت مخلوقات اُس کی نظروں سی گر گئی اور ماسوئی کی اُس نے

نفی کر دی. بے سلے کپڑے پہننے میں بھی یہ اشارہ ہے کہ صفات ذمیمہ سے مجرد ہو کر صفات محمودہ اختیار کر لئے جائیں

میقات سے قلب مراد ہے۔مکہ سے مرتبہ الہی ۔کعبہ سے ذات ۔حجر اسود سے لطیفہ انسانیہ اور اُس کی سیاہی سے مقتضیات طبعیہ کی رنگتوں کی جانب اشارہ ہے

طواف کعبہ سے یہ مراد ہے کہ ہویت مطلقہ کے ادراک کی کوشش کی جائے اور اُس کے ٹھکانے اور منشاء اور مشہد کے معلوم کرنے کے لئے سعی کی جائے.

سات مرتبہ طواف سے اس جانب اشارہ ہے کہ جن اوصاف سے اس کی ذات تمام وکمال کو پہنچی یا جن اوصاف کے ادراک کے بغیر اُس کی ذات تک رسائی محال ہے وہ سات ہیں۔حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام اور اس میں یہ نکتہ بھی شامل ہے کہ بندہ ان صفات میں اپنا خیال درمیان سے ہٹادے اور حق تعالیٰ کی صفات کی جانب رجوع ہو جائے تا کہ اُس کی حیات اللہ کی طرف منسوب ہو اُس کا علم اللہ کی طرف منسوب ہو اور اُس کا ارادہ اور اُس کی قدرت اور اُس کا سمع و بصر و کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہوں

طواف کے بعد مقام ابراہیم پر صلوۃ سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص مین یہ جملہ امور کمال کو پہنچ گئے اُس مین احدیت کا ظہور ہو گیا اور حق تعالیٰ کا ناموس اُس میں قائم ہو گیا اور اُ کے جسم میں اسماء وصفات کے آثار کا ظہور ہو جاوئے

اولاد کی مشابہت کسی طرح ہوتی ہے

انسانوں اور حیوانوں کی صحبت میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انسان سارے جسم سے صحبت کرتا ہے اور جانور صرف آلہ تناسل سے انسان ہر دن ہر وقت مجامعت کرسکتا ہے مگر جانور دنوں اور وقتوں میں اور یہی وجہ ہے کہ جانور شہوت رانی کے لئے شرم گاہ کی طرف جاتا ہے۔ مگر مرد بوسو کنار ہاتھ سینے وغیرہ

انسان کے تمام اعضاء میں قوت شہوت ودیعت کی ہے اور وہ تمام اعضاء سے صحبت کرتا ہے، بخلاف دیگر حیوانات کے کہ ان کے صرف عضو مخصوصہ میں شہوت ہے یہی وجہ ہے کہ انسانوں پر غسل واجب حیوانوں پر نہیں اور جانور کے شرم گاہ میں بھی شہوت نہیں

جانور کا نطفہ صرف صرف مادہ منویہ ہی کے زریعہ رحم مین پہنچتا ہے مگر انسان کا نطفہ زوج وزوجہ کے ہر عضو سے دخول کرتا ہے صرف مادہ منویہ ہی سے نہین، جانور کی مجامعت سے صرف انتقال جسم ہوتا ہے۔ مگر انسانی صحبت سے مختلف اشیاء ۔ا. مادہ منویہ سے جسم اور اعضاء ۲. ہم شکلی چہرے اور ہاتھ پیر کی ۳. نفس ناطقہ ۴. عقل ۵ .فہم ۶. ادراک ۷. حسن ۸. نفس امارہ ۹. نفس مطمہنہ اور یہ سب چیزے مختلف اعضاء سے ہوتی ہین۔ اگر یہ سب کچھ اصطلائی نطفے سے ہوتیں تو لازم تھا کہ ہر جانور کو یہ چیزیں حاصل ہوتیں

وہ مختلف مادے جو مختلف طریقوں سے مرد سے جدا ہو کر رحم زوجہ مین پہنچے ولد کی اصل حیات ہے- انسان کی مختلف طریقے سے کہ ظاہراً دخول عضو مخصوصہ مگر باطناً یا حقیقتاً ہر عضو سے

عناصر اربعہ بوقت صحبت صرف آلہ تناسل سے باپ سے مان کی طرف منتقل ہوتی ہیں انسان کی تکمیل خلقت کے لے صرف عناصر اربعہ کے علاوہ اور بہت چیزیں درکار ہیں جو آلہ مخصوصہ سے منتقل نہ ہوسکتی تھیں لیکن بو سے اور پیار سے نطق انسانی منتقل ہوا یہی وجہ ہے کہ بجز انسان کوئی بھی نفس ناطقہ سے یعنی عقل وشعور ادراک سے مزین نہ ہوا نہ جن و ملک نہ جانور۔ انسان کے کہ وہ ظاہر باطن میں اپنے مان باپ دادا دادی نانا نانی کے ہم شکل ہوتا ہے، گویے کا بیٹا۔ گویا ہی ہوتا ہے، عقل فہم ادراک شیطانیت رحمانیت علم شعور رحیمی کریمی جیسی تمام صفات باپ ہی کی طرف سے اولاد کو میسر ہوئیں یہ سب مادہ منویہ سے پیدانہیں ہوئی ۔ بلکہ ہاتھ پیر کان ناک سینہ چہرہ سر دماغ نے بھی بیوی کی انہی اعضاء سے مجامعت باطنی کی تھی

نطفہ چونکہ ابتدائی جزیئات میں سے ہے اس لئے مان باپ کی نسلیت کا اس پر بہت اثر ہوتا ہے گویے کا بیٹا پیدائشی گویو ہوتا ہے۔ عالم کا بیٹا علم کی طرف راغب ہوتا ہے، بادشاہ کی اولاد بادشاہی طبیعت ہی رکھتی ہے ذاکر والدین کے بیٹے ذاکر ہوجاتے ہیں، ڈاکٹر کا بیٹا ڈاکٹر ہوتا ہے

باپ کی پشت سے عناصر اربعہ کے علاوہ بوقت جماع اور بھی ایسی نعمتیں ملیں ہاتھ پیر اور اعضاء

مشابہت اسی لے ہے کہ ہر عضو سے انتقال انسانی ہوتا ہے چنانچہ

خاوند بیوی کی آنکھوں کے ذریعے ہم شکلی منتقل ہوتی ہے

اگر خاوند بوقت صحبت بچشم خود بیوی کی طرف متوجہ ہوتو اولاد بیوی یا بیوی کے والدین سے مشابہ ہوگی

اگر بیوی اپنے خاوند کو دیکھتی ہوتو اولاد خاوند کے مشابہ ہوگی ۔ ماں بوقت جماع جس کی شکل دیکھتی ہوگی اور جس کے خیال مین گم ہوگی اس کی ہم شکلی کا اثر ولد پر پڑے گا ۔ بوقت صحبت ہاتھ کی لمس سے قوت لامسہ اور شباہت کا انتقال ظاہر ہوتا ہے ۔

پسلیوں کے جڑنے سے روح انسانی لا دخول ہوتا ہے جو پہلے قلب مادر مین ٹھہری رہتی ہے

رانوں کے ملاپ سے نفس امارہ منتقل ہوتا ہے کہ یہی شیطان کا مقام ہے

آنکھوں کے تعلق سے شرم وحیا اور ہم شکلی منقلی ہوتی ہے ۔آنکھیں بھی روح قیامی کے دخول وخروج کا راستہ ہیں

سینے کے لمس سے کیفیات طیبہ کا انتقال ہے اسی سے چاہت صدری کا بھی حصول ہے ۔ پیشانی کے قرب اور ملاپ سے نفس مطمینہ ضمیر انسانی کا دخول ہے ۔کہ یہی نور معرفت کا مقام اول ہے غرض کہ سارا خاوند ساری بیوی سے دخول کرتا ہے جیسے کہ آئینہ کے مرد شبیہی طور پر آئینے میں داخل ہو جاتا ہے

تمام ارواح چہرے کے راستے دخول بطن کر تی ہے ۔مگر نفس الٰہی ماتھے سے اور روح الٰہیٰ اگر باپ کے واسطے سے ہوتو ماتھے سے اگر بلا

واسطہ ہوتو گریبان کی حبل ورید کی ذریعہ ۔۔ روح اور نور نطفہ مخصوصہ کے ذریعہ منتقل نہیں ہوتے

نسل انسانی میں مرد کا نطفہ ریڑھ کی ہڈی مین ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ پستانون کے درمیان

ریڑھ کی ہڈی جڑ کی حیثیت رکھتی ہے بعد موت قریب قیامت انہیں ذراّت سے انسانی نشو ونما ہوگی جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتے ہیں تمام جسم فنا ہو جاتا ہے مگر ان کو نہ مٹی فنا کرے نہ آگ نہ پانی ۔ پس کس کا نطفہ اس ہڈی درمیان ہوگا اس سے نسل آگے چلے گی

نطفہ اصلیہ نو مولد بچے کے ساتھ ہے اس کی ریڑھ وغیرہ مسکنوں میں کروڑوں کی تعداد میں اول ہی ودیعت رکھا ہوتا ہے گویا کہ ہر نو مولود بچہ پیدا ہوتے ہی باطنی طور پر کروڑوں بچوں کا باپ اور ماں بنا ہوتا ہے ۔اب جب کہ رحم مادر میں دونوں نطفے والدہ والد کا جمع ہو گئے ۔ اگر مونث کا انڈہ چھوٹا ہوتو جرثومہ یہ توڑ کر کھا جائے گا اس طرح لڑکا یعنی نر حمل بنے گا اور اگر انڈا بڑا ہوتو یہ جرثومہ اس انڈے میں داخل ہوگا اور حمل مونث پیدا ہوگا ، یہ لڑائی چالیس گھنٹے یعنی دو دن اور تین راتیں ہوتی رہتی ہے پھر جس کو میرا رب غلبہ عطا فرمائے وہ لوتھڑا بن جاتا ہے

شیخ کیا ہے :-

شیخ یا پیر ۔رہنما ہے خدا نہیں ہے لیکن وہ خدا سے جدا بھی نہیں ہے لیکن پیر کی محبت دل میں رہے ، پیر کا دیدار اللہ کا دیدار ہے ۔ جب پیر کی ذات کو

قبول کیا تو خدا اور رسول دونوں اسی ذات میں ہیں ، مرشد مین ذات دانا بنی ہے تو مرید میں ذات بے دانا ہے.

جب ہر چیز اس کی پیدا کردہ ہے اور اس کے حکم کے سامنے بے چون وچرا سرافگندہ ہے تو کوئی عقل مند یہ کیونکر گوارا کرسکتا ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو اپنا خدا اور معبود بنا لے ۔ خواہ وہ چیز کتنی ہی بڑی عظیم شخصیت اور مفید ہو. ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کریں تو وہ بھی روشنی میں پہلے کی برابر ہے کچھ فرق دونوں میں نہیں ہے

قرآن ۔ المایدہ ۔35 ۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ وابتغوا لیہ الوسیلتہ و جاھدو فی سبیلیہ لعلکم تفلعون .. یعنے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اسکی طرف وسیلہ اور کوشش ومحنت کرو اِس کی راہ میں تا کہ کامیابی نصیب ہو جایے. ہر وہ چیز جس کے سبب اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے وسیلہ ہے پیر یا شیخ وسیلہ ہیں اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں .٠ پیر کو سب کچھ کہنا یہ عوام الناس کا خیال ہے نہ کہ خواص کا تم یہ کہو کہ ہمارے پیر خدا کے بندے ہیں .مگر اعتقا د ومحبت دل میں رکھو (خدا کو خدا اور بندے کو بندہ کہو) .شکر بولنے مین اور شکر چکھنے میں بڑا فرق ہے ۔ فنا فی الشیخ کے حاصل پر مرشد کی تجلی وارد ہوتی مرشد کا بھید معلوم ہوتا ہے ماعرفت اللہ کل لسانہ ۔ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان بند ہوگئی

اتخذو احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امرو الا لیعبدواالھا واحد لا الہ

الاھو سبحنہ عما یشر کون...... ﴿سورۃ التوبۃ ۔ ۳۱﴾

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے

حضرت عدی بن حاتم ؓ بیان کردہ حدیث سے ہے میں نے رسالت بارگاہ سے یہ آیت سن کر عرض کیا کہ یہود ونصاری نے تو اپنے علما کی کبھی عبادت نہیں کی ، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انہوں نے ان کو رب بنا لیا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ انہون نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علما اور مشائخ نے جس کو حلال قرار دیے دیا اس کو انہوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کر دیا اس کو حرام ہی سمجھا ۔ یہی ان کی عبادت کرنا ہے ۔ کیونکہ حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ۔ یہی حق اگر کوئی شخص کس اور کے اندر تسلیم کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو اپنا رب بنا لیا ہے

شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں ۔

العبد عبد وان ترتی و الرب رب و ان تنزل ۔ خواہ بندہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے خدا نہیں بن سکتا ۔ اسور خدا کتنا ہی تنزل کیوں نہ فرمائے بندہ نہیں بن سکتا .عبد کو معبود کہنا سرا سر کفر ہے

غیر اسلامی تصوف یہ ہے کہ ہے ہر شئی خدا ہے میں بھی خدا تو بھی خدا شجر وحجر بھی خدا بلکہ ہر شئی مظہر خدا ہے یعنی اپنے وجود کے لئے خدا کا محتاج

ہے ہم اس کے بندے ہیں اور وہ ہمارا مالک ہے

۔خودی اور خدا میں کوئی بھید نہیں ہے جب تک عرفان حاصل نہ ہواس وقت تک انسان اپنے آپ کو غیر سمجھتا رہتا ہے لیکن جب قطرہ سمندر میں مل کر سمندر بن جاتا ہے اس کا ذاتی وجود باقی نہیں رہتا بندہ اور خدا دونوں مل کرایک ہو گئے از وائے قرآن کفر ہے ۔اتحاد کے لئے غیر اللہ کا وجود شرط ہے اور غیر اللہ کا وجود ہی نہیں ہے تو اتحاد دونوں میں محال ہے اس لئے نہ تو اللہ تعالی بندہ ہوسکتا ہے اور نہ بندہ اللہ ہوسکتا ہے جو شخص دعوی کرے وصل کا کہ بندہ خدا ہوگیا تو وہ حقیقت سے دور ہوگیا یعنی گمراہ ہوگیا .بندہ ہمیشہ بندہ ہی رہے گا خواہ وہ کتنا بھی ترقی کیوں نہ کرئے اور رب ہمیشہ رب ہی رہے گا خواہ وہ کتنا ہی تنزل کیون نہ فرمائے ۔خدائی یہ سمجھتی ہے خدا پردے میں ہے غیب میں ہے، جب کے غیب نام کی کوئی جگہ نہیں ہے غیب کا راز بس اتنا ہے کہ جو خدا کی تلاش میں نکلتا ہے وہ خود غیب ہو جاتا ہے خدا کا راز خدائی ہے خدائی کا راز خدا ہے

اطراف عالم مین ہم دیکھتے ہین کہ اولیائا کرام کے مزارت ہوتے ہیں ، ان کو غسل دیتے ہین ، چادر چڑھاتے ہین ، سال میں ایک مرتبہ عرس کرتے ہیں اور ایصال ثواب کی نیت سے پڑھ کرکھلا کر ثواب پہنچاتے ہین ، ہم سب اس لئے کرتے ہین کہ یہ ولی اللہ ہین یعنی اللہ کے دوست ہین ۔اللہ یارب سمجھ کرنہین ، اللہ حی القیوم ہے کیونکہ اللہ کا کوئی مزار نہین ہوتا نہ اس کو غسل کی حاجت ہوتی ہے اور نہ اس کے لے ایصال ثواب ، وہ زندہ ہے قائم ہے،اور خالق ہے یہ سب بندے کے لے ہے

اگر اللہ کو کلُ کہو گئے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیگا کیا اللہ تعالی کے اجزاء ہیں اگر اجزءنہیں تو مجموعہ کہاں سے آے گا مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہے گے اللہ تعالی کل نہیں اللہ تعالی ہر کل کا خالق ہے ہر کل کو اللہ نے پیدا کیا اللہ تعالی اجزءنہیں بلکہ وہ تو ہر جزء کو اللہ نے پیدا کیا اسطرح حضور ﷺ اللہ کا جز نہیں ہیں

حضور ﷺ اللہ تعالی کے نور سے کیسے پیدا ہو گئے کیونکہ اللہ کا نور کبھی جز نہیں ہوا۔

مثال ۔سے سمجھے۔سورج آسمان پر چمک رہا ہے نیچے زمین پر آئینے رکھ دیں سورج کی روشنی اور نور اس آئینے میں چمکتا ہوا نظر آے گا بتایے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی ہے یا نہیں اور ایک بات جتنی روشنی اس آئینے میں آئی اتنی روشنی سورج میں کیا کم ہوئی ہے ایک نہین لاکھوں آئینے زمیں پر بچھا دے ہر آئینے میں سورج نظر آے گا مگر وہاں کوئی کمی نہیں آئے گی آئینے جو سورج کے نیچے رکھے ہیں وہ سورج کا جز نہیں ہیں اور سورج جو اس میں چمکتا ہوا نظر آرہا ہے آپ اس آئینے کے نور کو کیا کہیں گئے سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گیے کیوں کہ اصل سورج آئینے میں آیا اور نہ ہی اس نے سورج کا حصہ بنا بلکہ آئینے سورج کے نور کا مظہر بنا میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا انا مراۃ جمال الحق ۔ یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں آئینے میں جو نور نظر آیگا وہ سورج کا نور ہوگا اور مصطفیٰ ﷺ میں جو نور نظر آیگا وہ اللہ تعالی کا نور ہوگا ۔امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں نور مصطفیٰ کو عین ذات نہیں جانتے فرماتے ہیں

حاش للہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذات الٰہی کا جز یا اس کا عین ونفس ہے ایسا اعتقاد ضرور کفر ہے ہاں اگر نور مصطفیٰ کو نور ذات کہا جائے کہ یہ نسبت تشریگی ہے تا جایز ہے

آ ئینہ نہ کبھی سورج بن سکتا ہے کتنی بھی روشنی سما جائے اور نہ سورج آ ئینہ بن سکتا ہے اسطرح بندہ کتنی بھی عبادات کیوں نہ کرے خدا نہیں بن سکتا اللہ اللہ ہی ہے اور مخلوق مخلوق اللہ خالق باقی اور قادر ہے اور مخلوق فانی اور محبوب بلکہ خدا کا مقرب بندہ مظہر خدا ہوکر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے

ایک آ فتاب ہزراروں آئیٔوں شیشوں میں چمکا
ہر رنگ کے لحاظ سے ہر ایک پر ایک شعاع ڈالا
سب ایک نور ہے رنگ مختلف ہیں
یہ اور وہ کے اختلاف کو درمیان ڈالا

رہنائی کرنے والے کو پالنے والا، پرورش کرنے والے کو رب کہا جاتا ہے جیسے ماں کسی نادان بچے کی پرورش کرتی ہے پالتی ہے رہنائی کرتی ہے اس لئے ماں کو رب کہتے ہیں. اس طرح مرشد اپنے مریدوں کی رہنمائی کرتا ہے مجازی طور پر وہ رب کہلاتا ہے اسکو مولا یا آ قا کے نام سے پکارا جاتا ہے

رب کے معنی ہین۔ سردار۔ ملک۔ پالنے والا یا پرورش کرنے والا رب۔ پالنے والا۔ کس کو پالنے والا۔ کب سے پالنے والا۔ کب تک پالنے والا اور کس طرح پالنے والا۔ کس کو پالنے والا۔ رب العالمین سے

معلوم ہوا کہ سارے جہانوں کا پالنے والا۔ کب سے کب تک پالنے والا بھی اسی سے معلوم ہوا کہ جب سے عالم ہے اور جب تک رہے گا۔ کس طرح پالنے والا۔ یعنی ہر طرح اور ہر نوعیت سے پالنے والا ...... رب العالمین ۔ کے جو ہم کو باپ کی پیٹھ مین پالے۔ مان کے پیٹ میں پالے۔ بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ تندرستی بیماری جیتے ہر حال میں پالے اور سب کو پالے پھر کسی سے اس کا معاوضہ طلب نہ کرے

ائے خاک کے پتلے تجھے ادراک نہیں ہے
تو اور بھی ہے کچھ فقط خاک نہیں ہے

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات خالق اور ذات مخلوق میں مغائرت حقیقی وضدیت کلی پائی جاتی ہے خالق ومخلوق عالم ومعلوم ایک ہونہیں سکتے لیس کمثلہ شئی ۔ کی نص قطعی اس پر شاہد عادل ہے کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے۔ حق موجود واحد ہے وہ جسم نہیں، جسم کے لے مادہ ہونا ضروری ہے مادہ صورت کا محتاج ہوتا ہے، وہ شکل سے منزہ ہے ذات باری قدیم ازلی ابدی، جہت، ومکان، وزمان سے منزہ۔ عبد نہ واحد ہے معدوم بلکہ اجزاء سے مل کر مرکب ہوا ہے وہ قدیم نہیں نہ ازلی ہے اور زمان و مکان وجہت میں قید ہے. اور حقائق کا بدلنا محال ہے

جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا کہ اگر تو اللہ ہے تو کسی دن سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا دے

سجدہ حقیقی ۔

سجدہ۔ آدام کیلیے سجدہ ملائکہ سے کروایا تھا سو وہ ملائکہ آدم کی اولاد

کے لئے بھی ساجد ہیں اور ہمیشہ تک رہینگے کیونکہ سجدے کی حقیقت اصل میں مسجود لہ کے روبرو ساجد خود کو ہیچ اور عاجز و ناچیز جانے اور مانے اور خود کو اس کی اطاعت میں سونپدے، فرشتوں کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ **یفعلون ما یوئمرون** ۔ یعنے وہی کرتے ہیں جس کو کرنے کا اُن کو حکم دیا جاتا ہے۔

فرشتوں کا سجدہ انسانی وجود کو نہیں کیا گیا۔ سجدہ انسان میں موجود عناصر یا اس کے ملنے سے پیدا ہونے والے نفس یا روح کو نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا کہ جب میں اپنی روح جو عالم امر کی تجلی سے پیدا کی گئی جو صفت ہے حیات کی اس میں پھونک دوں تو تم سجدہ کرنا ہوگا۔ تو سجدہ اس روح کو کیا گیا، عزت واحترام اس کے لئے ہے انسانیت کی تکمیل اس روح سے ہوتی ہے جو عالم امر کی تجلی ہے اور اس کی حیات قلب سے شروع ہوتی ہے اور قلب کی حیات نور ایمان پر ہے.

سجدہ کی حقیقت ہم سمجھتے ہیں کہ کسی کے روبرو اپنے عجز کو اسکی بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں زمین پر سر رکھ دینے کا نام ہی سجدہ کہلاتا ہے۔ پس جان لے کہ یہ سجدہ کا ظاہری فعل ہے صرف اسقدر کام کو دراصل سجدہ نہیں کہتے جبتک کہ ساجد کا دل اپنے کو مسجود لہ کے روبرو ناچیز محض نہ جانے ساجد خود کو مسجود لہ۔ کے روبرو ناچیز محض جانتا اور مانتا ہے۔ یا کہ نہیں سو اس امر کا ثبوت۔ اطاعت اور فرمابرداری کے ظہور پر موقوف ہے

سجدہ حقیقی اطاعت دائمی کا نام ہے نہ کہ صرف بظاہر کسی کے روبرو دکھانے کے لئے اپنے سر کو زمین پر رکھنے کا نام ہے. سجدہ حقیقی کے معنی مسجود لہ

کے ہر حکم کی فوری تعمیل کرنے ہیں

پہلے سجدے سے تعظیم کا دوسرے سجدے سے تسلیم کا جواز حاصل ہوتا ہے

تصاویر کی حرمت :۔

پچھلی امتوں میں شرک کا ذریعہ و سبب بننے والی اولین چیز تصویر سازی ہے تصویر کی حرمت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا میں بت پرستی کا رواج ہوا

کعبہ معظّمہ میں حضرت مریم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، اور دیگر انبیاء اکرام کی تصاویر تھیں یہ ناجائز فعل تھا حضور علیہ السلام نے خود انہیں وھو دیا اور تصویر پرستی کی رسم کو یکسر ختم کر دیا تو کیا آج کے پیرومرشد حضور علیہ السلام کے مرتبہ سے بلند و بالا ہو گئے کہ جس رسم کا خاتمہ حضور علیہ السلام نے فرما دیا اس رائج کرتے ہیں - کامل پیر حضور علیہ السلام کی اتباع کرتے ہیں ناقص پیر اپنے نفس کی اتباع کرتے ہیں

لیکن افسوس کہ آج بعض پیر کہلانے والے اپنے مریدوں کو باقاعدہ اپنی تصویر دیکر ان کے گھروں میں چسپاں کرارہے ہیں اور لوگ ان پیروں کی تصویروں کو بڑی عزت وعظمت ومحبت سے گھروں میں سجا کر رکھتے ہیں کچھ زیادہ ہی عقیدت مند اپنے کاروباری مقامات پر بھی پیر کی تصایر خوبصورت اور قیمتی فرمیون میں لگا کر رکھتے ہیں اور بعض جگوں میں بلا وضو اس تصویر کو ہاتھ نہیں لگاتے ۔ اور بعض گھروں میں تصویر لگانے والے عقیدتمند جب صبح گھر سے نکلتے ہیں تو اس تصویر کو چوم کر نکلتے ہیں۔ غلطی کوئی

کرتا ہے مگر اس غلطی کی وجہ سے لوگ تصوف سے گھبرانے لگے ہین اور عرفان سے دور ہو گئے ہین ، اور تمام سلسلہ کے طریق والون کو اسی نظر سے دیکھنے لگے ہین

اصل یہ ہے کہ طریق سے جہالت اور دین سے عدم مناسبت کا یہ حال ہو گیا ہے اس کی بھی خبر نہیں کہ طریق میں مقصود کیا ہے کون کون سی چیزیں غیر مقصود ہیں اس نہ جاننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اصل مقصد کو چھوڑ کر غیر مقصود کو مقصود بنالیا آج طریق مند بدنی قرب کو کافی سمجھ لیا گیا

کاملین نے کبھی اس کی اجازت نہین دیا ور اپنے مریدون کو اس عمل سے روکا ہے کیونکہ یہ کام مشرکین کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے، عقیدت و محبت میں غلو ہے یہ وہی غلو نہیں تو اور کیا ہے ، اسلام نے اس جڑ اکھاڑنے کے لئے تصاویر کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر سخت وعیدیں فرمائی ہیں ۔

ہم آقا کریم ﷺ کے اُمتی ہونے کے دعویدار ہیں ، آقا نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کے دعویدار ان کی سنت سے باغی کیوں ہیں لگتا ہے ہم آقا کریم ﷺ کے غلام نہیں بلکہ اپنے نفس کے غلام بن چکے ہیں

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
نہ احساس شریعت ہے نہ اب تبلیغ سنت ہے
جدھر دیکھو زبانوں پر سیاست ہی سیاست ہے
فقط اتنا سیاسی لیڈروں سے پوچھتا ہوں میں
حکومت سے ہے مذہب یا کہ مذہب سے حکومت ہے

کامل اولیاء اللہ (complete)

کامل اولیاء اللہ بہت مشہور ہوتے ہیں اگر کوئی مسلمان ان کے پاس بیعت کرتا ہے تو یہ اولیاء اللہ اس مسلمان و شریعت پر لگا دیتے ہین ، کامل اولیاء اللہ سلوک کے منازل طے کر کے فنا فی الرسول ﷺ کی منزل طے کرنے کے بعد فنا فی اللہ کی منزل طے کر لیتے ہیں لیکن اس مسلمان کی ماضی کے گناہ معاف نہیں کراتے اور نہ ہی اس کی تقدیر بدلتے ہیں - ان اولیا کو ذات باری کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے لیکن یہ کسی دوسرے کو مشاہدہ نہیں کرواسکتے کامل اولیاء اللہ ان لوگوں کو سنبھالتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں دنیا مانگی اور دنیا میں آنے کے بعد بھی یہ لوگ ان اولیاء اللہ کی کرامات سے متاثر ہو کر اپنے دنیادی کاموں کے لے کامل کے پاس جاتے ہیں ، کامل اولیاء اللہ سے کشف و کرامات کا بہت زیادہ ظہور ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ، شریعت کے پابند ہوتے ہین - اللہ تعالی نے قرآن مین فرمایا ہے ''ہم بعض کو بعض پر فضیلت دی '' یہی قانون اولیاء اللہ پر لاگو ہوتا ہے یہ کامل اولیاء اللہ ایک وقت میں کئی مقامات پر اپنے فرائض انجام دیتے ہین - اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے نسب میں سے کسی ایک کو اپنا جیسا بنا کر اپنی جانشینی عطا کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں یعنی مزار میں منتقل ہو جاتے ہین

مکمل اولیاء اللہ (perfect)

مکمل اولیاء اللہ کشف وکرامات میں کاملا اولیاء اللہ سے آگے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - یہ اولیاء اللہ بھی سلوک کے منازل طے کر کے فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں مکمل اولیاء ایسے لوگوں کو سنبھالتے جن کی روحوں نے عالم میں ارواح میں دنیا کے ساتھ ساتھ جنت بھی مانگی تھی یہ کہتے ہوئی کہ ہمیں دوزخ سے ڈرلگتا ہے - ان کے پاس دین ہی نہیں بلکہ شریعت کے پیکر ہوتے ہیں اور اپنی بارگاہ میں بیعت کے لیے آنے والے کو شریعت پر گامزن فرما دیتے ہیں لیکن بیعت کرنے والے کے ماضی کے گناہ معاف کروا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ ان اولیاء اللہ کو ذات باری کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مریدین کو یہ مشاہدہ نہیں کروا سکتے مگر اپنے خاص الخاص چند مریدین کو نور کی کرنیں عطا فرما دیتے ہیں تاکہ وہ مراقبہ کے کے انوات الہیہ کا مشاہدہ کر سکیں - ظاہری دنیا سے پردہ پوشی سے پہلے یہ اولیاء اللہ اپنے نسب میں سے اور اپنے مریدین میں سے اپنا جیسا بنا کر پردہ پوش ہوتے ہیں

اکمل اولیاء اللہ Most Perfect)

اکمل اولیاء اللہ تعداد میں بہت کم ہوتے ہیں اور ان کے ذات سے ہر لحہ کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے، یہ سلوک کے منازل طے کر کے فنا فی الشیخ ، فنا فی الرسول، اور فنا فی اللہ کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں اور ان و مشاہدہ

الہی کے ساتھ ساتھ کشف القلوب ، کشف القبور اور کشف کبیر حاصل ہوتا ہے - یہ شریعت کے پیکر تو ہوتے ہیں لیکن کسی مشکل مسئلے کے لیے جب چاہیں حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ سے مسئلے کا حل حاصل کر لیتے ہیں - اکمل اولیاء اللہ ان لوگوں کو سنبھالتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں اللہ تعالی کی ذات مانگی تھی یعنی طالب مولا لوگوں کو بیعت فرما کر مولا کریم تک پہنچا دینا ان کا خاصہ ہوتا ہے، یہ علم ومعرفت اور حقیقت کا مخزن ہوتے ہیں - یہ اپنی بارگاہ میں آنے والے کے دل کو پڑھ لیتے ہیں اور اگر کوئی سوال ہو تو اسے سوال کرنے کی جسارت نہیں کرنے دیتے بلکہ پہلے ہی جواب عطا فرما دیتے ہیں، یہ ان گنت مقامات پر ظاہر ہو کر درویشی کے فرائض انجام دیتے ہیں - اپنے دست حق پر بیعت ہونے والے کے ماضی کے تمام گناہ معاف کروا کر اور ان کی روح کو پاک کر کے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہچا دیتے ہیں جو اللہ تعالی کا ہو جاتا ہے اللہ اس کی ذات بن جاتا ہے پھر وہ ولی اللہ جہاں چاہے جتنے مقامات پر چاہے تشریف لے جا سکتا ہے جس کا شعور صرف اور صرف صاحب بصیرت کو ہی ہوتا ہے - اکمل اولیاء اللہ دین حق کے علمبردار ہوتے ہیں وہ شریعت طریقت معرفت حقیقت سے نجوبی بہر اور ہوتے ہیں وظ ذات باری تعالی کا مشاہدہ تو کرتے ہی ہیں لیکن وہ اپنی لا فانی بصیرت سے ماضی بھی دیکھ سکتے ہیں اور مستقبل بھی دیکھ سکتے ہیں - اکمل اولیاء اللہ بھی ظاہری دنیا سے پردہ پوشی سی پہلے اپنے نسب میں اور ساتھ ساتھ اپنے مریدین میں سے جتنوں کو چاہے اپنی جیسا بنا سکتے ہیں اور ان کا رابطہ حضور نبی ﷺ سے رجوع کر کے مسئلے کا حال حاصل کر لیں اکمل

اولیاء اللہ اپنے مریدین کے ماضی کے گناہ معاف کران اور ان کی تقدیر یں بدلنا اور ان کی روح کا تزکیہ فرما کر بارگاہ رسالت مابٌ ﷺ تک پہچانا ان کا خاصہ ہوتا ہے، دنیا سے جاتے وقت اپنی نگرانی میں اپنے مرید کی روح قبض کروائیں اور قبر میں نکیرین کو خود جوابات دین اور پھر روز محشر اپنے تمام مریدین کے بخشش کروا کر جنت میں داخل کرائیں

فرزند قلبی فرزند حقیقی :۔

فرزند صلبی :۔ جسمانی اولاد ہے اور یہ نسبت ہر بیٹے کو اپنے باپ سے حاصل ہے

فرزند قلبی :۔ جو اپنے دل کو حسن ارشاد سے اپنے مرشد کے دل کے تابع کر کے اُسے متبوع کے دل کی طرح بنالے ایسا شخص اپنے شیخ کا فرزند قلبی ہوتا ہے۔ اُسے فرزند معنوی یا اولاد معنوی بھی کہتے ہیں

فرزند حقیقی :۔ وہ مطیع وفرمانبردار سالک ہے جو حسن متابعت شیخ کی برکت سے کمال انتہائی یعنی فرق بعد الجمع پر پہنچ کر شیخ سے نسبت تامہ پیدا کر لئے اور تابع اور متبوع ایک ہوجاویں

میراث مین آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

عرس کیا ہے :۔

قرآن مجید میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا ہے و سلام علیہ یوم ولد و یوم یموت یعث حیا (سورۃ مریم ۱۶ع۱) یحیٰ

علیہ السلام کے لئے سلامتی ہے جس دن پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوگا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا ۰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا۔ والسلام عیسیٰ یوم ولدت ویوم اموت و یوم ابعث حیا (سورۃ۔مریم ۱۶ع۲) تجھ پر سلامتی ہے جس دن پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوں اور جس دن زندہ اٹھایا جاوں.

ان آیات میں بوقت وفات کو سلامتی کے ساتھ ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ یوم وفات انبیاء واولیاء بعد والون کے لئے یادگار ہے اس یادگار کا دوسرا نام عرس ہے.

عرس کا لغوی معنی ہے شادی اس لئے عربی میں دلہن کو عروسی کہا جاتا ہے اور اس اصطلاح مشائخ میں اولیاء علماء و بزرگون کے یوم وفات کو عرس کہتے ہیں اس لئے یہ دن اس کا محبوب کے ملنے کی یوم ہے اور حدیث پاک میں بھی اس کو ایسے وصال پر عروسی کے تعبیر کیا گیا ہے. چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے کہ جب نکیرین کے سوالات مین بندہ خدا کامیاب ہو جاتا ہے تو اسے فرشتے کہتے ہین ۔ترجمہ۔اس دلہن کی طرح سو جا جسے سوائے اس کے پیارے کے اور کوئی نہ بیدار کرے گا۔ چونکہ اللہ والوں کا یوم وصال ان کے لئے دلہن بننے کا دن ہوتا ہے اس لئے اس دن کو یوم العروس یعنی شادی کا دن کہتے ہیں۔ مشائخ اکرام کا معمول ہے کہ خاص اس دن اولیاء اللہ کی قبروں پر بصورت اجتماع حاضر ہوتے ہیں جہاں تلاوت قرآن مجید یا وظائف واذکار پڑھ کر اور صدقات و خیرات کر کے ان کے ارواح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے

صندل اولیا کرام میں ولی کی مزار کو غسل دے رہے ہیں کیا وہ ناپاک ہو گے ہونگے یا ناپاک ہیں تو پھر غسل کیوں بزرگوں کو غسل دیا جا رہا وہ تعظیم محمد ﷺ ہے کیوں تعظیم محمد ﷺ ہے کیوں وہ جان گے کہ یہ برزخ (آدم کا وجود) جو بنا گیا ہے یا یہ نقشہ جو ہے وہ اسم محمد ﷺ پر بنا ہے وہ زندگی بھر پاک تو رکھے اور ہم کیا کر رہے ہیں ہم اس پانی کو پھینک نہین رہے ہیں بوتلوں میں ڈال کر لا رہے ہیں اسے شفا یابی ہو رہی ہے غسل کیا ہے تعظم محمد ﷺ ہے دیکھ لو آپ ہم قرآن مجید کی تعظم کر رہے ہیں حالانکہ جو کاغذ ہے وہ بھی مخلوق ہے جو سیاہی وہ بھی مخلوق بجا ہے پر اتنی عظمت کیوں اتنی قدر کیوں، اسے اچھے اچھے کاغذ موجود ہین سیاہی موجود اور پرنڑ بھی موجود ہیں ہم اس کاغذ اور سیاہی کی قدر و عظمت نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن مجید کی عظمت کر رہے ہیں اس کو چھوم رہے ہیں بوسہ دے رہے ہیں کیونکہ اس کاگز پر سیاہی سے کلام الٰہی اتر گیا ہے، اس طرح ہم گوشت و پوست، ہڈ کی قدر نہیں کر رہے ہیں مزار میں لیٹا ہوا بقا پا گیا بلکہ ہم اسم محمد ﷺ کی تعظم میں کر رہے ہیں، ہم کبھی کبھی پانی پر کلمہ پڑھ کر دم کر دیتے ہیں تو وہ اب پانی نہ رہا دم کیا ہوا پانے ہو گیا اب اس کی قدر بڑ گئی جو پانی نام محمد ﷺ پر نکلے اس کی بھی قدر و عظمت بڑ گئی غسل دینا تعظیم محمد ﷺ ہے پھر اس کے بعد صندل لگا رہے ہیں پھول و عطر لگا رہے ہیں یہ خشبو ہے ہیں یہ سنّت محمد ﷺ ہیں غسل دینا تعظیم محمد اور خشبو کو لگا نا یہ سنّت محمد ﷺ ہے

عرس کی حاضری پر اولیاء اکرام کو وسیلہ بنا کر دعائیں مانگی جاتی ہے

جو بجمد ہ تعالی اکثر مستجاب ہوتی ہیں ۔ بزرگوں سے عقیدت و انس میں اضافہ ہوتا ہے اس سے ان کے فیوضات و برکات حاصل ہوتے ہیں بعض اوقات صاحب مزار کی توجہ خاص سے دینی و دنیوی امور آسانی سے حل ہوتے ہین .اہل قبور آنے جانے والوں کو پہچانتی ہیں اور ان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں جو ان کے لئے دعا و استغفار یا قرآن خوانی صدقہ و خیرات وغیرہ کرے تو اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں

جہاں صالحین کے مزار کی زیارات سے زائرین کو روحانی فیض و برکت حاصل ہوتی ہے وہاں بعض اوقات صاحب ولایت و مقام زائرین سے صاحبان قبر کی روح بھی روحانی برکت و فیض حاصل کرتی ہے۔

چونکہ عرس بھی ایصال ثواب ہی کی صورت ہے (جماعت کی شکل میں) اس میں قرآن خونی ۔ ذکر و فکر ۔صدقات و خیرات لنگر تقسیم کیا جانا برکت کے طور پر وعظ و نصیحت کی مجلیس کرنا نعت خونی عارفانہ کلام پڑھنا ۔ بزرگ کے فضاہل بیان کرنا عرس کا مقصد ہے ۔

میرے بھائیوں ذرا غور کرو آج عرس کے نام پر کیا ہوا رہا ہے ہمارے معاشرے میں ایصال ثواب (عرس) کے لئے لوگوں سے (نظر و نیاز) چندہ مانگنا اور چندگاون مین جہان پر کسی ولی اللہ کا مزار ہون وہان پر عرس کے نام پر زبردستی ہر گھر سے نیاز دینا مقرر کر دیتے ہین ، غیر قوم کے ساستدانون سے پیسہ وصول کرتے ہیں منفرد شخص مجبوری کی وجہ سی پیسہ دے رہا ہے خلوص نیت نہیں ہے ایصال ثواب کی ۔ اگر کوئی جماعت ایصال ثواب کرتی ہو تو ثواب قبول ہوتا ہی نہیں تو پہنچتا بھی نہیں • آجکل عرس شان

و شوکت، دکھاوا کے لئے منایا جاتا ہے بینڈ باجہ، ڈھول بجانا، ہزاروں روپے کے پٹھاخے جلانا، کعبہ اور مدینہ منورہ کے کٹ اوٹ گاڑیوے پر جلوس کی شکل مین نکلنا، گاڑیوے کو چادروں سے سنوارنا۔ ناچ گانا قوالوں اور قوالن کا پروگرام کرنا میلوں کا لگانا۔ کیونکہ کہ لوگون کا پیسہ ہوتا ہے خرچ کرنے میں جائز اور نا جائز نہین دیکھا جاتا، پیسہ کا فضول خرچی کا درد نہیں ہوتا، خاص پیسہ اگر سجدہ نشین یا منتظمین کا ہو تو سب فضل خرچھی رک جائیں گئی عورتیں بے پردہ پھرنا۔ نمازیں قضا ہوں پروا نہیں۔ پھر ان کاموں میں خرچ کرنا جائز کام بھی نا جائز بنا دیتا ہے•عرس میں جو نا جائز افعال و اعمال کئے جاتے ہیں ان سے صاحب مزار کو تکلیف و اذیت پہنچتی ہے اس طرح صاحب مزار کا فیض و برکت زائر کو نصیب نہیں ہوتی

اعلی حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں کہ ایسی مجلسوں کا منعقد کرنا حرام ہے اور ایسی مجلسوں میں شریک ہونا حرام ہے۔ عرس کی محفلیں منعقد کریں تا کہ آپ کی روحانیت دو بالا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو مذاق بنا ڈالیں اس کو میلہ بنا ڈالیں

کفر اور اسلام کیسا ؟ آپ اور ہم ایک ہیں

ایک ہی پر بھو کی پوچا ہم اگر کر تے نہیں
ایک ہی درگاہ پر سر آپ بھی دھرتے نہیں
ہم اگر دیوی کے استھانوں پہ ہیں سجدہ گزار
آپ کے سجدوں کے مرکز بھی ہیں پیروں کے مزار
جتنے کنکر اتنے شنکر یہ اگر مشہور ہے
اتنی ہی قبروں پہ سجدے آپ کا دستور ہے
اپنے دیوی دیوتاؤں کو ہے گر کچھ اختیار
آپ کے ولیوں کی طاقت کا نہیں ہے کچھ شمار
وقت مشکل اپنا جیکارا ہے جے بجرنگ بلی
آپ کا بھی نعرہ ہے یا غوث یا مولا علی
لیتا ہے اوتار پر بھو اپنا یو ہر دیش میں
آپ نے سمجھا خدا کو مصطفیٰ کے بھیس میں
جس طرح سے ہم بجاتے مندروں میں گھنٹیاں
آپ کو دیکھا مزوروں پر بجاتے تا لیاں
ہم بھجن گا کر سنائیں دیوتا کی خوبیاں
آپ بھی قبروں پر گائیں جھوم کر قوالیاں
منقلبث کے آپ رسیا اور بھجن کے ہم اسیر
دیوتا خوش ہو ہمارے آپ کے قبروں میں پیر
ہم چڑھاتے ہین بتوں پر دودھ اور پانی کی دھار

ہے مزاروں پر چڑھاوا بوندی وچادرشاندار
بت کی پوجا ہم کریں ہم کو ملے نار سقر ؟
آپ قبروں پر جھکیں پھر بھی ملے جنت میں گھر
تم بھی مشرک ہم بھی مشرک معاملہ جب صاف ہے
جنتی تم دوزخی ہم یہ کوئی انصاف ہے
ہم کو بھی جنت ملے گی آپ ہیں گر جنتی
ورنہ دوزخمیں ہمارے ساتھ ہونگے آپ بھی
دعوے ایمان کیوں؟ کرتوت کسی کے نیک ہیں؟
کفراورا سلام کیسا ؟ آپ اور ہم ایک ہیں

(کوی پنڈت شنکر دیال شرما ۔ پرسڈینٹ آف انڈیا)

تناسخ یا آواگوان یا دوبارہ پیدا ہونا یا جنم لینا

حقیقی خوشی اور ذہنی اطمینان کا یقین اس پوری دنیا میں صرف اور صرف مذہب اسلام اوراس کا ماخذ یعنی قرآن جو ہمارے آقا کریم ﷺ پر اللہ تعالی نے جو کہ اس کائنات کا واحد اور یکتا مالک ہے انسانیت کے لئے تمام تر سچائی کو بحال کرنے کے اتارا گیا تھا مگر بدقسمتی سے بھلا دیا گیا اور کچھ حد تک بگڑ گیا ہے. اللہ تبارک و تعالی نے ہمیں بتایا قرآن اور سنت ہی انسانیت کو اندھیروں سے روشنی میں لانے کے دہ ماخذ ہیں. دوبارہ پیدا ہونے کے تصور کے کسی بھی طرح سے تائید کا حامل نہیں اور یہ کہ اس کو کسی آسمانی کتاب کا سہارا بھی حاصل نہیں یہ محض ایک فلسفہ ہے جو لوگوں کے بنائے گئے تصورات پر واضع کیا گیا ہے۔ دوبارا پیدا ہونے پر جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے مطابق مستقبل کے لوگ اپنے ماضی میں کئے گئے نتائج کا سامنا کریں گئے اچھائی اچھائی سے جنم لیتی ہے اور برائی برائی جن حالات سے وہ گزر رہے ہیں ماضی کا نتیجہ ہے

اس اعتقاد کے مطابق ماضی کا مطلب وہ زندگی ہے جو ایک شخص نے اپنی موجودہ زندگی گزاری ہے ان کا مستقبل ان کی اسی زمین پر دوبارہ زندگی ہے جو مدت کے بعد شروع ہوگئی وجہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگ اس دنیا میں مختلف جسم اور جذبہ واپس آئے ہیں اور موت اور دوبارہ

پیدائش کا یہ عمل چلتا رہے

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اس زندگی میں دولت مند اور کامیاب ہے تو اس کا مطلب ہے کہ صورت میں اپنے ماضی کے اچھے اعمال کے نتیجے میں نوازا جا رہا ہے، اس طرح دوبارا پیدا کے مطابق جو شخص غریب محتاج اور ناکام ہے اس نے ضرور پچھلی زندگی میں برئے کام کئے ہیں جس کی فصل وہ اب کاٹ رہا ہے یہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے جو اس ضعیف الاعتقادی کی تائید کرتے ہیں کہ لوگ اپنی آئندہ زندگیوں میں اپنے نیک یا بداعمالوں سے جانوروں یا پودوں کی شکل اختیار کرلیں

دوبارہ جنم کا تصور یہ یقین ہے کہ روح موت کے بعد ایک دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے اس یقین کے مطابق روح نشو ونما کے درجے کے اعتبار سے خاندانی یا نچ ہوتی ہے ایک انسان اپنے عمل کے نتیجے میں کسی پودے، جانور، انسان کی صورت میں دوبارہ جنم لے سکتا ہے (چنانچہ لوگ اپنی قسمت کے معمار خود ہین) یہ دوبارہ پیدائش مقصد اور تاثر کے نتیجے میں ہوتی ہے دوبارہ جنم کے ذریعے یہ ممکن ہے کہ ہمیں اپنے اعمال کا اخلاق اور روحانی انعام ملے۔ انسان کی اگلی زندگی کی خوشیاں اس کے عمل پر منحصر ہیں ہرفرد اپنی حالت کا خود ذمہ دار ہے موت سے ڈرنے کی کوئی ضرروت نہیں

دوبارہ پیدا ہونا موت کے بعد کی زندگی کی دلیل نہیں دیتا بلکہ یہ موت کے بعد اس دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے کا یقین ہے، جس کی روح وہی پرانی ہوگی اور جسم نیا ہوگا یہ اللہ کی دی ہوئی تعلیمات کے خلاف ہے جو قرآن میں بیان کئی گئی ہیں

جو لوگ مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور جو قیامت کے دن کو اور اس کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتے ہیں وہ یا تو زندگی کے ختم ہونے سے ڈرتے ہیں یا موت کے بعد ہمیشہ جہنم میں رہتے ہیں ۔ ایسے لوگ دوبارہ جنم لینے کو اس خوف سے بچنے کا طریقہ خیال کرتے ہیں. دوبارہ جنم ملنے کا یقین موت سے نہ ڈرنے کا اعتماد پیدا کرتا ہے

تاہم قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ موت اور اس کے بعد کی زندگی ایک ہی بار ملتی ہے ہم مین سے ہر ایک کو دنیا میں رہنے کے لئے صرف ایک ہی زندگی عطا کئی گئی ہے اس زندگی کے بعد ہم مرجاتے ہیں اور موت کے بعد ہمیں دوبار ہزندگی دے دی جاتی ہے پھر ہم اپنے اعمال کے مطابق ہمیشہ کے لئے جنت یا دوزخ مین رہتے ہیں دوسرے لفظوں میں ہم اس دنیا میں صرف اور صرف ایک مرتبہ رہتے ہیں اور اس کے بعد ہم آخرت کی زندگی گزارتے ہیں جو ہمیشہ رہے گئی

اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس اویں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے ائے میرے رب مجھ کو دنیا میں پھر واپس بھیج دیجے تا کہ جس دنیا کو مین چھوڑ آیا ہون اس میں پھر جا کر نیک کام کروں ۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک چیز آڑ کی آنیوالی ہے مراد اس سے موت ہے قیامت کے دن تک ...... (سورۃ المومنون ۔ ۹۸)

قرآن ہمیں واضح انداز میں بتاتا ہے کہ ہم اس دنیا میں موت کے

بعد دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گئے

"اور ہرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ آئین ...... (سورۃ الانبیا۔۹۵)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے - شاید اب میں کچھ بھلائی کماوں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگئے ایک آڑ ہے اس دن تک جب جسم اٹھائے جائیں گئے ...... (سورۃ المومنون-۹۹-۱۰۰)

جیسا کہ ہم ان آیات میں دیکھتے ہیں جب لوگ موت کا سامنا کرتے ہیں تو خواہش کرتے ہیں کہ ان کو دوبارہ زندگی دے دی جائے۔ مگر بعد از اں ان کو بتایا جائے گا کہ یہ ممکن نہیں۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالی ہماری موت اور دوبارہ جی اٹھنے کو بیان فرماتے ہیں

" بھلاتم کیونکر منکر ہو گئے خدا کے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمھیں زندگی دی پھر تمھیں مارے گا پھر تمھیں زندگی دے گا پھر اس کی طرف پلٹ کر جاو گئے ...... (سورۃ بقر۔۲۸)

جیسا کہ ہم نے اس آیت میں دیکھا، آغاز میں ہم مردہ ہوتے ہیں ہمارے پاس زندگی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پھر اللہ ہمیں اس حالت سے زندگیاور انسانی قابلیت دیتا ہے اس کے کچھ عرصے بعد جب ہماری زندگیاں ختم ہو جاتی ہیں ہمارے جسم بوسیدہ ہو جاتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں اور ایک بار پھر مٹی میں مل جاتے ہیں۔ یہ ہمارے موت کی حالت کی

دوسری تبدیلی ہے۔ ہمارے لئے صرف دوبارہ جی اٹھنا رہ جاتا ہے یہ اگلے جہاں میں ہوتا ہے۔ ہم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گئے پھر جان لیں گئے ہم دنیا میں کبھی واپس نہیں جا سکتے۔ اور ہم سے ہر عمل کے بارے میں حساب کیا جائے گا جو ہم نے اس دنیا میں کئے تھے.

"اس مین پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گئے اور اللہ نے انھیں آگ کے عذاب سے بچالیا تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے ...... (سورۃ الادخان-۵۶-۵۷)

مندرجہ بالا آیات واضح انداز میں بیان کرتی ہے کہ ہم صرف ایک مرتبہ موت کا سامنا کریں گئے اور ہم اس دنیا میں موت کے بعد واپس نہیں آئیں گئے۔ ہر شخص صرف ایک مرتبہ موت کا مزہ چکھے گا اور موت کے بعد اللہ کی رضا کے مطابق اگلے جہاں مین اپنی ہمیشہ زندگی گزارے گا

دوبارہ جنم لینے کے تصور کی تائید کرنے والے مذہب مین آخرت کے بعد کی زندگی کا کوئی عقیدہ نہیں سوائے اس کے کہ اس دنیا میں ایک درمیانی مرحلہ ہے

بدھ ازم، جین مذہب میں بھی آوگان کا عقیدہ بنیادی اساس ہے جسے زندگی کا چکر " کرما" کہتے ہیں ان کے مطابق انسان بار بار مر کر دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا اگلا جنم اس کے اعمال کے مطابق ہوتا ہے-- اور ان کے خیال میں اس بار بار کے جینے مرنے کے تسلسل سے اس وقت ہی انسان کو نجات مل سکتی ہے جب وہ وجود حقیقی میں کھو جاتا ہے

ایک بار مرنے کے بعد انسان دوسرے جنم میں کسی اور وجود میں ظاہر

ہوتا ہے وہ وجود انسانی، حیوانی، نباتاتی بھی ہوسکتا ہے پہلے جنم میں اس نے جو غلطیاں سرزد ہوئیں تھیں اس کے مطابق اس کو نیا وجود دیا جاتا ہے جس میں ظاہر ہو کر وہ طرح طرح کی مصیبتوں، بیماریوں اور ناکامیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اگر اس نے اپنی پہلی زندگی میں نیکیاں کی تھیں تو اس کو ان کا اجر دینے کے لئے ایسا قالب بخشا جاتا ہے جس میں ظاہر ہونے سے اس کو گذشتہ نیکیوں کا اجر ملتا ہے اور اس طریقہ کار کو کرما karma کا نظریہ کہا جاتا ہے

تناسخ کا عقیدہ ہندو مذہب کا خصوصی شعار ہے جو اس کا قائل نہیں وہ ہندو دھرم کا مرد نہیں - باس دیو، ارجن کو عقیدہ تناسخ کی حقیقت سمجھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ موت کے بعد اگرچہ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح باقی رہتی ہے اور وہ اپنے اچھے اعمال کی جزاء اور برے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے دوسرے اجسام کے لباس پہن کر اس دنیا مین لوٹ آتی ہے اور یہ چکر غیر متناہی مدت تک جاری رہتا ہے موت کے بعد روح کے دیگر لباس پہن کر اپنے اعمال کے بطابق سفری روداد کو دیگر زندگیاں یا بار بار زندگی تصور کر لیا گیا حالانکہ یہ ایک ہی معنوں مین لیا جار ہا ہے

ویدوں میں ذکر ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر نئے جسم میں داخل ہوتی ہے اور یوں اپنا سفر جاری رکھتی ہے

دوسرے جنم میں اسے ایک دوسرا جسم ملتا ہے وہ جسم انسانی، حیوانی، بلکہ نباتاتی اور زمینی کیڑے مکوڑے، پرندوں کا بھی ہوسکتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یعنی ایک جسم ختم ہوتا ہے تو دوسرے جنم میں انسان کو کوئی

دوسرا جسم دے کر دوبارہ زندگی دے دی جاتی ہے، ان کا عذاب وثواب ہے اور انھیں اس چکر سے کبھی خلاصی حاصل نہیں ہوسکتی ان کے گمان میں دنیا کا چکر کبھی اختتا پذیز نہ ہوگا

اس حساب سے تو یہ اندازہ لگانا دشوار ہی کہ انسان کتنے اور کیسے کیسے نظاموں کا مجموعہ ہے - اس عقیدے کے حساب سے تو ہر انسان کے بارے میں الگ حساب لگانا ہوگا کہ اس انسان کو کتنے اور کیسے کیسے جنم ملے کبھی وہ کسی سبزی کے روپ میں ظاہر ہوا کبھی درخت اور کبھی کسی اور روپ میں لہذا یہ حساب کتاب انسانی بس کا نہیں ہے

اگر کوئی اپنی زندگی مین اچھے اعمال کرتا ہے تو اس دنیا مین دوبارہ کبھی نہیں آ ئیگا، اس قسم کا شخص اپنی زندگی کا چکر مکمل کا لیتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس نے نروانا حاصل کر لیا اس اعتقاد کے مطابق نروانا حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے تمام دنیوی خواہشات سے نجات حاصل کر لی ہے اور اللہ کی ذات میں لوٹ گیا۔ گویا انسان اس دنیا میں ہر مرتبہ پیدا ہو کر اچھے کام اور عمل کرئے گا تو بھی وہ آخرت کی زندگی کبھی حاصل نہیں کرئے گا وہ اللہ کی ذات کے ساتھ مل کا اس کا حصہ بن جائے گا

دوبارہ جنم کا اعتقاد جنت اور دوزخ کو ناپائیدار سمجھتے ہین اور وہ دائمی نہین ہیں یہ تمام نظام خود کار ہے اور دنیا ختم نہیں ہوگی جو تمام انبیائے کرام علیہ السلام کی متفقہ حقیقت کے خلاف ہے عقبیٰ کا منکر ہے دوسرے لفظوں میں خالق کے وجود کی نفی کی گئی ہے۔ جس نے اس دنیا کی زندگی تخلیق کی جس نے بہشت اور دوزخ بنائی اور جو لوگوں کو ان کے اعمال پر سزا اور

جزا دیتا ہے

قرآن مین موت کے بعد کی زندگی کا بیان ۔

دوبارہ جنم کے تصور کو ماننے والے لوگوں میں آخرت کی زندگی کا تصور یا تو بالکل نہیں ہے یا ان میں اگلی ایسی جگہ کا ہے جہاں آدمی عارضی طور پر قیام کرتا ہے قرآن کی تعلیمات کے مطابق یہ دنیا ہی ناپائیدار ہے ہر کوئی جس ااس دنیا میں اوسطا ۵۔ ۶۰ برس کی زندگی گزارے گا تو وہ اس دنیا مین کئے گئے اعمال کا بدلہ جنت یا دوزخ مین حاصل کرئے گا یہ بات قرآن مین اس طرح سے بیان کی گئی ہے

گو بدن اپنی جگہ برقرار نہیں ہے مگر تو اپنی جگہ برقرار رہتا ہے اور یہ اعضاء وہ نہیں ہیں جو کہ لڑکپن میں تھے اسواسطے کہ وہ سب بخار سے تحلیل ہو گے اور غذا سے ان کے بدلے اور اعضاء پیدا ہوے تو قالب وہ نہیں ہے اور تو وہی ہے پس تیری ہستی اس قالب سے نہیں ہے اگر قالب تباہ ہو جائے تو اپنی ذات سے اس طرح زندہ رہے گا ۔

گر کسی کا ہاتھ پاوں شل ہو جائیں تو وہ سلامت رہتا ہے کیونکہ نہ وہ ہاتھ ہے نہ وہ پاوں ہے بلکہ ہاتھ پاوں اسکے آلات ہیں اور وہ انکو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے اسطرح پیٹ ۔ پیٹھ سر بلکہ تام اعضاء بھی تیری اصل نہیں ہیں اگر یہ سب شل ہو جائے تب بھی تیرا برقرار رہنا ممکن ہے

دوا پینا پرہیز کرنا سعادت بدن کا سبب ہے اور بہت کھانا اور پرہیز نہ کرنا شقاوت تن کا سبب ہے بہت سے لوگ غافل بلکہ منکر ہیں بدن ہی کی جنت اور دوزخ کو فقط مانتے ہیں اور آخرت کو فقط سماعت اور تقلیدی ہی

سے جانتے ہیں آخرت کے ساتھ اکثر لوگوں کا ایمان ضعیف اور متزلزل ہے

مگر یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے ۔ اور بے شک آخرت کا گھر ضروری سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے ۔ (سورۃ ۔ العنکبوت)

اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود، اور بے شک اگلا گھر ان کئے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہین سو کیا تمھیں سمجھ نہین ...... (سورۃ الانعام ۔ ۳۲)

آخرت کی زندگی پر یقین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے چنانچہ ایک مسلمان کئے لئے ممکن نہیں کہ وہ کسی ایسے یقین کی معقولیت کو قبول کرئے، جو آخرت کی زندگی کے وجود کو جھٹلائے

اور جنھوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا، ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا انھیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے ...... (سورۃ ۔ اعراف ۔ ۱۴۷)

ربنا البصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا ...... (السجدہ ۔ ۱۲)

(اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا پس ہم کو واپس بھیج دے تا کہ ہم اچھے اعمال بجا لائیں

تاہم لوگ موت کے بعد لا وجود نہین ہوتے ۔ صرف ہمارے جسم مرتے ہیں جبکہ ہماری روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے لیکن یہ زندگی اگلے جہاں مین ہو گی

دوبارہ جنم کو ماننے والے لوگ یہ یقین رکھتے ہین کہ زندگی اور موت کا پہیہ غیر محدود ہے او یہ کہ وہ ہر موت کے بعد لازما بار بار پیدا ہون گئے

ہمارے تخلیق کا مقصد اپنے آ قا اللہ تعالی کی خدمت مین حاضر رہنا ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہم اپنے ہر قول وفعل وفکر کے لئے اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں اور مرنے کے بعد ہم اس کو حساب دیں گئے

دولت اور اولاد اس دنیا کی زندگی کی آرائیش ہیں ۔لیکن ہمارے مالک کی نگاہ میں اچھے اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں اچھا بدلہ دیتے ہیں اور امید کی ایک بہتر بنیاد ہیں

دنیا جائے امتحان ہے ۔۔قرآن مین ہمیں بتایا ہے کہ ہم اس دنیا میں صرف ایک ہی زندگی بسر کریں گئے اور یہ کہ اس زندگی کا مقصد ہمیں ہماری دائمی زندگی کا تیاری کئے لئے ازمائش ہے .یعنی جب ایک مرتبہ ہم موت کا ذائقہ چکھ لیتے ہین تو ہمارے پاس اس دنیا میں واپس آنے اور اس میں کی گئی غلطیون کی تلافی کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہوتا

ٗوہ جس نے موت اوورزندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہوتم میں کسی کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشنے والا ہے ۔سورۃ ملک ۔۳)

قسمت کا تصور دوبارہ جنم کے فلسفہ کے مطابق انتہائی غلط ہے دوبارہ جنم کے مطابق انسان کی قسمت اس کئے اپنے ہاتھ مین ہے (قسمت پر بھروسہ کرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں یعنی ہم نے اپنی گزری ہوئی زندگی میں ہی اپنی موجوہ زندگی کی قسمت متعیں کرلئی ۔ حالانکہ یہ اللہ تعالی ہی ہے جو ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہماری قسمت کا فیصلہ کرتا ہے ہمارے ساتھ پیش آنے والی ہر چیز کو تیار کرتا ہے اور یہ طے کرتا ہے کہ ہم کس قسم کے واقعات کا سامنا کرین گئے اور کس طرح کی زندگی گزارین گے ۔قرآن ہمیں بتاتا

ہے کہ جو چیز ہمارے آ گئے انی ہے وہ اللہ تعالی کی مرضی ہوتی ہے اور اللہ تعالی نے اس کا فیصلہ اس کے ہمارے ساتھ پیش آنے سے پہلے ہی کرلیا ہوتا ہے

ٗنہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے اس سے قبل کہ ہم اسے پیدا کریں بیشک یہ اللہ کو اسان ہے ......(سورۃ -الحدید-۲۳)

انسان کی زندگی کا ہر لحہ جو کبھی دنیا میں رہا ہو اور جو ائندہ اس دنیا میں رہے گا مان کے پیٹ سے مرتے وقت تک اللہ تعالی نے متعین کر رکھا ہے اور اس سے پہلے ہی باخبر ہے ہم کب اور کہاں کھائیں گئے او ور وہ کھانا کیا ہوگا ہم کس سے بات کریں گئے ہم کتنا کمائین گئے ہمین کون سی بیماری ہوگی اور اخر کار ہم کب کہاں اور کس طرح مرین گئے یہ تمام باتیں پہلے ہی طے کی جا چکی ہین اور تبدیل نہیں ہوسکتں کیونکہ وہ اللہ کے علم میں مکمل واقعات کی صورت مین موجود ہیں ہمارے لئے صرف ان کے بارے میں اپ نے تجربات کے ذریعے جاننا باقی رہ جاتا ہے

جب لوگون کو موت کے بعد اٹھایا جائے گا اور جب ان کا حساب اللہ کے انصاف کے مطابق ہوجائے گا تو وہ اپنے اصل گھروں کو بھیج دیے جائین گئے جنت یا جہنم ۔ جہاں وہ ہمیشہ رہین گئے ۔ جنت اور جہنم کے مختلف درجے ہیں تا کہ ہمیں اتنا ہی مل سکے جو ہمارے لئے مقرر ہے .

زبور، انجیل، توریت، اور قرآن میں کہیں بھی بار بار مختلف جسمون میں دوبارہ پیدا ہونے کا ذکر نہین ملتا

دبارہ پیدا ہونے (آواگون) کا عقیدہ متشابہات کی زبان مین

بیان کردہ آیتوں کو کچھ کا کچھ سمجھ لینے سے جنم لیا ہے

انسانی جسم میں کروڑوں اربوں زندہ جاندار موجود ہیں ہمارے جسم میں جو خون گردش کر رہا ہے وہ بھی لاتعداد سرخ اور سفید کیڑون (ریڈ اینڈ وہاٹ بلڈ کارپلیس) پر مشتمل ہے جو غذا ہم ترکاریوں، سبزیوں یا گوشت کی شکل میں کھاتے ہیں اس میں لاکھوں جاندار جرثومے (bactrias) موجود ہوتے ہیں ان جرثوموں میں بہت بڑی تعداد ترکاری یا گوشت پکانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے جو دودھ انڈا شہد یا دوسری غذائیں ہم کھاتے ہین اس کی بھی یہی شکل ہے۔ حد یہ ہے کہ سادہ پانی پینے کی شکل میں بھی ہم روزانہ لاکھوں جانداروں کو اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں سیہ تمام غذائیں انسانی جسم کے کارخانے میں داخل ہو کر مختلف تبدیلیوں کے عمل (processes) سے گزر کر خون بنتی ہیں یا آنسو پیشاب پاخانہ و دیگر فضلات کی شکل مین خارج ہو جاتی ہیں باپ کی پیٹھ مین جو زندگی کے کیڑے (جرثومہ حیات) اکٹھا ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ مین داخل ہو کر نشو و نما پا کر ایک نئی انسانی جان کی شکل اختیار کرتا ہے جو جرثومے (جاندار کیڑے) ہمارے آنسوں پیشاب پاخانے اور دیگر فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہوتے ہیں وہ کہیں کھاد مین شامل ہو کر مختلف پیڑ پودوں کے جسم مین پہنچ جاتے ہین جہاں سے کہیں وہ چوپایون کی غذا کی شکل میں ان کے پیٹمین پہنچتے ہیں ان مین سے ایسے جرچومہ حیات (زندگی کے کیڑے) بھی ہوتے ہیں جو چوپایوں کے بچوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں پھر ان جانوروں کے فضلات کی شکل میں بھی یہ جرثومے خارج ہو

تے ہیں کہیں چونٹیاں مکھیاں کیڑون مکوڑون کی غذا کی شکل مین ان کے حسموں میں داخل ہوتے ہیں بہت سے جانور بہت سے دوسرے جانوروں کو کھاتے ہیں۔ مثلا درندے جب چوپایوں کو کھاتے ہیں تو یہ جرثومے ان کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں کچھان کے بچوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں اور کچھ فضلات کے ساتھ خارج ہو کر زمین میں مل کر پھر پیڑ پودوں مین پہنچتے ہیں ان کے ذریعہ پھر کسی اور جگہ کسی اور انسان کی غذا کی شکل میں اس کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں اس طرح یہ ایک لامتناہی نہ ختم ہونے والا سلسلہ یات ہے جو قیقمت تک جاری رہے گا جرثومے حیات مختلف شکلون جسموں سے گزرتے اور سفر کرتے رہتے ہیں اور سفر کی ہر اسٹیج پر لاکھوں جرثومے حیات زندگی کے کیڑوں میں سے صرف ایک کسی انسان جانور یا پیڑ پودے کی شکل میں اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا سفر ختم ہوتا ہے باقی جرثومے اس انسان جانور یا پیڑ پودے کے جسم سے گزرتے ہوئے کسی اور جسم کی طرف منتقل ہونے کا اپنا عمل جاری

رکھتے ہیں جب تک کہ ان کی منزل نہ آجائے۔ یون سمجھے کہ ایک انسان کی پیٹھ سے صرف ایک جرثومہ حیات رحم مادر میں داخل ہو کر بچے کی شکل مین ظاہر ہوا یہ جرثومہ اپنی منزل کو پہنچ چکا لیکن اس انسان کے جسم سے خارج ہونے والے دیگر لاکھوں کرورون جرثومے مختلف مقامات پر مختلف شکلوں مین نمودار ہوتا ہیں اس کے فضلات کے ذریعہ زمین میں مل کر ایک پیڑ میں بہت سے جاندار جرثومے پہنچے اب ان میں صرف ایک کی منزل آئی جو اس پودے کی شکلمیں ظاہر ہوئی باقی سب جرثومے جو اس پودے کی پتیوں

اور رگوں مین مختلف شکلوں میں موجود ہیں ان کی منزل ابھی نہیں ائی وہ کسی بکرے کی غذا بنتے ہیں اب بکرے کے جسم داخل ہوکر والے زندہ جانداروں مین سے صرف ایک کی منزل آئی جو کسی بکری کے جسم میں داخل ہوکر اس کے بچے کی شکل میں ظاہر ہوا باقی جاندار بکرے کو کھا لینے والے کسی اور جاندار کے جسم میں داخل ہوئے یہاں بھی صرف ایک منزل آئی باقی پھر کہیں اور منتقل ہوئے بکری کے دودھ پینے والے انسانوں کے جسم مین بھی داخل ہونے والے جرثوموں میں سے چند کی منزل آئی اور دیگر کہیں اور ان انسانوں کے فضلات کی شکل میں منتقل ہو گئے ۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہ آواگون کی ایک حقیقت ۔ جیسے ہم کسی جگہ سفر کرنے کئے لئے مختلف سواریاں بدلتے ہیں رکشا ٹرین اور ٹیکسی سے گزرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچتے ہیں اور ان سواریوں میں سے کوئی بھی ہماری منزل نہیں ہوتی اس طرح مختلف جاندار مختلف سواریوں (جانون) میں سے گزرتے ہوئے اپنی آخری منزل پر پہنچتے ہیں پچھلی سب اس کی نسواریاں تھین ان جرثومون جانداروں کا مختلف پودوں جانوروں شیر بھیڑئے کتے سور گائے بکری اور انسانوں کی شکل میں نمودار ہونا یاان کے جسموں سے گزرنا آواگون ہے ۔ کوئی جرثومہ لاکھوں جسموں سے گزر کر اپنی منزل پاکر کسی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور نہ جانے کتنوں نے آج تک اپنی منزل نہیں پائی ۔

اللہ کا قائم کردہ نظام حیات ایسا ہے جس کی باریکیوں پر جتنا غور کریں عقل کی حیرانی بڑھتی جاتی ہے اور قرآنی آیتوں کی اواز کانوں میں گونجتی ہے ۔ " کیا پھر تم غور نہیں کرتے ! کیا پھر تم تفکر نہیں کرتے ! کیا پھر تم تدبر نہین

کرتے ! کیا پھر تم سعور نہیں رکھتے ! کیا تم پر بصیرت نہیں رکھتے ! کیا پھر تم ذکر نہیں کرتے

جب مدبر کائنات کے نظم وحکمت کے مطابق ایک انسان کی شکل میں ایک جرثومہ حیات نے اپنی منزل پالی تو اس کا سفر ختم ہوا۔ اب اس انسان کو مالک حقیقی کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق زندگی گزارنی ہے اس کی موت کے بعد اس کی اگلی زندگی میں اس کی دائمی جزا و سزا ہے اس کو کسی اور جاندار کی شکل میں اس دن یا میں جنم نہیں لینا ہے البتہ اس انسان کے جسم سے جو دوسرے جاندار گزر رہے ہیں اور جن کا سفر ابھی ختم نہین ہوا ہے وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں اس مثال کو رسول مقبول ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث سے سمجھیں

" حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ مجھ کو یکے بعد دیگر ہر قرن کے بنی آدم کے بہترین طبقوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا ...... بخاری بحوالہ مشکوۃ باب سید المرسلین (اس حدیث میں بنی آدم کے الفاظ استعمال ہونے سے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بنی آدم کے بہترین طبقات میں منتقل کیا جاتا رہا لیکن یہاں یہ اشارہ موجود ہے کہ دیگر زندگیاں بنی آدم کے بجائے دوسرے طبقات میں بھی منتقل ہوتی رہی ہون گئی ۔ واللہ اعلم بالصواب

لفظ جرثومہ حیات (زندگی کے کیڑے) ہماری اپنی مقرر کردہ اصطلاح ہے اس کی کوئی سائنس اصل نہیں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ سائنس کا نظریہ ارتقا (Theory of Evolution)

اور جینائی نظریہ (Genetic Theory) دونوں ابھی نامکمل ہیں اور خود سائنس ان کے نظریہ یا تھیوری ہونے کو تسلیم کرتی ہے پچھلے صفحات میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی بنیاد مندرجہ ذیل احادیث ہیں ۔

" ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدم کی صلب سے نکال کر ۔ ذروں کی طرحؔ ۔ پھیلا دیا گیا تھا اور ان سے یوں گفتگو ہوئی تھی بتاؤ کیا میں تمھارا رب نہیں ! سب روحیں کہنے لگیں ۔ کیوں نہیں ضرور ...... بحولہ تفسیر ابن کثیر

" حضرت عطاؒ فرماتے ہیں میثاق کے وقت روحیں حضرت ادم کی پشت سے نکالی گئی تھیں پھر پشت مین لوٹا دی گیں ۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جس دن حضرت آدم کو پیدا کیا اس دن اس کی پشت سے قیامت تک کی دنیا میں تمام انے والی روحیں چیونٹیوں کی طرح نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لئے لیا تھا اور فرشتے گواہ بن گئے تھے ......

مندرجہ بالا حدیث مختلف طریق سے مختلف اسناد کیساتھ بیان ہوئی ہے ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک آنے والی تمام زندگیاں باریک کیڑوں کی شکل میں حضرت آدم کی پشت میں موجود تھیں ۔ جسے ان حدیثوں مین ۔ ذروں کی طرح یا چیونڈیوں کی طرح جیسے الفاظ میں سمجھا یا گیا ہے اس کا نام ہم نے اپنی اصطلاح میں جرثومے حیات رکھا ہے ۔•

آریوں کے عقیدے میں یہ دنیا ہی عمل اور جزا کی جگہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جو انسان برے کام کرتا ہے وہ مرنے کے بعد بریؔ جونؔ میں آتا ہے اور اچھے کام کرنے والا اچھیؔ جونؔ میں ۔ جس قدر جانور وغیرہ ہیں یہ پہلے

انسان ہی تھے ۔ لیکن یہ اپنی بدعملی کی وجہ سے انؔ جونوںؔ میں آے ۔ تو ان کے نزدیک دنیا عمل و جزا دونوں کی جگہ ہے لیکن مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا فقط عمل کی جگہ ہے یہاں جزا نہیں اور آخرت فقط جزا کی جگہ ہے وہاں عمل نہیں ۔ اگر چہ بعض کام ایسے بھی ہیں کہ جن کا کچھ نہ کچھ نتیجہ دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے ۔ جیسے مان باپ کی اطاعت کرنے والا دنیا میں خوشحال رہتا ہے ۔ اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا دنیا میں ذلیل وخوار ہوتا ہے ۔ لیکن یہ خوشحال یا ذلت یا رسوائی اس کی جزا نہیں ہوگی ۔ یہ تو ایسا ہے مجرم کے لے جیل سے پیشتر حوالات اور یہ حوالات اس کی جرم کی سزا نہیں ۔ سزا تو مقدمے کے بعد شروع ہوگی ۔ آریوں کا یہ عقیدہ بالکل خلاف عقل ہے

اولاً تو اس لیے کہ جب دوسریؔ جونؔ مین پہنچ کہ پہلیؔ جونؔ کا آرام یا تکلیف یاد ہی نہ رہا تو اس کو اپنے گذشتہ اعمال کا احساس ہی کیا ہوگا ۔ اور تکلیف اور غم محسوس ہی کیا ہوگا مثلاً ایک شخص آج فقیر بےنوا ہے ۔ ان کے قاعدے سے پہلے وہ کسی اچھے حال میں زندگی گزار گیا تھا اپنی بدعملی کے باعث اب فقیر بنا کے بھیجا گیا ۔ جب اسے یاد ہی نہ رہا کہ پہلے میں کیا تھا اور اس وقت میں نے کیا کیا تھا ۔ کسی عیش میں تھا ۔ یہ کسی عمل کی سزا ہے تو اب اس کو اس فقیری میں تکلیف ہی کیا ہوگی ۔ وہ تو اپنی فقیری میں ہی خوش اور مست ہے ۔ اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا تو دنیا کے جانداروں کی تعداد میں توازن قائم رہتا ۔ یعنی اگر انسان بڑھتے تو دوسرے جانور گھٹ جاتے اور دوسرے جانور بڑھتے تو انسان گھٹ جاتے ۔ کیونکہ اول سے فخر تک روحوں کی تعداد ایک ہی ہے ۔ وہی مختلف جسموں میں گھومتی پھر رہی ہیں ۔ مولانا

محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادؒ کا مناظرہ رام چندر دہلوی سے ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ مہاشہ جی دنیا میں کوئی ایسا بھی گزرا ہے کہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ کہنے لگے۔ لاکھوں سب سے بڑے تو رشہ منی گزرے ہیں جن پر وید آے۔ حضرت نے فرمایا ایسے بے گناہ انسان کو کس "جون" میں جانا چاہیے ان کو تو ایسی جون میں جانا چاہے کہ جہان ہر طرح کی راحت اور آرام ہو تو اس نے کہا بے شک فرمایا بتاو کہ وہ جون کون سی ہے۔ کہا کہ ایسے لوگ بادشاہ بن کر آتے ہیں۔ فرمایا کہ بادشاہ سے بڑھ کر تو دنیا میں کو ئی مصیبت میں نہیں۔ سب کو فکر نان کی۔ تو اس کو فکر جہان۔ غریب لوگ رات کو آرام سے سوئیں اور وہ فکر سے تارے گن گن کے گزارے۔ یہ تو بڑا ظلم ہے کہ خدا تعالی ان کو ایسی مصیبت میں ڈالیتو مہاشہ جی فوراً بولے کہ وہ تارک الدنیا سنیاسی بن کر آتے ہیں۔ فرمایا واہ ان کی نیکیوں کا بدلہ دیا کہ سر پر نہ ٹوپی نہ پاؤں مین جوتا نہ تن پر کپڑا نہ بدن پہ لنگوٹا سب تو جاڑوں میں عمدہ عمدہ لباس پہنے۔ یہ مصیبت کا مارا آگ تاپ کر رات کاٹے۔ مہاشہ جی گھبرا گے بہت سے پلٹے کھاے۔ مگر کوئی جون ایسی نہ ملی جو بالکل راحت و آرام کی ہو تجضرت نے فرمایا کہ مہاشہ جی اگر ہماری بات مانو۔ تو ہم تمہیں بتائیں کہنیلگے بتاو فرمایا کہ ان کو رنڈی بن کر آنا چاہئے کہ دنیا میں یہی آرام سے رہتی ہی دن رات نیا لطف اٹھاے دوسرے کمائیں یہ مزے سے کھائے۔ مہاشہ جی گرم ہو گے اور کہا دیکھے آپ گالیاں دیتے ہیں فرمایا یہ تمہارے مذہب کی کمزوری ہے قرآن کو مان لو جنت ہی جزا کی جگہ بن سکتی ہے نہ کہ دنیا

آواگونی یعنی تناسخ کے عقیدے کے بارے میں "رگ وید" کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ جب آریہ ہندوستان آے تو ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ مرنے کے بعد انسان بار بار دوبارہ جنم لیتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے بلکہ آریہ کا اس وقت یہ عقیدہ تھا کہ (جو لوگ گناہ کی زندگی بسر کرتے ہیں انہین مہا دیوتا "وارونا" یعنی زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک خوفناک جگہ دوزخ مین بھیج دیا جاتا ہے اور جو لوگ رستی اور پاکبازی زندگی بسر کرتے ہیں انہیں فردوس برین (جنت) میں بھیج دیا جاتا ہے

داتا گنج بخش علی ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں اس نظریے پو یوں تبصرہ کرتے ہیں:-

ملحد جو روح کو قدیم کہتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں اور سوائے اس کے کسی اور شئے کو فاعل و مدبر نہین سمجھتے ارواح کو معبود قدیمی اور مدبر ازلی قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایک ہی روح ایک شخص کے جسم سے دوسرے شخص کے جسم میں چلی جاتی ہے اور یہ ایک ایسا شبہ ان لوگوں کا ڈالا ہوا ہے کہ جتنا اجتماع اور اتفاق اس پر ہوا ہے اتنا اور کسی شبہ پر خلق کا نہیں ہوا اس لئے کہ سچ پوچھو تو عیسائی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہین اگر چہ بظاہر کہتے کچھ اور ہیں اور ہندو چین و ماچین میں تو سب کے سب لوگ اسی بات پر متفق ہیں، شعیوں، قرامطیوں، اور باطنیوں کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے اور حلولیوں کے دونوں گروہ بھی اسی کے قائل ہیں

جبکہ مسلمانوں، عیسائیوں، اور یہودیون کی مذہبی کتابوں کے مطابق مرنے کے بعد انسان بعض مخصوص حالات مین برزخی (نفسی و روح کے

ساتھ) زندگی بسر کرتا ہے پھر آخرت ہے جہاں اس کا واسطہ جنت یا جہنم سے پڑے گا یا اس کی آخری قیام گاہ جنت یا جہنم ہو گی

جبکہ قدیم افریقی سمجھتے تھے کہ نیک روحین دیوتاوں سے جاملتی ہیں

اور قدیم مصریون کا ایمان تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی نئی زندگی شروع ہوتی ہے لہذا مرنے کے بعد انسان کی روح اور ہمزاد اس کے مقبرے میں رہنے لگتے ہیں ان کا خیال تھا ہمزاد کا میل جول مرنے والے ے عزیزوں دوستوں ے ساتھ رہتا ہے جب کہ روح دوسری دنیا میں چلا جاتا ہے

مرجانے کے بعد دوبارہ وہی فرد دوسرے جسم اور دوسرے نام سے پیدا ہو جائے ۔ اگر ایسا ہوتا تو آدم وحوا ہی دوبارہ دوسرے اجسام اور دوسرے نام پاکر پیدا ہوتے رہتے ۔ ان گنت لوگوں کی پیدائش وموت پنرجنم کی نفی کر دیتی ہے ۔ ۔ مادہ پرست خیال کرتے ہیں کہ روح اور وجود الٰہی کی بقا کے لئے مادہ کی ضرورت ہے اس خیال کی تائید میں پنرجنم اور اوتار کا عقیدہ قائم رکھا ہے، روح اور وجود الٰہی ہر دونوں مادہ کے محتاج نہیں

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ً کہ میں نے ستر ہزار مرتبہ حیات پایا اور ستر ہزار مرتبہ ممات پایا ہے ۔ پس اہل عرفان کے نزدیک ستر ہزار مرتبہ حیات وممات سے مراد یہ ہے کہ عارف جب خود سے باہر شخص وعکس کے آئینہ مین ذرہ سے آفتاب تک بجلی سے بادل تک آب سے آتش تک نار سے باد تک باد سے خاک تک خاک سے جمادات تک جمادات سے نباتات تک نباتات سے حیونات تک لاشئی سی شئی تک روح سے جسم تک جسم سے قبر تک

قبر سے حشر تک خودی کے ہی گز رکو پاتا ہے اور خودی کو ہی ہر جگہ موجود پاتا ہے تو ہر ایک جگہ پر اپنی موت اور اپنی ہی حیات محسوس کرتا ہے

میں جمادات سے فانی ہوا تو مجھ میں نشو ونما پیدا ہوئی ، یہ نشو ونما زائل ہوئی تو میں عالم حیوانات میں آ گیا پھر حیوانی اجزا فانی ہوے تو میں انسان بن گیا ، پھر مجھے اس بات کا خوف نہیں ہی کہ اتنی بار مرنے سے مجھ میں کچھ کمی واقع ہوئی ، پھر تمام بشری قوتوں سے میں فانی ہو جاوں گا تا کہ مجھ پر ملکوتی پر و بال نمودار ہوئیں پھر دوسری بار تمام ملکوتی صفات جب فنا ہو جائیں گئی تو پھر میں وہ مقام حاصل رپاوں گا جو قیاس وگمان میں نہیں آ سکتا

اسلام کسی مسلمان کو اس بات کی ہر حال مین اجازت نہیں دیتا کہ وہ بے اصل بے دلیل کسی غلط عقیدہ کی تقلید میں مبتلا ہو جائے

آج کے سائنس دور سے پہلے اس متشابہاتی علم کی حقیقت کھلنے کا انجام آواگون دوبارہ جنم کے عقیدے کی شکل میں ظاہر ہوا ۔ ہر آسمانی کتاب میں دو علوم رکھے گئے تھے ۔ ایک محکمات کا اور دوسرا متشابہات کا متشابہات کا علم کسی اور دور کے لئے تھا اس وقت اسے کھولنے کی اجازت نہین تھی ۔ رسول آخر از ماں حضرت محمد ﷺ کے جسمانی دور مبارک کے چودہ سو سال بعد حادثہ کعبہ کے بعد وہ دوسرا دور شروع ہونے والا تھا ۔ جس مین متشابہات کے علم کی حقیقتوں کو بتدریج کھلنا تھا

تمہارا حشر اس حال میں ہو گا کہ تم ننگے پاوں ننگے جسم اور بغیر ختنہ کئے اٹھائے جاوگئے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے پہلی جس طرح پیدا کیا تھا اس طرح ہم دوبارہ پیدا کرین گئے (از شکم مادر)...... حدیث - بخاری سوم ۵۳۶)

تم ننگے جسم اور ننگے پاوں اور بغیر ختنہ کے اکٹھے کئے جاو گے عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا - مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے تو نبی ﷺ نے فرمایا معاملہ اتنا سخت ہوگا کہ یہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا - حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ انسان جن کپڑوں میں فوت ہوا ہوگا انہیں میں اٹھایا جائے گا

حضرت عائشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا - ہاں عذاب قبر ہے

قیامت کے دن روحوں کو جسموں میں لوٹایا جائے گا تو وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف نکال کھڑے ہوں گے جسموں کا دوبارہ اٹھنا اس میں مسلمان اور یہودی اوور عیسائی سب متفق ہیں

قبرین آخری منزل نہیں بلکہ یہ تو ایک مرحلہ ہے انسان کے مرنے سے لے کر قیامت کے دن اس کے اٹھنے تک کو برزخ کہا جاتا ہے برزخی زندگی جو کہ انسان کی موت کے بعد سے لے کر دوبارہ اٹھنے تک ہے اگر چہ وہ قبر میں جائے یا اسے وحشی جانور کھا جائین یا پھر وہ جل جائے تو جو شخص اسلام پر مرتا ہے اسے نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور جو کفر پر مرتا ہے اس پر مصیبت پر عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے

قول قرآن - اولم یرو کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ ......(سورۃ النکبوت)

کیا نہیں دیلھا کیونکر اللہ کرتا ہے پہلی بار پیدائش کو پھر دوبارہ کرئے گا اسکو

فانظر کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشیء النشاۃ الاخرہ ......(سورۃ -۲۰) پس دیکھو شروع کیا اللہ نے پیدائش کو پھر اللہ ہی پیدا کرئے گا پیدائش پچھلی کو

چنانچہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ پیدائش کے بعد موت اور پھر موت کے بعد پیدائش ہوتی رہتی ہے اگر مقصد نہیں ہوا تو بیشمار ازل وعاقبت گذرتے جائیں گئے .

امن یبدوع الخلق ثم یعیدہ ......سورۃ -نمل

کہ پہلی بار پیدائش کرتا ہے پھر دوبارہ جنم ہوگا

وانہ خلق الزوجین الذکر والانثی من نطفۃ اذا تمنی و ان علیہ نشاۃ الاخر ......سورۃ -نجم

دوبارہ پیدائش ہوگی مرد عورت کے جوڑ اور نطفہ سے

جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردے نہین) بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہین جانتے ...... سورۃ سیقول -۱۵۴-۲

جس حال میں تم بیجان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرئے گا پھر اس کی طرف لوٹ لر جاو گئے ......سورۃ -سیقول - ۲۸-۲

اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں تمھیں لوٹین گئے اور اس سے دوسری دفعہ نکالین گئے ...... طہ- ۲۸

کیا انھون نے نہین دیکھا کہ خدا کس طرح خلقت کو پہلی بار

پیدا کرتا ہے پھر کس طرح اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے یہ خدا کو آسان ہے کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کیا ہے پھر خدا ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے......سورۃ - العنکبوت - ۶۹ - ۲۹

خدا ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی اس کو پھر پیدا کرے گا پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ...... سورۃ روم - ۱۱ - ۳۰

اور وہی ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ کرے گا یہ اسے بہت آسان ہے ...... سورۃ روم - ۲۷ - ۳۰

خدا ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تمھین مارے گا پھر زندہ کرے گا ......سورۃ - روم - ۴۰ - ۳۰

بھلا کون خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے ......سورۃ - النمل - ۶۴ - ۲۷

خدا ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے پھر اس میں تمھیں لوٹا دیگا اور اس سے تم کو نکال کھڑا کرے گا ......سورۃ - نوح - ۱۸ - ۷۱

وہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کریگا ......سورۃ - بروج - ۱۳ - ۸۵

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر روز جزا تک دنیا میں آنے والی روحیں پہلے ہی سے اپنے بدون کے لئے مخصوص ہیں اس طرح کوئی بھی روح کسی دوسرے جسم کے ساتھ دنیاے ارضی کی طرف نہیں لوٹے گی

شہیدوں کی روحیں۔

روحیں چاہیں چرتی، چگتی، اڑتی پھرتی ہیں پھر اس قندیلوں مین آکر بیٹھ جاتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں ان کے رب نے ایک مرتبہ انہین دیکھا اوران سر دریافت کیا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے جواب دی اللہ ہمیں تو نے وہ وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہین دیا پھر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہوگی؟ ان سے پھر یہی سوال ہوا - جب انہون نے دیکھا کہ اب ہمیں کوئی جواب دینا ہی ہوگا تو کہا اللہ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج ہم تیری راہ میں پھر جنگ کرئیں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دگنا درجہ پائیں رب جل جلالہ نے فرمایا یہ نہین ہوسکتا یہ تو مین لکھ چکھا ہوں کہ کوئی بھی مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا

مسند احمد کی ایک اور حدیث مین ہے کہ مومن کی روح ایک پرند ہے جو جنتی درختوں پر رہتی اور قیقمت کے دن وہ اپنے جسم کی طرف لوٹ آئے گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن کی روح وہاں زندہ ہے لیکن شہیدوں کی روح کو ایک طرح کی امتیازی شرافت، کرامت عزت اور عظمت حاصل ہے

نینداور موت میں کیا چیز یکساں ہے اور اس کی اہمیت کس قسم کے ہے؟

نیند میں انسان کی روح جسم سے نکلتی ہے بلکہ اللہ اسے لیتا ہے۔ خواب میں دوسری طرف، روح نیا جسم حاصل کر لیتی ہے اور بالکل مختلف ماحول کا ادراک کرنے لگتی ہے۔ آیت میں 'اُٹھا کھڑا کرنے' کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ روح کا واپس اصل جسم میں لوٹنا ہے اور روزمرہ زندگی سے گزرنے کے سلسلے کا جاری رہنا.

موت اور بعث الموت اللہ کی طرف سے ہماری روح کو پیش کیے

جانی والی صورتوں کا محض تبادلہ ہے۔ ہر دن، ہر لمحہ اللہ تعالی ہمارے لئے دنیا پھر سے تخلیق کرتے ہیں اور ہماری روح کو خوبصورتی کی نمائش مسلسل پیش کرتے رہتے ہیں۔ یہی چیز نیند پر بھی لاگو ہوتی ہے، نازک شکلیں جو دن میں تخلیق کی جاتی ہیں وہ رات کو ہمارے خوابوں میں تخلیق کی جاتی ہیں۔ اس طرح اس دنیا سے اگلی دنیا میں ہمارا مرور شاید ایسا ہی آسان ہو جیسے نیند کی کیفیت میں چلے جانا۔ اس دنیا سے متعلق تصویریں دوسری دنیا کی تصویروں میں بدل جاتی ہیں اور موت ایک نقطہ تغیر ہے.

اللہ کی نظر میں انسان کی پیدائش، زندگی اور موت کے تمام مراحل یکے بعد دیگر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہ معاملہ ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے تمام انسان ٹھیک اس لمحے وجود میں آرہے اور مر رہے ہیں۔ تمام کا حساب ہو رہا ہے

اور جنت یا جہنم میں بھیجے جا رہے ہیں۔ یوں تمام انسان نہ تو مر رہے ہیں اور نہ فنا ہو رہے ہیں بلکہ یہ تمام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ ابدیت مین انسان اپنی زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ اس دنیا میں گزارتا ہے۔ اس دنیا میں اس نے جیسی زندگی گزاری ہوتی ہے اس کے لحاظ سے اسے جنت یا جہنم بیں بھیجا جاتا ہے۔ ٹھیک اس لمحے بعض لوگ جو اس دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں، جنت یا جہنم میں بھی ہیں۔ یہ موضوع قرآن پاک کی ایسی کئی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جن میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے اور آخرت کی زندگی کو صیغہ حال (present) یا صیغہ ماضی (past) میں ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ تمام وقعایات واحد لمحے میں وقوع

پذیر ہو رہے ہیں.

اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن پاک میں ہماری توجہ اس حقیقت کی طرف دلائی ہے کہ۔ جو لوگ صدق دل کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں وہی غور کرتے ہیں دوسرے الفاظ میں جو لوگ حقیقتا خدا کی رانمائی تلاش کرتے ہیں اور اس کی عظیم صفات کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہی اس کے مظاہر پر غور کرتے ان حقائق کو سمجھتے ہیں

شیعہ کا دروز فرقہ اور بعض سلسلے دوبارہ پیدائش کا قرآن سے استدال پیش کرتے ہیں

موت کیا ہے

کیا قبر آخری ٹھکانا ہے

برزخ کیا ہے

کیا قیامت کے دن کپڑوں کے سات یا بغیر کپڑوں کے اٹھنگے

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کل یہ انسان ٹھیک ٹھاک تھا اور آج یہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے یا کسی اچانک حادثے یا بیماری کے سبب کوئی مر جاتا ہے ہم اس کی موت کا اعلان کر دیتے ہیں تو اچانک موت کا سبب ہرگز کوئی حادثہ یا بیماری نہیں بلکہ موت پہلے ہی سے طے شدہ ہے یہ جسے ہم اچانک موت کہہ رہے ہیں جس کا سبب ہم نے بیماری یا حادثہ قرار دیا ہے انسانی زندگی کی ابتداء سے انتہا یعنی انسان کی زندگی کے پہلے دن سے موت تک تقدیر میں لکھا ہوا ہے، موت جسم کے بے روح بے حرکت اور بے نشان ہو جا

ن ے کا نام ہے اور اس موت کا شکار فقط مادی جسم ہوا ہے انسان تو ابھی زندہ ہے موجود ہے روح ونفس باقی ہیں، انسان مجموعہ ہے جسم، روح اور نفس کا - انتقال کے معنی ہیں جسم کی موت کے بعد موجود انسان کی کہیں اور منتقل ہونا اپنی منزل کی طرف گامزن ہے - روح اور نفس جسم میں ہے تو انسان زندہ ہے روح کے جسم سے نکل جانے کا نام موت ہے جسم چاہے کتنا ہی تندرست وتوانا ہو، کسی بچے کا ہو یا بوڑھے کا یا جوان کا جسم سے روح نکلتے ہیں جسم مردہ ہو جاتا ہے - پھر چند دنوں بعد نابود ہو جائے گا جسم کے اعضاء مٹ جائیں گے خلیے منتشر ہو جائین گے ایک نظر آنے والا حقیقی وجود نظروں سے اوجھل ہو جائے گا، ایسے کہ نشان بھی نہ رہے گا جیسے کچھ تھا ہی نہیں

جسم کی موت کے بعد اگرچہ اب انسان جسمانی اعمال انجام نہیں دے سکتا تو کیا ہوا اب وہ نفس کی صورت موجود ہے جب تک جسم میں تھا محدود صلاحیتوں کا مالک تھا جسم کی موت کے بعد اب وہی انسان لامحدود صلاحیتوں کا مالک ہے، لہذا موت کے بعد انسانی صلاحیتوں میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوا ہے جسم سے مفارقت کے بعد انسان منتقل ہو گیا

ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے رواج کے مطابق مردہ جسم کا انتظام کر تے ہیں کچھ لوگ زمین مین دفن کرتے ہیں کچھ لوگ جسم کو جلا کر راکھ دریا وغیرہ میں بہا دیتے ہیں، کچھ جسم کو چیل کوں کی خوراک بننے کے لے رکھ دیتے ہیں، کچھ لوگ پانی مین بہا دیتے ہیں، کہیں پر بھوکے انسان مردوں کو بھی کھا جاتے ہیں، پھر کسی کو درندے کھا گئے، بحرحال جسم کے ساتھ جو بھی صورت ہو، جسم جہاں بھی ہوگا وہی اس کا برزخ قائم ہو جائے گا، برزخ در

اصل ایک انتظار گاہ ہے اور اس انتظار گاہ میں فیصلے کا دن آنے تک انسان کوڑک کر انتظار کرنا ہے - برزخ کو دنیا کی نہرروں سے مخفی رکھا ہے

آخر کیوں یہاں انسانکو برزخ میں ٹھہرا کر انتظار کرو یا گیا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی کچھ لوگ تو مر چکے ہیں برزخ میں داخل ہو گئے ہیں باقی دنیا کے لوگ ابھی زندہ ہیں مرکر برزخ مین داخل نہیں ہوے لہذا باقی تمام تمام لوگوں کی موت کے بعد برزخ مین منتقلی تک انتظار کرنا ہے اور یہ برزخی انتظار قیامت پر ختم ہوگا

کچھ لوگوں کا نظریہ ہے کہ برزخ کہیں اور نہیں بلکہ زمین پر موجود ہے لیکن مادی آنکھ اسے دیکھ نہین پاتی آنکھ کی راہ میں پردہ حائل ہے اس پردہ کی موجدگی کی سبب زندہ لوگوں کو اپنے مردہ عزیز واقارب نظر نہیں آرہے ہیں

جسم کی موت کے بعد اس جسم میں موجود انسان یعنی انسان کی روح اور نفس اس مردہ جسم کو چھوڑ کر کہیں منتقل ہو گئے یعنی انسان زمینی مخلوق نہیں ہے - انسان کی تخلیق جنت میں ہوئی، زمین پر اس کا قیام مختصر ومحدود ہے یہاں کچھ عرصہ قیام کرے گا پھر اسے واپس اپنی رہایش گاہ یعنی جنت کی طرف منتقل ہونا ہے، زمین سے جنت کی طرف واپسی کے عمل کو منتقلی کو انتقال کہتے ہیں اور جنت سے زمین تک آمد کے سفر تخلیقی عمل بالترتیب واقع ہوا تھا اس طرح واپسی کا سفر بھی بالترتیب طے کرے گا

اس زندگی کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے ہ جب میت کو قبر مین رکھا جاتا ہے تو اپنے گھر والوں کے پاوں کی

آ ہٹ سنتی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے - ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ برزخی زندگی میں قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے

آنے والے ہیں اور یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں ......مریم - 95

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے بھی پرندے اپنے دونوں پروں کے ساتھ اڑنے والے ہیں ان میں سے کوئی ایسی قسم نہیں کہ جو تمہاری طرح گروہ نہ ہوں ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کے پاس جمع کے جائیں ......انعام - 38

اور یہ واضح اور صریح نص ہے کہ قیامت کے دن چوپائے بھی اکٹھے ہوں گے اور مکلّف آدمیوں ی طرح انہیں بھی دوبارہ اٹھایا جائے گا جیسے کہ بچوں اور پاگل اور ان وجنہیں دعوت نہیں پہنچی اٹھایا جائے گا اور اس کے دلائل پر قرآن وسنت بھرا پڑا ہے

قیامت کے دن بندوں کو ننگے جسم اور ننگے پاوں اور بغیر ختنہ کے اکٹھا کیا جائے گا

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی (جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا اس طرح دوبارہ لوٹائیں گئے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہی یقیناً ہم اسے کرنے والے ہیں) اور سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جاہیں گے وہ ابراھیم علیہ السلام ہوں گے اور میری امت میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف والے پکڑ لیں گے تو میں کہوں گا میرے صحابی میرے صحابی تو مجھے کہا جاے گا کہ جب آپ نے انھیں چھوڑا تھا تو یہ اپنی

ایڑیوں کے بل پھر گے تو میں بھی اس طرح کہوں گا جس طرح کہ اللہ کے نیک بندے نے کہا تھا

دنیا میں ظاہری اجسام ہیں اور ارواح مخفی - گویا بدن ارواح کی قبریں ہیں اور برزخ میں ارواح ظاہر ہیں اور جسم اپنی قبروں میں مخفی ہیں اور گم ہیں پس احکام برزخ براہ راست ارواح پر جاری ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے اجسام بھی متاثر ہوتے ہیں

برزخ کا نمونہ خواب کی حالت ہوتی ہے جس میں خوشی غم ایذا وغیرہ سیدھی روح متاثر ہوتی ہے اور اس کے اثر سے بدن بھی متاثر ہوتا ہے

ارواح کے چار گھر ہوتے ہیں ہر گھر پہلے گھر سے بڑا ہے پہلا گھر ماں کا شکم جو تنگ و تاریک اور تین تین پردوں کے اندھیروں میں گھرا ہوتا ہے - دوسرا گھر دنیا ہے جو انسانی خیر وشر نیکی اور بدی کی کھیتی کرتا ہے اور ان کے اسباب مہیا کرتا ہے - تیسرا گھر برزخ ہے

جو دنیا سے وسیع تر ہے بلکہ ان دونوں نسبت وہی ہے جو پہلے دو گھروں کی ہے چوتھا گھر آخرت ہے یعنی بہیشت یا دوزخ اس کے آگے کوئی گھر نہیں - انسان کو ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل کرتا ہوا آخری گھر عقبٰی میں لے آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمہ طیب -- کل -- معنی۔عشق ،گرمی، جلالی،
مہ -- کے معنی۔۔حُسن ، ٹھنڈک ، جمالی کو کہتے ہیں
انسان کی بولی کو کلمہ کہتے ہیں۔طیب۔لذیذ ہونا۔میٹھا ہونا۔پاکیزہ

ہونا،اچھا،عمدہ،خوشبو کے معنے میں آتا ہے

کلمہ لفظ واحد کو کہتے ہیں لیکن کلمہ میں چھ الفاظ ہیں علم نحو کے حساب سے کلام کہا جائے گا مگر اللہ تعالی کی واحدانیت کی روشن دلیل کی وجہ سے اسے کلمہ کہا جاتا ہے

کلمہ کا مقصود توحید کے ساتھ رسالت کی شہادت ہے نور کی توحید اور نور کی رسالت

کلمہ طیب بار امانت ہے جسے اٹھانے میں پہاڑ۔پانے۔آگ۔وغیرہ حتی کہ اربع عناصر کی طاقت نے جواب دے دیا تھا بل آخر خلیفتہ اللہ نے اسے بہ آسانی اُٹھا کر اپنے دل میں رکھ لیا اور ایمان و اسلام کو زینت دی.کلمہ اول آخر ظاہر و باطن چاروں طرف سے عالم کو گھیرا ہوا ہے اور تمام قدرت وقوت اور اسرار و معرفت اور عزت و عظمت اور تقدیر و تدبیر کی تاثیر سے پُر ہے عالم کا خالق و مالک اللہ پاک بذات خود کلمے میں ہے اس طرح عالم کی رحمت و برکت رسول پاک بذات خود کلمے میں ہیں

کلمہ طیب لا مکانی ہے کیونکہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی وجود نہیں تھا جو اس کلمہ طیبہ کی تخلیق اور اقرار ذات کا گواہ ہو جاتا ۔اللہ تعالیٰ نے اپنی نورِ ذات سے نورِ محمدی ﷺ کی تخلیق فرمائی اور خود مشاہدہ کیا اور اس نورِ محمدی ﷺ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے خطاب سے سرفراز فرمایا یہ امر کُن سے پہلے ہے سرور کائنات ﷺ کی تخلیق ہی کل کائنات کی پیدائش کی اصل و بنیاد ہے تمام مخلوق کلمہ طیبہ کے بعد پیدا ہوئی ہر چیز کا وجود گویا فیضان نور

محمدی ﷺ ہے کلمہ طیبہ اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کا آئینہ ہے
حق تعالی کی ذات نظر' خیال' گمان' وہم' عقل سب سے وراء ہے
اس لیے اسے اللہ کہتے ہیں

لطف یہ ہے کہ اللہ کی ذات زیادتی ظہور کی وجہ سے چھپ گئی اور کمال نور کی وجہ سے نظر نہ آسکی، آنکھوں میں لاگیا گیا سرمہ بھی آنکھ کو نظر نہیں آتا، آنکھوں کے پلکے بھی نظر نہیں آتا

کلمہ خود تیری ذات ہے' ذات انسانی کی تخلیق نورِ محمدی ﷺ سے فرمائی گی ہے تیری ذات اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے تو اس کونہین پہچانتا ہے تو یہ تیری ناکامی ہے ۔ظہور آدم خود سراپا کلمہ ہے اور کلمہ کی پہچان ہی وجود آدم کا عرفان ہے اور کلمہ طیبہ ہی علم لدونی ہے

کلمہ طیبہ ہمیں لامکان سی مکان میں لایا ہے اور اس سے ہم پیدا ہوئے ہیں

تیری ذات جو لامکان سے مکان میں آئی ہے اور عارضی مکان میں آکر اپنے حقیقی مقام کو بھول گئی دنیا جسے کہتے ہین وہ کچھ نہیں ۔ وہ تیرے ہی اندر کی چیز ہے

لفظ اللہ کسی لفظ سے مشتق نہیں جیسے اس کی ذات کسی سے نہیں بنی ایسے ہی اس کا نام کسی لفظ سی نہیں بنا

جس نے اللہ کہہ کر پکار لیا اس نے گویا ساری صفتوں سے پکارا اللہ وہی ہے جس میں ساری صفتیں موجود ہوں

کلمہ طیبہ میں لفظ اللہ ہی داخل ہے جس کو پڑھ کر کافر مومن بنتا ہے اگر

کوئی لا الہ الا الرحمٰن کہہ دے یا اس کے دیگر سارے اسموں سے کلمہ پڑھ لیے مومن نہ ہوگا مگر لا الہ الا اللہ کہتے ہی دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتا ہے

لفظ محمد میں قریب قریب یہ ساری خصوصیتں موجود ہیں لفظ اللہ بولو تو ہونٹ ملتے نہیں ۔مگر لفظ محمدؐ کے بولتے ہی نیچے کا ہونٹ اوپر والے سے دوبار مل جاتا ہے معلوم ہوا کہ ان کا نام نیچون کو اوپر والے سے ملانے والا ہے اور ان کی ذات مخلوق کو خالق سے ملانے والی ہے تو ان کا نام ان کے کام کو بتار ہا ہے ﷺ

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام پاک ہے جیسے ذکر اللہ بھی ﷺ کا نام ہے ۔۔حضور علیہ السلام کو اسم اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسم وہ ہوتا ہے جو ذات کو بتایے اور ذات پر دلالت کرے اور حضور ﷺ نے بھی اللہ کی ذات کو ظاہر کیا رب تعالی حضور علیہ السلام کا خالق ہے اور حضور علیہ السلام اس کے مظہر اتم ۔

اللہ-- ا-ل-ل-ا-ہ ...... 5 حروف اللہ کے نام کے حروف سے ہے کلمہ لا الہ الا اللّٰہ بنا ہے

اللہ میں -2 لام ہیں ایک لام بندے کی روح دوسرا- لام خدا کا نور- ھو ہے ۔سو خدا کی ذات یہ تینوں مل کر ایک جا پر ہیں

اللہ اسم اعظم ہے اور اللہ مین ۔ھو۔اسم اللہ کا سر ہے خلیفہ کا وجود دراصل خلیفہ بنانے والے کا وجود ہوتا ہے

ا للّٰہ-اور لا الــہ الا اللّٰہ دونوں کی منزل ایک ہی ہیں

کیونکہ ان دونوں میں ا-ل-ہ کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ دونوں منزل لا ۔ میں موجود ہیں لا ۔ میں بھی ا-ل-ہ ہی مقام بنا رکھا ہے اس لئے لا بھی ایک مکمل وجود ہے ۔ جو کچھ لا الــہ الا اللّٰہ میں موجود ہے وہ ۔ اللّٰہ ۔ مین موجود ہے اور وہی

حدیث :۔ **مـن قالا لا الہ الااللّٰہ دخل الجنت** ۔ نبی کریم کا ارشاد ہے جو کوئی **لا الــہ الا اللّٰہ** کہا سو بہشت میں داخل ہوگا یعنے نور کو اور خدا کو چھا نا تو بہشت مین داخل ہوگا روح اعظم پہلے اس تن میں آئی اللہ کہتی ہوی اگر کوئی نہ جان کر اللہ اللہ قیامت تک کہیگا تو بھی خدا تک نہ پہنچیگا اگر اسے جان کر کہیگا تو بیشک بہشت میں جائیگا

لا الــــہ الااللّٰہ جان کر بولنا یہ بہت بڑا مرتبہ ہے یعنے خدا اور رسول کو پہچان کر کہنا ۔ **لا الــــہ الااللّٰہ**۔ کوئی خدا نہیں مجھے جس نے پیدا کیا وہ میرا خدا ہے لیکن دل میں آشنائی نہیں زبان سے کلمہ بولا تو جھوٹا ہے ایسا جھوٹ بولنا حرام ہے جو کوئی خدا کو دیکھے ہیں ان کا بولنا خوب ہے . کوشش کرکے **لا الــــہ**۔ کو چھوڑیگا تو ۔ **الااللّٰہ**۔ کی حقیقت کا پہنچیگا تو راحت پاویگا دونوں عالم میں ۔ **لا الــہ**۔ نہیں کوئی خدا جو کہے سو بندے پن کے نور کو اور ۔ **الااللّٰہ**۔ خدا کے ذاتی نور کو کہے یہ دونوں کو جو پہچانت کیا وہ عذاب سے خلاصی پائیگا

لا الــــہ جو ہے بندے کا عالم (یہ جسمانی عالم ہے) جو خدا پیدا کیا ہے اور ۔ **الااللّٰہ**۔ سو عالم اُلوہیت اور ولایت عزت آدم کہے خدا کو یعنے ۔ تو سو تو ۔ اور ۔ میں سو میں ۔ ایسا قوی ایمان سونور کے حال کو کہتے ہیں

لا ۔ کے معنی نہیں کے ہوتے ہیں اور " ھو " کے معنی " وہ " کے ہوتے ہیں جو غائب کے واسطے موضوع ہے

لا الہ الا ھو ۔ دوسروں سے پرستش اور پوجا لینے کے لائق سوائے اسکے دوسرا کوئی نہیں اللہ کے اکیلے رہنے اور دوسروں سے پرستش اور پوجا لینے کے لائق سوائے اسکے دوسرے کے نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ضروری پن والا ہے

ان اللّٰہ خلق الخلق فی ظلمت ۔ تحقیق خدا تعالی نور کو صورت دیکر اس تن کے اندھیرے میں رکھا ہے ۔ **الا اللّٰہ**۔ کو پہنچنے کے واسطے اللہ کے دائرے میں آ کر رہتے ہیں یعنے خدا کو پہنچنے کے واسطے محمد کے نور مین آ کر رہتے ہیں ۔۔ **لا**۔ جو ہے نفی کی جگہ سوتن ہے یہاں اول قدم رکھنا وہ پانے کی جگہ سوتن ہے مگر یہاں رہنا نہیں اگر یہاں بندگی کریگا تو اسے شرک اور کفر لازم آتا ہے

خدا کہا اپنے کو ڈھونڈ واس تن میں یعنے خدا کے راستے کا جنگل اس تن کے اندھرے میں رکھا ہے

لا الــہ اا اللّٰہ ۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ، معبود کے لئے عابد کا ہونا ضروری ہے اس میں دوئی کا تصور نمایاں ہے جو اصل شرک ہے ، اور شرک خفی اس میں یہ ہے کہ عابد عبادت میں مذکور نہیں **مـحـمـد رسول اللّٰہ** کو بھیجنے والے کا مظہر دیکھے گا تو ان تمام اقسام شرک سے نجات پائے گا . اللہ کی ذات میں اس کا غیر موجود نہیں اور نہ وہ خود اپنے غیر میں موجود ہے • اکابرین کے نزدیک اللہ تعالی کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں .

خلقت کیا ہے؟ قدرت میں نمودار اور حق توحید میں غائب ۔ خود کا انکار بھی مشکل کہ قدرت کا انکار ہے اور قدرت کا انکار کفر ہے خود کا اثبات بھی مشکل ہے کہ توحید میں فساد ہے

توحید کیا ہے؟ توحید یہ ہے کہ تو اس میں غائب ہو جائے وہ تجھ میں توحید علم نہیں بلکہ تو عین وہی ہے

صوفیان کرام نے فرمایا۔ **لا یذکر اللّٰہ ولا یری اللّٰہ الا اللّٰہ** ۔ یعنی خدا ہی خدا کو یاد کرتا ہے خدا ہی خدا کو دیکھتا ہے ۔ ورنہ مخلوق کی کیا مجال کہ غیر مخلوق کا ذکر کرے اور دیکھے

حضور سرکار دو عالم محمد ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں ؎ **وجود ک حجاب بینی و بینک** ؎ یعنی تیرا وجود ہی تیرے اور خدا کے درمیان حجاب ہے

کلمہ طیبہ کے راز یہ ہیں :۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے واجب الوجود مگر ایک ذات حق جو اللہ پاک ہے اُس ذات حق اللہ پاک کے کامل مظہر رسول خدا نور الھدی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں.

لا	(نفی)	(یعنے شےء مخلوق)
الٰہ	(اثبات)	الٰہ معبود (واقعۃ)
اِلّا	سوائے (مگر)	
اللّٰہ	(موجود) نہیں ہے کوی یعنے (قایم بجود) کے	
مُحَمّدٌ	محمد (رسول) ﷺ	
رسول	بھیجے ہوے ہیں	

اللّٰہ اللہ (قایم بجود) کے

مشائخ اکرام الگ الگ معنی بیان فرمایا ہے

لا الٰہ ۔ نہیں معبود...... الا اللّٰہ ۔ اللہ کا غیر موجود نہیں

محمد رسول اللہ...... اللہ کا جمال محمد

محمد ﷺ ۔ جس کی حمد کی جاوئے اور حمد کے الفاظ ﷺ کے ہیں ۔

رسول اللہ -- قاصد ۔ واسطہ ۔ وسیلہ ۔ پیغبر ۔ بھیجے ہوئے کے ہیں

کوئی خدا نہیں مجھے جس نے پیدا کیا سو میرا خدا ہے محمد اس کی خبر دینے والے ہیں

نہیں غیر خدا کے موجود اور معبود برحق اور محمد رسول اللہ کے ہیں اور بندے خدا کے اور بھیجے گئے ساتھ رسالت کے

لااٰلہ .. نہیں ہے اللہ دوسرے سوائے اپنے **الّا اللّٰہ** ۔ مگر تحقیق ہے اللہ ہو کر یہ محمد ﷺ رسول اللہ

لا الٰہ ۔ جو ہے بندیکا عالم (یہ جسمانی عالم) جو خدا نے پیدا کیا ہے **الا اللّٰہ** ۔ سو عالم الوہیت

کلمہ کے دو جز ہیں ایک **لا الٰہ الا اللّٰہ** دوسرا **محمد رسول اللّٰہ** ﷺ پہلا جز توحید دوسرا جز رسالت ہے

اللہ اسم ذات محمد اسم ذات ادھر توحید اُدھر رسالت اِدھر نور اُدھر نور ادھر ذات اُدھر ذات اس کے چار حروف ۔ ال ل ہ ۔ اس کے چار حروف ۔ م ح م د ۔ اس میں دو ۔ لام ، اس میں ۔ دو میم اس کے لام پر تشدید اُس کے میم پر تشدید

اس کے اُس کے دونوں حروف الف کے ساتھ یکجا ہوں تو خود آمّ الکتاب یعنی آیتہً

آدم کا سر مبارک آپ ﷺ کے اسم پاک کے پہلے حروف ۔میم۔ کی طرح ہے

دونوں پہلوں میں دست اقدس کا لٹکنا آپ ﷺ کے اسم پاک حروف ۔ح۔ کی صورت ہے

آدم کی شکم آپ ﷺ کے اسم پاک دوسرے ۔میم۔ کی صورت ہے

اور دونوں پاوں کی شکل آپ ﷺ کے اسم پاک ۔

دال ۔کی صورت ہے

الٓمٓ اس میں نقطہ ہے نہ اُس میں نقطہ ہے اسم اعظم بے نقطہ ہے **لا الـہ الا اللہ** کے بارہ حروف اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بارہ حروف دونوں میں کوئی نقطہ نہیں دن کے بارہ گھنٹے رات کے بارہ گھنٹے دونو ں کے ۲۴ گھنٹے دونوں کے ۲۴ حروف ایک سال کے بارہ مہینے بارہ مہینے کا ایک سال بارہ سال کا ایک دور آسمان کے بارہ بروج اہل بیت کے بارہ امام

پورے کلمہ کے **24** حروف چار رکھو اور دو جمع کیا تو **6** ہوئے کلمہ کے **6** محل ادھر **3** محل اُدھر **3** محل ۔ **21** نقطے ہیں۔ **12** دروازے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے **6** دن میں زمین وآسمان پیدا کیا...... کلمہ میں **6** دیدار اور **7** صفات **24** مقام **6** لطیفے **2** کفر **4** شرک ۔

لا ۔میں۔**2**، الـــــہ میں۔**3** ، اللّٰہ میں۔**5**۔الیف ہیں ۔ الا للّٰہ میں۔**5** لام

اللہ میں دو لام محمد میں دو میم ......

نطفہ ۔مضغہ ۔علقہ ۔مل کر صورت کلمہ ہو

کلمہ میں پانچ روشنی اور پانچ رنگ ہیں۔ تین جلالی ہیں اور تین جمالی ہیں اس میں مذکر اور مونث اس میں نور اور ظلمات بھی ہے

لا الـــہ الا اللّٰہ مـحـمـد رسـول اللّٰہ

ذات نور سر روح دل نفس

کالا سفید ہرا لال پیلا بے رنگ

بیخ موڑ ڈالی باغ کے مالی پھول پھل اللہ کا مالی

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ کے چھ درجے ہیں

لا کا معنی گنج مخفی ہے الـــــــــہ کا معنی ارادہ الا اللّٰہ کا معنی دیکھنا سنتا محمد کا معنی پہچنا رسول اللہ کے معنی عشق وہ گنج مخفی نہ ہوتا تو ہم بھی گنج مخفی نہ ہوتے ،سوا گنج مخفی کے کچھ نہیں مگر گنج مخفی ہے سو اپنی بیخو دی

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

کلمہ کے چھ درجے

احدیت وحدت واحدانی ارواح مثال شہادت

کلمہ کے چھ مقاماں

وصل توحید معرفت حقیقت طریقت شریعت

کلمہ کے چھ وجود اں

وحدت الوجود عارف الوجود شہادت الوجو د ممتنع الوجود واجب االوجود، ممکن الوجود

کلمہ کے چھ عالمان

عالم غیب عالم ملک عالم لطیف عالم حیوان عالم جن عالم الوہیت

کلمہ کے عالمانکی صورتیں

ذات کی صورت صفات کی صورت خیال کی صورت خوب کی صورت ظاہرکی صورت بےصورت

لا الـہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ کے چھ درس (معنی) ہیں

ذات نور سر روح دل نفس

الام۔نفی کا۔الیف، اثبات کا دونوں ملاکر۔لا۔ہوا ، الا۔ اس کے معنی علاوہ۔سوا۔غیر۔خدا کے ہیں

اللّٰہ۔جس کی عبادت کرتے ہیں

کفر اول:۔ لا۔کا معنی نہیں اگر نہیں کہےتو کفر آیا کفر کرنے سے کا فر ہوا کافر کو تو کلمہ فرض نہیں نفی کرنے والا ایک اور ایک نفی ہونے والا ۔ لا الہ۔کلمہ نفی ہے۔ لا الـہ کا مرتبہ نفی کا ہے اس میں ایک کفر دو شریک پیدا ہوتے ہیں غیر اللہ کو معبود حقیقی ماننا کفر ہے، جو موجود بالذات نہیں وہ حق نہیں۔اور جو حق نہیں وہ معبود نہیں یعنی خود کو ظاہر کرنا اور حق کو نہاں

کرنا غفلت دوئی وکثرت مین رہنا ہی کفر مجازی ہے

کفر دوم:۔ الا اللہ کلمہ اثبات ہے۔معبود حقیقی کی نفی کفر ہے۔ الا للّٰہ دو کے ہونے سے شریک آیا شریک آنے سے مشریک ہوا مشریک کو کلمہ فرض ہی نہیں۔ حق کو ظاہر کرنا اور خود کو نہاں کرنا کفر حق ہے اس نے محبوب کے سوا سب کو فراموش کردیا اگر کوئی اللّٰہ کو اثبات کیا تو دو شریک پہلے ہوتے ہیں۔غیریت کے لحاظ سے کہےتو اللّٰہ اثبات کرنے والا ایک اللّٰہ اثبات ہونے والا ایک، یہ چار شریک اور دو کفر کلمہ میں پیدا ہوتے ہیں یہ سب غیریت کے لحاظ کے پس ایک ہوجانا چاہئے اور غیریت کو دور فرمانا چاہے۔ (کفر کے معنی دوئی کے اور چھپانے کے)

شرک اول:۔ کل موجودات عالم آسماء الٰہی کے جلوے ہیں، کیونکہ موجود بالذات صرف ذات حق ہے اللہ کے ہر اسم کے لے مظاہر میں سے ایک مظہر متعین فرمایا اور جب چاہا جیسے چاہا اس طریقہ پر پیدا کیا جس نے جملہ ذرات غیب وشہادت عالم سفلی وعالم علوی کو مظہر آسماء الٰہی سے جدا سمجھا یا دیکھا اس نے دوئی کو لازم کیا پھر توحید کہاں رہی۔شرک لازم ہوا جو دو کو موجود جانا پس مشرک ہوا ۔ بلکہ ہر موجود کو ظہور ذات سمجھتا ہے، بندہ بھی ذات کا ایک ظہور ہے غیرت ایک اعتباری چیز ہے مثلاً جب تک ہماری صورت آہینہ میں نظر نہ آئی وہ صورت ہمارے لئے عین تھی جب آہینہ سامنے آیا ہماری صورت اس میں نظر آئی تو وہ صورت اعتباری اور غیر بن گئی.اس طرح علم الٰہی میں کائنات کے یہ صورت اور اشکال تھے اس وقت عین خدا تھی جب یہ خارج میں نظر آئے تو اعتبار میں غیر خدا کہلائے گئے. جب

غیرت کی نفی ہوگئی تو تمام اشیاء اس کی ملکیت ہوگئی اور ہر ذرہ عین خدا ہے۔

شرک دوم :۔ اللہ تبارک وتعالی ہی خیر وشر کا پیدا کرنے والا ہے ۔اللہ ہی فاعل حقیقی ہے۔**یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید** (اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے فیصلہ کرتا ہے)۔**لا یسئل عما یفعل** (جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہین پوچھ سکتا۔ **و لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ** (بغیر حکم الہی ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرسکتا) ۔اپنے اور سارے عالم کی حرکات وسکنات اور اختیار کو اپنے طرف منسوب کرتا تھا یا دوسروں کی طرف سے جانتا تھا غیر خدا سمجھتا تھا اب سالک ان حرکات و سکنات اور اختیارات کو حق کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ ان کا فاعل خالق ہے اور میں اور یہ تمام چیزیں ایک آلہ کے حکم میں ہیں ۔کسی شئی اور کسی چیز کو کسی غیر حق کی طرف نسبت نہ کرے یہی شرک فی الافعال ہے۔

شرک سوم :۔ شرک اخفی ۔یعنی خدا کی سوا کسی دوسری شخصیت سے نفع اور نقصان کا دیکھا یا امید رکھنا کسی اور سے ڈرنا۔ اس طرح اپنے اور دوسروں کی صفات ۔علم ۔سمع ۔بصر۔کلام ۔قدرت ۔حیات ۔اور اپنی ملکیت اور دوسروں کی ملکیت سمجھتا تھا کلمہ طیبہ پڑھنے اور سمجھنے کے بعد سالک یہ سمجھتا ہے کہ سات صفات خداوند تعالی کا پرتو ہیں ، ان سب صفات کو حق کی طرف نسبت کرے اور حق کی صفات جانے ۔جس نے صفات کو اپنی یا غیر کی طرف یا صفات کو صفات اللہ نہیں سمجھا اس پر شرک فی الصفات لازم ہوگا۔

شرک چہارم :۔ کلمہ طیبہ سمجھنے سے پہلے سالک اپنی اور عالم کی ذات کو غیر خدا سمجھتا تھا اب لا الہ کہہ کر اپنی ذات اور عالم کی ذات کے استقلال کو نفی کر کے یہ سمجھتا ہے کہ میری اور عالم کے ذات غیر خدا نہیں بلکہ اسی سے میری اور عالم کی ذات ہے اللہ جس کو واجب الذات یا واجب الوجود کہتے ہیں جس ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہو جو اپنے وجود میں کس کا محتاج نہ ہو

واجب کا وجود ذاتی ہوتا ہے واجب کی حقیقت وجود ہے اور ممکن کی حقیقت عدم ہے جب واجب اسے موجود کرنا چاہتا ہے وجود عارضی یا مجازی یا اعتباری ہوتا ہے ۔ممکن حقیقی معنی میں موجود نہیں ہوتا ۔ لا موجود الا اللہ ۔لامقصود الا اللہ ۔لامطلوب الا اللہ ۔لامعبود الا اللہ اللہ کے علاوہ کس کو معبود حقیقی مقصود حقیقی مطلوب حقیقی موجود حقیقی ماننا شرک ہے خدا کو موجود مانتے ہوئے اپنے کو اور دوسری چیزوں کو مستقل موجود ماننا شرک فی الوجود ہے......شرک کرنے والا ذات خداوندی کو اپنے وہم میں تقسیم کرنے والا ہوتا ہے یہ تقسیم خدا کو غصہ میں لانے والی ہوتی ہے اور یہ شرک کرنے والے کے ذھن میں ہوتا ہے ورنہ خارج میں ایک خدا کے سوا دوسرا خذدا ہے بھی نہیں ہوگا بھی نہیں۔

کلمہ طیبہ کی نفی میں جنس اور مطلق کے معنی لئے جایئں تو اس کا مطلب کیا ہوگا۔؟

یہ مطلب ہوگا کہ میں بھی نہیں تو بھی نہیں وہ بھی نہیں ۔زمین بھی نہیں ۔زمان بھی نہیں ۔مکین بھی نہیں ۔مکان بھی نہیں ۔ یہاں بھی نہیں ۔ وہاں بھی

نہیں ۔ جہاں بھی نہیں ۔ کہیں بھی نہیں ۔ ادھر بھی نہیں اُدھر بھی نہیں ۔ ذاکر بھی نہیں ۔ ذکر بھی ءنہیں ۔ دشمن بھی نہیں ۔ دشمنی بھی نہیں ۔ دوست بھی نہیں دعستی بھی نہیں حاسد بھی نہیں ۔ حسد بھی نہیں فاسد بھی نہیں فساد بھی نہیں ۔ یہ بھی نہیں ۔ وہ بھی نہیں ۔ حیات بھی نہیں ۔ کائنات بھی نہیں ۔ اچھا بھی نہیں ۔ بُرا بھی نہیں بلکہ کوھی بھی نہیں ۔ کچھ بھی نہیں ---- جب اس طرح سب نفی ہونے کے بعد لا کہتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے -؟

نفی جنس اور مطلق نفی کے بعد لا آتا ہے تو اثبات مطلق کے لئے آتا ہے تو اثبات مطلق کیا مراد ہے -؟

جب اٹھارا ہزار عالم کی نفی کر کے پھر اثبات مطلق الا اللّٰہ سے کر تے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اس ایک اللہ سے میں بھی تو بھی وہ بھی ۔ زمین بھی زمان بھی ۔ مکین بھی ۔ مکان بھی ۔ یہاں بھی وہاں بھی ۔ جہاں بھی کہیں بھی اِدھر بھی اُدھر بھی ذاکر بھی ذکر بھی دشمن بھی ۔ دشمنی بھی حاسد بھی حسد بھی ۔ فاسد بھی فساد بھی یہ بھی اچھا بھی برا بھی حیات بھی کائنات بھی بلکہ سب (اس اللہ تعالی سے) موجود ہیں

عارف جب لا کہتا ہے تو اپنی ہستی کو نیست و معدوم پاتا ہے اور جب الا کہتا ہے تو اپنے ہستی کو خدا سے موجود اس سے اس کے ساتھ پاتا ہے ان دونوں حالتوں کو نفی اثبات سے تعبیر کرتے ہیں .

انسان خود کو اور کائنات کو دیکھتا ہے تو ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں مخلوقات کو کثرت میں پاتا ہے یہ کثرت وحدت کا پردہ ہے .کلمہ طیبہ کا لا الـــہ اس کثرت کو مٹانیکے لئے آیا ہے تا کہ توحید کے نور میں سارا عالم نظر

آئے اور خدا کے احاطہ قدرت میں تمام کو دیکھا جائے مومن ایک چیز کو دیکھنے سے پہلے اس کے خالق کو دیکھتا ہے اس کے لا الــہ میں کثرت فانی ہے اور اس کے الا اللّٰہ سے وحدت ظاہر ہے جس طرح سمندر کے اندر کروڑوں مچھلیوں کی کثرت ہے لیکن سمندر ایک ہے اور اس کے احاطہ میں تمام مچھلیاں ہیں ، اس ایک میں کثرت فانی ہے سب ایک کے اندر ہے کثرت صرف وہم میں ہے خارج میں کثرت نہیں ۔ ایک خدا کی خدائی ہے بس .

انسان میں وہم ہے یہ وہم بندہ کے لئے ایک وجود اور خدا کے لئے ایک وجود سمجھتا ہے اور یہ دوئی پیدا کرتا ہے اس حالت کو فرق کہتے ہیں ۔ جب بندہ لا الــہ کہہ کر خود کو نیست و نابود اور معدوم سمجھتا ہوا الا اللّٰہ کہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرا وجود مستقل نہیں ۔ میرا ایک خالق ہے وہ ہے میرا رازق ہے اور وہ میری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور وہ میرا محیط ہے اور وہ موجود میں معدوم ہوں ۔ وہ رازق میں مرزوق ہون ۔ وہ خالق میں مخلوق ہوں وہ رحیم میں مرحوم ہوں ۔ وہ بے نیاز میں اس کا محتاج ہوں وہ قیوم ہے میں اس سے قایم ہوں وہ حی ہے اس میری حیات ہے ۔ وہ معبود ہے میں عابد ہوں اس حالت کا نام جمع ہے یہاں دوئی کی بو باس نہیں رہتے .

عارف باللہ جب لا الـــــہ کہتا ہے تو شک اور شیطان کا قلعہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے ۔ اور ایمان و عرفان سے اس کا دل بھر جاتا ہے اور الا اللّٰہ میں خود کو اور کائنات کو پاتا ہے دل میں تسکین پیدا ہوتے ہے ......
زاھد کے لئے اللہ بےشکل اور عارف کے لئے باشکل ہے......

غیرت ایک اعتباری چیز ہے مثلاً جب تک ہماری صورت آ ہینہ میں نظر نہ آئی وہ صورت ہمارے لئے عین تھی جب آ ہینہ سامنے آیا ہماری صورت اس میں نظر آئی تو وہ صورت اعتباری اور غیر بن گئی. اس طرح علم الہیٰ میں کائنات کے یہ صورت اور اشکال تھے اس وقت عین خدا تھی جب یہ خارج میں نظر آئے تو اعتبار میں غیر خدا کہلائے گئے. جب غیرت کی نفی ہوگئی تو تام اشیاء اس کی ملکیت ہوگئی اور ہر ذرہ عین خدا ہے.

جب ہر ذرہ عین خدا ہے تو اس کی عبادت کرنے میں کیا قباحت ہے تو جوابا یہ فرماتے ہیں کہ عبادت خدا کی ہوتی ہے نہ کہ عین خدا کی۔ کیونکہ اللہ تعالی کو اطلاق بلکہ وراؤ لورا کا مرتبہ ثابت ہے۔ کسی ایک چیز کی عبادت کر نے میں خدا کو اس میں منحصر و محدود کرنا ہوگا۔ ایک چیز میں خدا کو منحصر کر دینے میں دوسری چیزیں چھوٹ جاہیں گی اور مرتبہ وراء الورا بھی چھوٹ جائیگا اس حالت میں اللہ کی عبادت نہ ہو گی اس لئے عبادت مطلق ذات خداوندی کی جائے گئی نہ کہ ذات مقید کی. مطلب یہ ہوا کہ کوی ذرہ غیر خدا بھی نہیں اور کوئی ذرہ پورا خدا بھی نہیں.

اَل ۰۰ سب ۔ کل اٹھارہ ہزار عالم ...... لا ۰۰ نہیں ہُ ۔ وہی ۔ مطلب ہوگا کہ کل عالم مستقل نہیں ہے وہی ہے

اَل .۰۰ کے معنی سب ۔ لاہُ ۔ کے معنی خداوند ۔ مطلب یہ ہوا کہ حقیقت محمدی ۔ عرش ۔ کرسی ۔ لوح ۔ سات آسمان ۔ سات زمین ۔ کل اٹھارہ ہزار عالم جس کی خداوندی میں ہیں ۔ اس کا نام اللہ ہے

لا ۔ فنا ہے ۔ الہ ۔ بقا اثبات ہے الا اللہ ۔ روح مشاہدہ ہے ۔

محمد ﷺ نور معاینہ ہے ۔ رسول ۔ نور علی نور مغائبہ ہے اور اللہ ذات پاک

لا الـــــــہ الا اللہ میں ۔ 3 حروف ہیں (ل / ا / ہ یام)

محمد رسول اللہ ۔ 9 حروف ہیں م / ح / د / ر / س / و / ل / ا / ہ

پورے کلمہ میں جو حروف پلٹ پلٹ کر آئے ہیں اور حقیقت کو جمع کہیں تو صرف بارہ ہی ہوتے ہیں کلمہ کے پہلے جز ۔ ل ۔ ا ۔ ہ دوسرے جز میں بھی شامل ہے کیونکہ ایک وجود دوسرے میں جا کر سماتا ہے تو تیسرا وجود وجود مین آتا ہے

لا اپنے وجود میں ا ۔ ل ۔ م ۔ کو پوشیدہ رکھا ہے (ہ / میم دونوں کی شکل اور منزل ایک ہے)

لا الہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ پوشیدہ رہا تو ظاہر ہوا ہے کیونکہ مذکر میں مونث بھی پوشیدہ ہے ۔ جیسے آدم کے وجود میں حوا ۔ پوشیدہ تھیں

کلمہ میں واجب الوجود ۔

دیدار ۔ ابلیس ۔ اللہ ۔ نبی ۔ جنت ۔ دوزخ ۔ حشر ۔ نیکی ۔ بدی ہے

کوئی وجود وجود مین آنے سے پہلے اس مقام میں رہتا ہے

لا ۔ یعنی ۔ ل ۔ میں ۔ ا ۔ آ کر ملا تو ۔ ہ ۔ کا وجود بنا ہے ۔ اب ۔ ۔ ل اور ۔ ا ۔ کے ملنے سے یہ ۔ ل ۔ ا ۔ ہ ۔ بنا ہے یعنی ۔ لا ۔ ۰ پہلا جز لا الـہ الا اللہ میں صرف ۔ ل ۔ ا ۔ ہ ۔ ہی موجود ہے اور اس کا مطلب یہی ہوا

کہ پہلا کل جز ۔لا۔ میں موجود ہے یعنی ۔لا الہ الا اللہ مکمل ۔لا میں پوشیدہ ہے...... کوئی وجود وجود میں آنے سے پہلے ۔لا ۔اس مقام میں رہتا ہے کلمہ سمجھنے کے لئے اپنے وجود پر دھان دینا چاہیے

ا-ل-ہ کی شکل میں دیکھیں یا ا-ل-م- (ہ / میم دونوں کی شکل اور منزل ایک ہے) کی شکل میں دیکھیں دونوں ایک ہی ہیں ۔ ل-ا-ہ

سے کلمہ بنا ہے تو ا-ل-م- کومتقیوں اور پرہیزگاروں کے لئے **ذلک الکتاب** یعنی مکمل کتاب کہا گیا ہے کل عاکموں اور ہر شئے میں ل-اور-ا-ہی موجود ہے

ل- اپنا وجود بھی-ا-سے لیا ہے کیونکہ 28 حروفوں میں شکل بدل بدل کر-ا-ہی موجود ہے، سب سے پہلے-ا- ہے

-ل-میں-ا- موجود ہے یعنے -لا- معنے -نہیں ہے-نہیں-ہی میں - ہے- موجود ہے-اس نہیں ہی میں سب کچھ موجود ہے کوئی وجود وجود میں آنے سے پہلے -لا- کے مقام میں ضم رہتا ہے- لا-کی منزل سے جیسے جیسے نیچے اُترنے لگتا ہے شکل پکڑنے لگتا ہے اپنی شکل اختیار کر لینے کے بعد وہ وجود جو-لا- کے مقام میں رہتے ہوئے اقرار کر رہا تھا کہ- نہیں ہے کوئی معبود-اب اقرار کرتا ہے کہ-سوائے اللہ کے-

کوئی نہیں میرے سوائے اور میرے مثال کوئی نہیں - فرشتہ کي صورت میں آپ میں احد-احمد-ان مقاموں میں ہوتا آیا ہے- طالب علویت کے مرتبے میں اول-گنج مخفی کے مقام کا پھر نور مرتبہ میں ہوا

-اب وحدت کے مرتبہ

طالب تو تیرے باپ کے شکم میں تھا تب تو احمد-احد تھا وہاں سے تیري مان کے شکم مین آیا وہی صفت پا کر احمد ہوا - مان کے شکم سے اب باہر آیا- اب بے شک تو محمد ﷺ ہے-یہ واجب گزر کر پردہ سرا میں داخل مکان ہوگیا تب بے شک محمود ہوکر پھر احد کا احد ہوگیا-

یہ کہاں تھا: اللہ میں یعنے اللہ کے علم میں - کہاں آیا : رسول اللہ میں- اب کہاں ہے• قلب مومن میں یعنے ہم میں

کیسے آیا: محمد رسول اللہ پر ایمان لانے سے یہ کہ وہ خدا کے رسول ہیں- اِس کے تین درجے ہیں- تسلیم و تصدیق •-نظر و مشاہدہ• علم و ادراک - اِس کے جز و دو ہیں پہلا- الوہیت، دوسرا- رسالت ......الوہیت کا معنے -خداپن-خدای پن

اس شغل میں دن رات رہ میں نہیں ہوں حق موجود ہے یہ کام کر یہ بات کہہ میں نہیں ہوں حق موجود ہے

انسان اول حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ تعالی نے جو روح پھونکی وہ ھوٗ-ہے یہی ھوٗ سانس کے ساتھ اندر جا کر باہر آنے کے وقت ہٗ-کا دائرہ بن بن کر آتا رہتا ہے عارف اس آواز-ھوٗ-کو اپنے اندر پاتا ہے.

روح پھونکنے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ وہ درست کی ہوئی تجلی دائمی کے فیض کو قبول کرنے کی استعداد حاصل کر لیتی ہے

ھو- میں ذات و صفات غیب و شہادت اسم و مسمیٰ کا راز پوشیدہ ہے .اس ذات اللہ کا آخری حروف ہی نہین آخری مقام ہے

ھا ۔ھوُ ۔ھی ۔ ہے ۔ ھا اور ھی دونوں مونث کے لئے آتے ہیں اور ۔ھُو ۔ مذکر کے لئے آتا ہے ھو ۔ جلالی اور موثر ہے اور بقا ہے سب کا اشارہ ازل وابد کے طرف ہے ایک چیز کو حرکت ہوتی ہے تو ۔ھوُ ۔ کی آواز پیدا ہوتی ہے ۔کوئی ذرہ ۔ھوُ ۔ کی آواز سے خالی نہیں ہے .انسان جب سوتا ہے تو اس کی سانس کبھی ۔ ھا کبھی ۔ ھی اور کبھی ھوُ بن کر آتی ہے اور جاتی ہے ، ۔ھو ۔ جو ہے ایک سری حروف ہے ،ھو ۔ بولتے سو ۔میم ہے وہی رب بنتا ہے ۔ھو ۔ میں خدا کی قدرت پوشیدہ ہے غرض وجود انسانی میں کلمہ کی شان اور حقیقت ۔ھو ۔ کی جلوہ آرائیاں ہیں

اگر تم سے سوال ہو کہ (رسول اللہ) ھی ھی تو مونث کی ضمیر عورت کے لئے بولی جاتی ہے ۔حق تعالی کے ساتھ کس طرح ٹھک ہوسکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالی کی تجلیاں حضرت خواجہ عالم محمد ﷺ پر معراج کی رات میں صورت مونث ہی میں ہوئیں ۔ یوں بھی ذات کو مونث جانتے ہیں ۔ اس لئے آپ نے ضمیر مونث استعمال فرمائی .جو عورت کا راز سمجھا وہ خدا کا بھی راز سمجھ سکتا ہے حضور کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے محبت کی اور فرمایا مجھے تماری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں ۔عورت ۔ خوشبو ۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے .حضرت نے پہلے عورتوں کا ذکر فرمایا ہے اور بعد میں نماز کا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت مرد کا جز ہے اپنی اصلی ظہور میں اور مرد جز ہے حق تعالی کا ۔معرفت خود معرفت رب ہے .

انسان کا ظاہر خلق سے ہے اور باطن حق سے ہے انسان کامل اپنی بیوی کو مرتبہ کی وجہ سے دوست رکھتا ہے کیونکہ (عورتون میں شہود حق کامل

طور پر ہوتا ہے) کیونکہ حق تعالی مادہ اور اصل سے مجرد ہو کر کبھی نہیں مشاہدہ نہیں کر سکتا اور مشاہدہ ہوسکتا ہے تو صرف مادے میں تو عورتوں مین شہود کامل ہوتا ہے ۔ یہ عورتوں کی محبوبیت کیوں ہے اصل مین کُل کو جز محبوب ہی ہوتا ہے .

جب مرد کو عورت کی محبت فطری و لازمی ہے تو اس نے وصال اور بلکل ایک ہو جانے کو چاہا اس عنصری ور مادی دنیا میں پیوند ہو جانے یعنی ایک ہو جانے کا طریقہ نکاح کے سوا نہ تھا یہی وجہ ہے کہ شہوت وشوق تمام اجزا میں پیدا ہوتا ہے وقت شہوت اس پر فنا اور بیخودی چھا گی اور بندہ نے غیر خدا کی طرف توجہ کی اور پھر سمجھا کہ وہ غیر خدا سے لذت پا رہا ہے ۔لہذا حق تعالی اپنے بندے پر بڑا غیور ہے اُس کو غسل یعنی نہانے کا حکم دے کر پاک کر دیا تا کہ طہارت بھی کامل ہو .عورت جس میں فنا ہو گیا تھا اس میں بھی توجہ الی الحق کرے یہی غفلت عن اللہ ہو موجب غسل ہے جب مرد عورت مین حق کا مشاہدہ کرے اس کی طرف توجہ رکھے یہ منفعل معمول متاثر مین شہود ہے مشاہدہ ہے اگر خود میں حق کو دیکھے اس نظرے کہ عورت اس سے اپنی فرع عورت کی صورت کا خیال نہ رہے تو اس وقت مرد منفعل اور حق فاعل و متصرف بالواسطہ ہے غرضیکہ مرد کا حق کو عورت میں مشاہدہ کرنا اتم اا کمل ہے ، کیونکہ اس وقت حق کو وخود باعتبار فاعل کے ،عورت میں باعتبار منفعل کے نیز خود میں اس اعتبار سے کہ حق فاعل وموتر اور خود منفعل و متاثر ہے مشاہدہ کرتا ہے اس لئے حضور کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے محبت کی اور فرمایا

اللہ تعالی نے فرمایا نفخت فیہ من روحی میں نے اس میں اپنی

روح پھونکا تو درحقیقت وہ اپنا آپ ہی مشتاق ہے یعنی بندہ اس کی روح ہے مرد کا ظاہر خلق ہے اور باطن حق ہے اس لئے روح مدبر بدن ہے اللہ تعالی اس روح کے توسط سے تدبیر کرتا ہے اور وہ انسان کی ملاقات کا بڑا اشتیاق ہے انسان ہی میں سے یعنی آدم میں سے اُس کی صورت شکل کے ایک دوسرے انسان کو پیدا کیا یعنیٰ حواٗ

انسان کے قلب میں محبت وعشق کا جو دمادار رکھا گیا ہے محض فعل کا ہی تقاضہ نہیں کرتا بلکہ ایک دائمی اور قلبی اور روحانی لگاو ہے، وہ اپنی بیویون کو اس طریقہ سے اور حیثیت سے محبت کرے تو وہ خدا ہی کی محبت ہے اور جو صرف لذت اور لطف کی غرض سے کرے تو وہ ایک قسم کا حیوان ہے وہ محبت صورت بے روح ہے صرف شہوت اور لذت رانی کی خاطر مگر وہ نہیں جانتا کہ طلب کس کی ہے یہ شوق کس کے لئے ہے یہ اپنے حال سے اتنا جاہل ہے حقیقت عشق محبت ذاتی ہے مرد میں محبت بن کر جلوہ گر ہے اور عورت میں محبوب بن کر نمودار ہے عورت مین مرد اپنی خوشبو محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ مرد کے لے بنی ہے ۔۔عورت اور مرد کا ملن نوح انسانی کو باقی رکھنے کے لے لطف ولذت کو محض چاشنی کے طور پر لگا دی ہے تا کہ وہ اس خدمت کو غیر کا نہیں بلکہ اپنا کام سمجھ کر انجام دے۔

اتحاد ۔فنا ۔وصال سب نکاح میں حاصل ہوتا ہے اس لئے حضور کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے محبت کی اور فرمایا مجھے تماری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں ۔عورت ۔خوشبو ۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے .

نور مذکر میں بھید ہے ظلمات مونث میں راز ہے عورت کا

راز اندھیروں کا راز ہے-نور اور ظلمات دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں نور اور ظلمات کے ملاپ ہی سے تیسرا وجود ظاہر ہوتا ہے

......کلمہ میں اَل ۔ اِل ۔ اُل کا ذکر ہے اَل سے مراد کل اور تمام ہے ۔ اِل سے مراد عمدہ ہے اور اُل سے مراد اول کے ہیں ...... ھوٗ - میں خدا کی قدرت پوشیدہ ہے اس قدرت کے ساتھ جس نے مل جل کر زندگی کی اس کو ایمان کی دولت حاصل ہوگی اور کفر کی پوری ظلمت نابود ہو کر یقین کا آفتاب اس کے دل سے طلوع ہوگا یہ بڑی دولت اور خدا کی نعمت ہے . انسان جب کلمہ کو اپنے دماغ میں قایئم کر لیتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور کی بڑی ندی نکل کر اس ندی سے نور محمدی ﷺ کے نورانی فوارے اُٹھ اُٹھ کر حضور اکرام ﷺ کا قدم مبارک نظر آئے گا .

کلمہ میں زیر ۔ زبر ۔ پیش ۔ کی علامتین ہیں ان علامتوں کو وعراب کہتے ہیں جن سے حروفوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے

۔زیر سے نور ۔ پیش سے عشق ۔ زبر سے ذات

جب بچہ ماں کے بطن سے عالم شھود میں اپنا پہلا قدم جب رکھتا ہے تو بشکل ۔زیر ۔ ماں کے قدموں پر ہوتا ہے

بشکل ۔پیش ۔ بحالت رکوع کے مانند دونوں ہاتھوں و پیروں سے ادھر ادھر رینگنے لگتا ہے

بحالت قیام ۔زبر ۔ ہو جاتا ہے پھر عرصہ دراز کے بعد نو جوانی یعنی ۔زبر ۔ سے کھڑا زبر ۔ بن جاتا ہے

پھر چالیس و پچاس سال کی عمر میں ۔ پیش ۔ بن کر پیشوائی کرنے لگتا

ہے۔آخرکار حالت اول میں منتقل ہوکر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے

کلمہ میں لا الہ الا اللہُ باطن میں اور محمد رسول اللہ ظاہر میں ہے اور لا۔یاھوُ عرش پر ہے

ان اللّٰه خلق الخلق فی ظلمة ۔ نبی کہے تحقیق خدا نور کو صورت دیکر اس تن کے اندھیرے میں رکھا ہے

لا ۔اصل میں تن ہے جس کو نفی کرنا ہے الا اللّٰه ۔میں محمد کا نور حاصل ہوتا ہے اور اپنی پچھانت حاصل ہوتی ہے

خدا کا نور محمد کے نور کے پردے میں دیکھنا سوشرک ہے جب محمد کے نور کا پردہ اٹھ جاتا ہے تو انے خدا کو دیکھتا ہے

کلمہ ۔جب نور حق تعالی متذکرہ بالا طریق سے قلب کی وساطت سے نفس میں آ کر ظہور کرتا ہے تو اُسے کلمہ کہتے ہیں

فاتحہ الوجود :۔

انسان ۔انسان ہی کے ذریعہ حق تعالی نے جملہ موجودات کے قفل کھولے ہیں انسان کو فاتحۃ الکتاب کہتے ہین بوجہ ان سات صفات نفسیہ کے جو حق و عبد مین منقسم ہیں یعنی ۔حیات ،علم ، ارادہ ، قدرت ، سمع ، بصر و کلام

انسان باعتبار ظاہر کے خلق اور باعتبار باطن کے حق ہے. وجود کی بھی دو قسمیں ہین ایک ظاہر اور ایک باطن چنانچہ فاتحہ سے بالذات ہیکل انسانی کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔انسان کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے

باعتبار اپنی عقل و روح کے اُم لکتاب ہے ۔باعتبار قلب کے لوح محفوظ ہے باعتبار اپنے نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے انسان کامل ہی صحف مکرمہ ہے اور یہی وہ کتاب مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی اس کے اسرار و معانی کو سوائے اُن لوگوں کے جو حجابات ظلماتی سے پاک ہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ وجود مطلق کی معرفت کو۔علم الکتاب کہتے ہیں ۔ انسانی پیدائش تخلیق کائنات کا مقصد ہے اور باعتبار ظہور کے آخری چیز ہے اس طرح قرآن مین بھی آخری لفظ ناس ہے کتاب مبین :۔نفس کلی جس میں اشیاء مفصلا ظاہر ہیں

رشتہ دار کو خواب میں دیکھنے کا طریقہ :۔

کسی مرحوم رشتہ دار کو اگر خواب میں دیکھنا چاہیں تو بالکل سفید لباس پہن کر نماز عشاء کے بعد مکمل تنہائی کی جگہ میں دو رکعت نماز نفل بہ نیت قضائے حاجت پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ شمس سات بار اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ واللیل سات بار پڑھیں نماز کے بعد ایک سو مرتب درود شریف اور سلام پڑھیں پھر سبز رنگ کے بستر پر کسی سے بات چیت کئے بغیر سو جائیں انشاء اللہ جس کو خواب میں دیکھنے کی نیت ہو گی وہ رشتہ دار خواب میں نظر آئے گا.

دوسرا طریقہ :۔

اپنے ماں باپ سے ملنے یا گفتگو کرنی ہو یا کسی ولی کی زیارت کرنا چاہتا ہو تو نماز عشاء کے بعد س خلوت مین وضو کر کے صاف سفید لباس پہنے خوشبو لگائے اور سورۃ الشمس مع بسم اللہ اور سورۃ واللیل اور سورۃ اخلاص ہر سورۃ کو سات سات بار پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔ اللّٰھم اَرِنِیْ فِیْ مَنَامِیْ رُوْحِ فُلاَنٍ ۔فلان کی جگہ اس شخص کا نام لئے جس کی روح سے ملاقات چاہتے ہو پھر کہے

وَاجْعَلْ لّیِ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجاً وَ مُخْرَجاً وَاَرْزُقْنِیْ فِیْ مَنَامِیْ مَا اَسْتَدِلُّ بِہٖ عَلیٰ اِجَابَۃِ دَعْوَتِیْ

پہلی رات یا دوسری یا تیسری رات مین ملاقات ہوتی ہے اللہ کے نیک بندوں کو پہلی رات میں زیارت کراتے ہیں.

استخارہ کس طرح کریں:۔

اللہ تعالی سے کس کام کی حقیقت جاننے کے لئے رہنمائی چاہنا کہ اگر صحیح ہے تو اس کی طرف دل مائل کر دے اور اگر یہ کام میرے لئے غیر مفید ہے تو اس کی طرف سے میرا دل ہٹا دے، بزرگوں کا لکھا ہوا ایک طریقہ ہے جو اس طرح ہے

بعد نماز عشاء کے دو رکعت نماز استخارہ کی نیت سے ادا کریں قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے اور ایک کٹورا یا طشت میں پانی بھر کر رکھ لیں اپنے سامنے ایک کاغذ پر ۔ اعوذ با للہ من الشیطن الرجیم لکھیں اپنے مقصد کا خیال کرتے ہوئے اس کاغذ کو طشت میں ڈال دیں. اب گیارہ مرتبہ درود پڑھے پھر سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ کے پڑھنا شروع کریں ایک سو ایک مرتبہ پڑھیں پھر گیارہ مرتبہ درود پڑھے اب کاغذ کی طرف دیکھے اگر کاغذ چل کر دائیں طرف رک جائے تو کامیابی کی طرف اشارہ ہے اور اگر بائین طرف رک جائے تو سمجھیں اس کام میں کامیابی نہیں ملے گی اور اگر سامنے کی طرف رک جائے تو اس کام میں حد سے زیادہ بھلائی دیر نہیں کرنی چاہئے اور اگر اپنی طرف آ کر رک جائے تو اس کا مطلب ہے کہ کام میں بھلائی تو ہے لیکن صبر آزما حالات سے گزرنا پڑیگا

کیا عورتوں کا بزرگوں کے پاس جانا بیعت ہونا درست ہے ؟

وہ کامل بزرگاں جو سنت نبوی کے پورا تابعدار باعمل احکام شرع کا پابند ہو اور کسی قسم کی کوئی بھی خلاف حرکت نظر نہ آئے ، نماز روزہ زکوۃ اور دیگر احکام شرعی کی پوری پابندی ہو- ایسے با شرع بزرگوں کے پاس جانے کی مردوں سے زیادہ عورتوں کو ضرورت ہے کیونکہ مرد تو ہر جمعہ کے دن مسجد میں جاکر وعظ ونصیحت سنتے رہتے ہیں وقتا فوقتا جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہو کر علماء کی تقاریر سنتے ہیں مگر عورتوں کو نصیحت کرنے والا احکام شرع سکھانے والا کوئی نہیں ہوتا - نماز، روزہ اور دیگر احکام شرعیہ کی انکو عمعاً خبر نہیں ہوتی انکی ساری زندگی کھانا پکانے دھونے صاف کرنے کھاتے پیتے اور بچوں کی پرورش کرتے جہالت میں بسر ہوتی ہے اس لئے ان کو تو اور بھی زیادہ صحبت صالحین کی ضرورت ہے، تاکہ وہاں جاکر نماز، روزہ، حیض ونفاس اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل شرعیہ سکھیں -غرضیکہ مشائخ کی خدمت میں جاکر مردوں کی طرح عورتیں بھی بقیہ زندگی خوف خدا نیکی ،

تقویٰ اور پرہیزگاری، ذکرواذکار، مراقبہ وغیرہ کے ساتھ بسر کرسکتی ہیں بہت سارے دینی فاہدے حاصل کرسکتی ہیں، انشاء اللہ تعالی جو عورتیں بے نماز تھیں آج وہ تہجد پڑھتیں ہیں راتوں میں اُٹھ کر ذکر وغیرہ کرتیں ہیں جن کی زندگی فسق و فجور رسموں اور غیر شرعی امور میں صرف ہوتی تھیں سارے سارے دن ٹی-وی کے پروگاموں دیکھانے میں گزرتی تھیں ان کا وقت ذکرواذکار میں گزرتا ہے

عورت کی بیعت کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں-عورت کے لے اجازت شوہر کی حاجت نہیں (فتاوی رخویہ جلد-۲۶) اورعورت باری کے دنوں میں بھی مرید ہوسکتی ہے

آدم کا وجود

پتلی میں آنکھ کے میرے تو گھر بنا دیا
ظاہر ہے سب کے روبرو کب ہے چھپا دیا
آدم کو فخر کیوں نہ ہو اس ذات پاک کا
حور و ملک سے خاک کو سجدہ کرا دیا
کہتا ہے بارہا انہیں شہ رگ سے ہوں قریب
اس بات کو قرآن نے پہلے سنا دیا
آدم کا ہے وجود وہی واجب الوجود
قطرے کو اس نے آن میں دریا بنا دیا
دیدار حق ہے دنیا میں محشر نہ کر خیال
مَن کان ھٰذِہٖ کو تو ہر جا دکھا دیا
منصور کہدیا تھا انا الحق زبان سے
سولی چڑھا تماشہ زباں کا دکھا دیا
موسیٰ کو تاب تھی کہاں جلوہ کے یار کی
بیہوش تھے کلیم تو سینہ جلا دیا
کیا شمس نے کی جو خطا قم ہے انہیں فقط
اس واسطے تو پوست انہیں کا کھینچا دیا
خاکی میں جلوہ ہو تو اندار کر جدا
شرع پہ لاکے ہم کو تو کیا کیا ستا دیا

واللہ کچھ خیال نہیں ہے تیرے سوا
یہ رمز کو تیرے تو یہاں قرآن گواہ دیا
بدنام کر رہا ہے تو منوّر کو ہر جگہ
گو ہر نے اس کو تیرا ہی سودا بتا دیا

اپنے اندر دیکھنا

دیکھنا گر ہے خدا کو دل کے اندر دیکھنا
شرط یہ ہے آپ اپنے سے گزر کر دیکھنا
سچ قسم اللہ کی دیدار ہر مومن کو ہے
ساقیٔ کوثر کے صدقے روزِ محشر دیکھنا
گُل میں بوٗ موتی صدف میں جسم میں جاں کی مثال
احد کو آحمد کے پردے کو اُٹھا کر دیکھنا
سرورِ عالم ہمارے ہیں جمالِ کبریا
دیکھ کر آحمد کو پھر کیا اس سے بڑھ کر دیکھنا
پیر ہو یا پیمبر یا کہ ہو پروردگار
دید میں نقطہ وہ نقطے میں نظر کر دیکھنا
تا قیامت ہم نہیں چھوڑینگے دامن رسول
عاشقانِ مصطفیٰ کو آزما کر دیکھنا
ہر ہمیشہ دل کہ کعبہ میں خدا ہے جلوہ گر
فضل سے اُس مرشدِ کامل کے دلبر دیکھنا

نبی ﷺ کا جلوہ

نظر سے ملا کر نظر دیکھ لینا
سرِ عرش خیرُ البشر دیکھ لینا
زمیں پر بھی وہی عرش پر بھی وہی ہے
اِدھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا
نا شانی ہے سایہ جن کا جہاں میں
رُخِ مصطفیٰ کس قدر دیکھ لینا
خدا کو اگر دیکھنا ہے تو پہلے
محمد ﷺ کو پیشِ نظر دیکھ لینا
میرے چشمِ دل میں ہے وہ سبز گنبد
مدینہ کا مجھ میں شہر دیکھ لینا

لباس بشر پہن کر خود خدا نے
ہر انسان میں ہے جلوہ گر دیکھ لینا
میرے دل میں دلبر چھپے اَحد واحد
اگر ہے تو تابِ نظر دیکھ لینا

میرے دادا مرشد
ولی کامل حضرت سلطان گلزار علی شاہ قادری سروری جن کا آستانہ انتر گنگا کولار میں ہے آپ کے بڑے فرزند قادر باشاہ جن کا تخلص نام "دلبرؔ" ہے درگاہ کے احطے میں مدفن ہیں

نعت شریف

گنجِ مخفی سے جو نکلا ہوا انساں ہون میں
غور سے دیکھو مجھے صورت رحمان ہون میں
اہل دل اہل نظر آئینہ کہتے ہین مجھے
نیک اور بد کی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوں میں
میزباں رب ہے میرا فضل وکرم سے اُسکے
اُسکا بھیجا ہوا دنیا میں وہ مہمان ہوں میں
عرش پر مجھکو فرشتوں نے کیا ہے سجدہ
شرف خالق سے ملا خلق کا سلطان ہوں میں
نحنُ عقرب کی وہ آیت کا پتہ پوچھ مجھے
راہبر راہ نُما واصلِ سبحان ہوں میں
علم زاہد تیرا چھلکے میں ہوا کرتا ہے
ورق قرآن ہے تو مغزنِ قرآن ہوں میں
راز پوشیدہ نہیں کچھ بھی رہا دلبرؔ سے
کب تو سمجھیگا مجھے صاحب عرفان ہوں میں

روز میثاق

روز میساق کے وعدے کو نبھایا ہم نے
جستجو جس کی ہمیں تھی اُسے پایا ہم نے
نام سے نائب رحمان کے مشہور ہیں ہم
اپنے قدموں پہ فرشتوں کو جھکایا ہم نے
اتنی وسعت نہ رہی ارض وسماں پر بھی کہیں
سر پہ اُس بارے امانت کو اُٹھایا ہم نے
خلق کہتی ہے مکاں کعبہ ہے تیرا یارب
تیرے رہنے کا مکاں دل کو بنایا ہم نے
خالق کون ومکاں تو نے زباں سے جو کہا
اپنی صورت سے جو آدم کو بنایا ہم نے

دیکھنے والے تیرے دیکھ لئے آ کر مجھ کو
ہو با ہو تیری نشانی سی لے آ یا ہم نے
پھر گماں کیسے کریں دیکھ کے صورت میری
جانِ جاں جاں کے قریب تجھ کو بٹھایا ہم نے
تو نے ایک آ دم و حوا کو بنا یا ہے مگر
سینکڑ و ں آ دم و حوا کو بنا یا ہم نے
دل میں آ نکھوں میں صدا رہتا ہے اپنا دلبر
گنج مخفی سے نکل کر اُ سے پا یا ہم نے

ملفوظات طیبات

1 - کھرا عالم وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام علیٰ صاحب الصلوۃ وسلام ہو اور وہ ان دونوں کی روشنی میں خود بھی چلے اور دوسروں کو بھی چلائے

2 - ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں ہم تو اس تصوف کے حامی ہیں جس کا ماخذ کتاب وسنت رسول ﷺ ہو جو سلسلہ ہو یا صوفی ہو یا عالم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے راستے کی طرف دوڑتا نظر آئے گا ہم تو اس کے پیچھے دوڑیں گے

3 - جسمانی مان باپ سے بڑھ کر روحانی ماں باپ، جسمانی بھائی سے بڑھ کر روحانی بھائی اور جسمانی بیٹے سے بڑھ کر روحانی بیٹے، بیٹیاں ہوتی ہیں ہاں اگر ان سے روحانیت کا بھی تعلق ہوتو پھر نور علی نور ہے اور ان سے اصلی تعلق روحانیت ہی کا ہوگا جس اخلاص سے آپ اپنے وفات یافتہ روحانی بھائیوں اور بہنوں کے لئے دعا کرتے ہیں کیا برادری والے کر سکتے ہیں

4 - مان باپ عالم ملکوت سے اُٹھا کر یہاں زمین پر لا پھینکتے ہیں اور کامل پھر عالم ملکوت مین پہنچا دیتا ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت باپ دادا کی لائن پر چلتی ہے

5 - ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوۃ نہ ہی حج جہنم سے بچائے گا

6 - قرآن مجید کا خلاصہ کیا ہے ...... اللہ تعالیٰ کو عبادت سے ...... رسول اللہ ﷺ کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی رکھو...... یہ جامع بیان ہے یہ شان قرآن ہے اور اس پر چلنے والا مسلمان ہے

7 - حقیقت انسان روح کا نام ہے اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام انسان نہین ہے جسم انسان کا لفافہ ہے ۔کھانا پینا سونا وغیرہ یہ لفافہ کی ضرورت ہیں موت کے وقت یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے

8 - یہ یاد رکھیے کہ علم اور چیز ہے اور تربیت اور چیز ہے امراض روحانی کا فقط ایک علاج ہے اور وہ اللہ والوں کی صحبت ہے ان کی صحبت میں اللہ کے پاک نام کی برکت سے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں

9 - موتی ملنے ارزاں مگر اللہ والے موتیوں سے بھی زیادہ گراں ہوتے ہیں ان کے جوتوں کے تلے کی خاک کے ذروں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں مین نہیں ہوتے ان کی زندگی بھی محمود اور موت

بھی محمود ان کی صحبت اور اُکل حلال نصیب ہو تو موت محمود حاصل ہو جاتی ہے

10 - سب کچھ بننا آسان ہے ......سب سے مشکل بننا ہے انسان ......انسان بنا تا ہے فقط قرآن ۔قرآن ایک مشین ہے جس سے انسان کی زندگی کا کانٹا بدل جا تا ہے کانٹا بدلنے والے اللہ والے ہوتے ہیں

11 - عقیدت ،ادب ، اور اطاعت کرنے والے جھولیاں بھر بھر کر لئے گے اور جنھوں نے عقیدت ، ادب ، اور اطاعت نہین کی وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے ، اینٹ اگر بھٹہ میں ڈالی جائے اور نہ پکے تو وہ پلی اینٹ کہلاتی ہے ، کہتے ہیں کہ پلی سے کچی اینٹ اچھی ہوتی ہے کہ وہ بینہ کا مقابلہ پلی سے زیادہ کرتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کسی اللہ والے کے ہاں لئے جائیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں

12 - ذکر الٰہی مین ہر وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کونہیں آتی

اللہ کے پاک نام میں بے شمار برکتیں ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ جا تا ہے پھر دل چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کریں اور ہمارے پاس کوئی نہ ائے اگر آئے تو جلدی اُٹھ جائے ۔کوئی آئے تو دل گھبرائے گا اتنا درجہ بلند ہوگا

13 - امراض روحانی کا علاج صحبت شیخ کے سوا کچھ نہیں کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتا دینی مدارس میں کتابوں پر عبور ہو جا تا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی اس لئے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی

14 - اخذ فیض کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے

ظاہری علوم کے لئے پچاس فیصد استاد کا ادب اور پچاس فیصد طالب علم کی محنت ہو تو ترقی ہوتی ہے فیض باطنی کے لئے سو فیصد ادب کی ضرورت ہے

15 - حقیقت مین انسان روح کا نام ہے انسان اگر جسم کا نام ہوتا تو مرنے والوں کا سارا جسم پاوں کے ناخن سے سر کے بالوں تک موجود ہوتا ہے مگر گھر والے جلدی سے اس کو قبر میں پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اس کے علاوہ ماں روتی ہے کہ میرا بیٹا مر گیا بیوی روتی ہے کہ میرا خاوند مر گیا بچے روتے ہیں کہ ہمارا باپ مر گیا ۔مگر کون سی چیز گئی معلوم ہوتا ہے کہ اندر کی جو روح تھی وہی انسان تھا جو چیز نظر آتی تھی یہ انسان کی لاش ہے

16 - مریض کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک علاج دوسرا پرہیز جہالت اور غفلت بہت مہلک بیماریاں ہیں خدا کو یاد نہ کیا تو مرنے کے بعد یہ بیماریاں ساتھ جائیں گی اور قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیں گی حشر میں بھی تڑپائیں گی اور اس کے بعد جہنم رسید کرائیں گی ۔غفلت اور جہالت دق سے بھی زیادہ مہلک ہیں دق کا مریض زندگی میں تڑپتا ہے مرنے کے بعد سب تکلیب دور ہو جاتی ہے

17 - بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرئیں لیکن انکے جوتے پر اللہ کی اتنی رحمت برستی ہے کہ تمہارے ٹوپوں پر بھی نہیں برستی کیونکہ ان کے باطن کی اصلاح ہو چکی ہے اور تمہاری نہیں ہوئی بارش جب ہوتی ہے تو سر پر ٹوپی بھی بھیگ جاتی ہے جسم کے کپڑے بھی بھیگ جاتے ہیں اور پاوں میں جو جوتا بھی تر ہو جا تا ہے اس طرح جب کسی اللہ کے بندے کے وجود پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی

ہے تو اس کے جوتے پر بھی پڑتی ہے ایک شخص بظاہر آپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین ہو اگر اندر ایمان نہیں ہے تو وہ پکا بے ایمان ہے اور سیدھا دوزخ میں جائے گا

18 - جب نور آتا ہے تو ظلمت کافور ہو جاتی ہے اگر ایک ٹمٹماتے چراغ سے کمرہ روشن ہو جاتا ہے تو کیا اللہ تعالی کے پاک نام سے دل روشن نہیں ہوسکتا

19 - دل ہے زمین، کلمہ طیبہ بیج، چشمہ آب حیات ہے قرآن، ہادی ہے پانی دینے والا، یہ نسخہ ہے اس سے یقیناً شفا ہو جائے گی

ذکر الہی میں ہر وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی

20 - صحبت کے بغیر نہ ہستی مرتی ہے اور نہ دنیا پرستی کی بیماری جاتی ہے اللہ والوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے ان کے ساتھ عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد رنگ چڑھتا ہے۔ تربیت کے بغیر بی۔اے اور مدارس عربیہ کے فاضل دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اولیاء کرام ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں

میرے وجود میں خود کو چھپا لیا تو نے
میں کیا تھا اور مجھے کیا بنا دیا تو نے
یہ عین حق ہے میرا وجود کچھ بھی نہ تھا
یہ تیری شان جو مجھ کو بنا دیا تو نے

کفی باللہ ولیا و کفی باللہ نصیرا
اللہ تعالی پورا سرپرست اور پورا مددگار رہے
نیک تمناؤں کے ساتھ طالب دعا
الحاج خلیفہ سرور علی شاہ قادری سروری (شفیع آحمد)
(سابق ڈپٹی مینیجر - کاویکا)

svvvvdfsffwewerwqeasdfsagfhfdgdfsfsddsdsdsdsd

کتاب ملنے کا پتہ

HAZRATH SULTAN

CHANVAR ALI SHAH

KHADRI SARVARI

Kilkote Vilage,

Antaraganga ,

KOLAR DISTRICT

GENERAL MEDICALS

Fazal Building,51/1,

Kenchappa Road

Frazer Town,

Bangalore-560005

Tel:25914881 -9886205559

Bismillahir-Rahmanir-Rahim:

In the nameo f God,Most Merciful, Most Compassionate.

He Who Knows Himself Knows His Lord

(man 'araf nafsahu 'araf rabbahu)

1. **The parts of Deen :** ***IMAAN***
2. **What it Means** :

   To believe in Allah, His Angels, His Books, His Messengers,the judgement day,thedestiny and Resurrectionafter death

3. **The Branch of Knowledge it Represents:**

   ILM-UL-AQAID

   (knowledge of Beliefs)

   Also known as

   ILM-UL-KALAAM

. 4. **Masters ofThis Branch are Knownas :**

   MUTAKALLIMUN, IMMAM-UL-AQAID

.5. **Recognised Masters of this Branch include:**

   IMAM

   ABU-AL-HASAN AL-ASH'ARI

   IMAM ABU-AL-MANSUR AL-MATURIDI

6. **The Intended Goal of This Branch:**

   ILM (Knowledge)Thegoalofthis ranch is to gain knowledge that will enable correct and sound Beliefs to settle in the heart

7. **Conditions as Applicable:**

   This branch of Islamic science is andatory upon every individual. Eternal bliss

(paradise) is not possible without having correct beliefs

8. **How to Achieve the Goal :**

Align your beliefs according to the beliefs communicated by Imam Maturidi and Imam Ash'ari. Ensure you do not transgress the boundaries set by these masters of belief even if you were unable to comprehend it. know that there is no truth beyond what has been communicated by these masters All the scholars of the Ahl-us-Sunnah Wal-Jama'a have unanimously agreed & Attested the beliefs communicated by these two masters. These beliefs have been included in a great number of books written by Ahl-us-Sunnah Wal-Jama'a scholars.

9. **Some Recognised and Authentic Books Realed to this Branch include :**

Al-Faqh-al-Akbar-by Imam Abu Hanifa

Itiqad Nama- by Shaykh Maulana Ziyauddin Khalid al-Baghdadi

Al-aqeedah al-Tahawiyya-by Imam Abu Jafar al-Tahawi

Maktubat of Imam Rabbani

1. **The parts of Deen :** ***ISLAM***

2. **What it Means :**

To belidve in Allah and his Messenger Prophet Mohammed (S.A.W) To pray 5 times Salah, to give Zakat, to fast in the month of Ramadan To journey for Hajj

This branch of Islamic Science is mandatory upon every individual Deeds are like seeds which will bear fruits (heavan or hell) in the hereafter.

8. **How to Achieve the Goal :**

   Do not try to implement matters of Fiqh directly by only reading Quran Or books of Hadith rather learn the commandments & prohibitions of Islam by learning them from the books of any one of the schools of Fiqh as they (books)comprehend everything that exists in the Quran and the hadiths and much more. Know that all the four schools of Fiqh are right and you will not be questioned for their differences. Strive ceaselessly to follow any of the four schools by practicing what you learn. Know that any knowledge

3. **The Branch of Knowledge it Represts :**

   ILM -UL-FIQH (knowledge of Commandments & Prohibitions of Allah)

4. **Masters of This Branch are Known as** :

   MUJTAHID FUQAHA

5. **Recognised Masters Of this Branch include**

   IMAM ABU HANIFA, IMAM SHAFI'I,
   IMAM AHMED IBN HANBAL
   IMAM MALIK

6. **The Intended Goal of This Branch :**

   AMAL (Deeds) The goal of this branch is to gain knowledge to be able to perform deeds (Obey the commands & prohibitions of Allah) Correctly with perfection.

7. **Conditions as Applicable :**

of Fiqh beyond these four schools is either deviation, Unnecessary or doubtful

9. **Some Recognised and Authentic Bools Related to this Branch include :**

Al-Hidaua- by Shaykh -ul-Islam Burhanuddin,Farghani al-Marghinani(Hanafi riented)

Mishkat al-Masabih- by Imam al-Tabrizi Shafi oriented)

Ihya Uloom- by Imam al-ghzali (Shafi iented)

Nurul Masabih-by Muhaddith -e-Deccanyed Abdulla shah (Hanafi oriented)

1. **The parts of Deen** : ***IHSAAN***
2. **What it Means :**

To worship Allah as though you see him. And if you cannot do so then at least Know that He indeed sees you

3. **The Branch of Knowledge it Represts :**

ILM -AT-TASAWWUF (knowledge of Self Purification)

4. **Masters of This Branch are Known as :**

MUTASAWWIF

5. **Recognised Masters Of this Branch include :**

The four righteous Khalifas, Many of the salaf-as-Salihoon Shaykh Syed Abdul qadir jilani

Shaykh Muhammed Bahauddin Naqshband

Shaykh Muinuddin Hasan Chishti

Shaykh Shahabuddin Suhrawardi

Shaykh Najmuddin Kubrawi All perfected

shaykhs inheriting from any of the above masters

6. **The Intended Goal of This Branch** :

IKHLAS (Sincerity) The goal of this branch is to achieve Real Sinceerity so as to do all things for the Sake of Allah at all times effortlessly.This then helps a believer to carry out The commands & prohibitions of Allah with total ease, contentment & realization. Real incerity i s only achieved when the evil commanding lower soul (Nafs) Gives up disbelief and becomes a believer.

7. **Conditions as Applicable :**

This branch of Islamic Science is not mandatory but is highly rewarding and Leads one to achieve excellence in character, Success in this branch of Islamic Science is however dependent on success in the above two branches.

8. **How to Achieve the Goal :**

Take Bay'a (a way of promising Allah on the hand of a Shaykh to turnaway from evil inwardly and outwardly and to excel utmost in the path of God by obeying God's commandment, staying away from His prohibitions,and struggling with one's soul to excel oneself in the path of God by purifying one's soul seeking God's nearness and approval) with a spiriyually perfect haykh.The heir of Messenger of Allah (S.A.W) who is made one's Shaykh (spiritual guide) Should be a scholar but every scholar cannot be a Shaykh al kamil (a perfected spiritual guide) Only that person can be a shaykh (spiritual guide) who after having turned his /her Face away from the love of the world, (love of) honor, and (love of wordly) ranks Has given the Bay'a to a

Abdul Qadir al jilani Awarif al-Ma'arif -by Shaykh Shahabuddin Suhrawardi

Ruh-e-Tasawwuf - by Syed Muhammed Gesudaraz, adab al -Muridin by shaykh abu Najib -Suhrawadi

May Allah give us His grace always. Amin. May the ocean of divine knowledge ('ilm) overflow. May the grace of the ocean of wisdom rise up, and may the light of that grace and wisdom settle upon and permeate all lives. May the light of love bloom. May bliss overflow. May the resonance of Allah Joy resonate and shine as ill-Allahu in the hearts of mumin. May the luminous ray of iman that radiates with the certitude and determination that there is none other than Him permeate their hearts.

In the realm of the soul (ruh), in this world (dunya) and the eighteen thousand universes, in the kingdom of Allah (akhirah), the kingdom of heaven which is the light of grace, and in the state of Allah which is the world of

erfected spiritual guide -who in turn has given the Bay'a to his Perfected spiritual guide and so on so that this (spiritual) chain (in this way) goes back all he way to the Messenger of Allah (S.A.W)

Follow the Shaykh al Kamil with devotion and carefully implement all the method Prescribed by him in order to be successful in this branch

9. **SomeRecognised and Authentic Bools Related to this Branch include** :

Kashf -al-Maahjub- by Ali bin Uthman al Jullabi

Risala al-Qushayriyya- by Imam al-Qushayri

Maktubat- by Imam Rabbani Shaykh Ahmed Faruqi Muktubat- by Shaykh Muhammed Masum

Mujaddidi Books and letters of shaykh

Amin.

Allah is protecting us at all times. Allah. Allah is always watching us and sustaining us. Do not be afraid of anything. Do not be sad about anything.

May Allah bless you with His grace.

May Allahu protect us always at every second. Amin.

Sufism: There is the essence of Allah and there are the attributes of Allah. The essence is impossible for us to understand.

We can begin to understand the attributes. In fact, part of a Sufi education is to understand those attributes in yourself.

Allah has said, "My servants will find Me as they see Me." This does not mean if you think of Allah as a tree or as a mountain that Allah will be that tree or mountain. If you think of Allah as merciful, or loving, or as angry or vengeful, that is how you will find. Allah.

resplendent light, may that resonance, that effulgent light of the soul, the resplendence of wisdom resplend, resonate, and shine in the hearts of muslim and expand everywhere. May it be a fragrance within all their hearts.

May all the devotees, loved ones, and all those born with us be enchanted by that light of grace and wisdom, the resplendence of the Nur, and may they disappear in that light. May their hearts disappear in the resplendent ray of the Nur and sing Allah's praise saying, "Joy! joy!" May the light of wisdom and the light of grace spread throughout the hearts of mumin's. May He give us the grace for the ray of iman to blossom in their hearts.

Every minute, every waqt, every second, pray to Allah, Allahu, for devoties to reach this state. pra to Allah more and more for the hearts of mumins to resonate with His grace. Every muslim of every Fellowship is a jeweled light of eye, the honey of the heart with the sweet taste of a ripe fruit. pray again and again for His grace to overflow.

In Sufism, the four degrees of knowledge are defined as Shariat, Tariqat, Haqeeqat and Ma'arifat. They correspond to the stations

of being at the level of Nasut, Malakut, Jabarut and Lahut. Nasut is the world that we live in and it is governed by the "Sharaa" or principles of religion. A step further is the level of Tariqat which signifies a particular way, the spiritual wayfaring. This has its

correlation with the Angelic realm or Malakut. It symbolizes purity and innocence. The stage of Haqeeqat is where man comes

to know the Real Being and so has accessed the realm of Jabarut or Divine Majesty. Ma'arifat, however, is that advanced level

where man thinks of nothing but the Real Being, and soenters the station of Lahut, the world of the Real Being Itself.

Mystically speaking this can be further expounded as

the ahle-shariat being guided by the principle of "killing the enemy

before his giving injury", the ahle-tariqat holding onto the principle of "killing the enemy after his giving injury",

the ahl-e-haqeeqat affirming "pardoning the enemy after his giving injury", and the ahle-ma'arifat maintaining, "Doing good to the enemy after his giving injury."

Mystically speaking this can be further expounded as the ahle-shariat being guided by the principle of "killing the enemy

Fiqh and Tasawuf: Dual aspects of ibadat

Following the above explanation, activities belonging to ibadat (in the narrower sense) can be divided into

two kinds, one derived from jurisprudence (fiqh), the other from tasawuf. Each is dialectically related to the other in a mode of complementary validation. In fact, fiqh is a prerequisite and thus it comes first before tasawuf, but

known as "TAREEQAT".

What is A Maal-e-Zaahiri & A Maal-e-Baatini"?

The complying of divine worship and moral privileges prescribed according to the law of Islam as render to its dues is known as" A maal-e-zaahiri" while the branch which deals with A Maal-e-Baatini is called as " Tassawuf ". The ways or methods of acquiring the knowledge of A Maal-e-Baatini is known as "Tareeqat". The recognition of that which is beneficial and harmful to the Nafs is also known as"A Maal-e-Baatini".

What is Haqiqat

Haq?qat (Arabic: is literally translated as essence, or truth derived from one of the 99 names of Allah, Al-Haqq , means The Truth). In Sufi thought, it refers to

enactment of fiqh without tasawuf is incomplete. Similarly, enactment of tasawuf without fiqh is invalid. Fiqh and tasawuf are thus like two sides of the same coin. K.H. Abdullah Abbas (affectionately known as Ki Dulah) of Pesantren Buntet, quoted Al-Ghazali's words

in Aabic and then the translation in Cirebonese:

One who observes only those things set down in fiqh without observing tasawuf, (still) commits sins. And one who observes only tasawuf without observing those things set down in fiqh, commits heresies

What is Shariat?

The whole combination of the teaching imposed by Islam regarding Quran & Sunnah is known as "SHARIAT". Extra terrestrial

In Shariat there are two sets of acts included which are: "A maal-e-Zaahiri" and "A maal-e-Baatini".

What is Tareeqat?

The hidden inner path or inner body of Shariat is

sent His final messenger, Prophet Muhammad , as a source of knowledge for the entire ummah. He was the fountain of Quran, Hadith, tafsir, rhetoric, fiqh, and so on.

After the Prophet , the scholars of this ummah carried and propagated each of these branches of knowledge. Because no one person can attain the perfection of the Prophet ,

who single handedly assumed all of these roles, various branches of the Islamic sciences developed. For example, Imam Abu Hanifah preserved the science of fiqh and after him thousands of scholars continued in his footsteps. Hence these scholars preserved the fiqh of the Prophet Similarly Imam Bukhari and the other famous scholars of Hadith,

preserved the words of the Prophet . The scholars of tajweed preserved the recitation of the Prophet . And, the scholars of Arabic grammar preserved the language of the Prophet .

the inward vision of divine power achieved through mystical union with God, or alternatively "the ultimate way". Approached by Sufis through the use of intuitive and emotional spiritual faculties

trained under the guidance of a sheikh, it is considered one station in the way towards God. Sufis believe haqiqa can be reached through adherence to shariah and the principle of tawhid, although specific methods differ. For Sufis, when an individual has gone through haqiqa and reached the station of marifa he or she is able to see the true nature of God, and he or she becomes The True Human Being, as God intended when He created the person. He or she will fully understand the very reason of one's existence.

What is Ma`rifat...?

Ma`rifat is commonly known as Tasawwuf which is a branch of Islamic knowledge which focuses on the spiritual development of the Muslim. Allah

Along these lines, the Prophet was the model of spirituality for the world. His God-consciousness, deep spirituality, acts of worship, and love for Allah were preserved and propagated by an Islamic science called Ma`rifat or commonly Tasawwuf. The aim of the scholars of this science was purification of the heart, and development of consciousness of Allah through submission to the shariah and sunnah.

Is Ma`rifat different from Sufism...?

Studying the life of the Prophet Muhammad , the scholars who propagated the science of Ma`rifat understood that a requisite for approaching Allah was abandonment

of the common pursuits of the world. They often wore wool because of its simplicity and low cost. In Arabic the word for wool is suf and thus, those who wore it became known as the Sufis.

Another possible derivation of the word comes from the root word Safa , which means "to clean." Because the scholars of Ma`rifat focused on cleansing the heart, they later became

known as the Sufis. A third derivation of the word comes from Al-Sufa , which points to the first islamic maddrassa in Madina.

What does our scholars say about Ma`rifat...?

Traditional Islamic scholars have accepted Ma`rifat as an important branch of Islamic learning, so long as it remains within the guidelines of the Shariah and emphasizes following the Shari`ya and Sunnah of the Prophet Muhammad .

What is the goal of a student of Ma`rifat...?

The ultimate goal is complete submission to the shariah and sunnah in order to attain purification of the heart and soul and to develop a true, deep, and lasting connection with Allah . As it has been described in a Qur`anic verse: "He Who avoids the evil of his soule and

so the scholars of Ma`rifat/tasawwuf treat the maladies of the diseased heart.

I thought that all one needs is the Qur`an and the Sunnah...?

It is true that the Qur`an and the Sunnah are sufficient. However, at the same time it is also true that a teacher is required to master any subject. If the Qur`an was sufficient, then Allah could have easily sent the book without a messenger. However, He sent the Prophet Muhammad as a model of the Qur`an so that people could directly learn from his example. This then became the method of learning for each of the Islamic sciences. For example, each hadith that Imam Bukhari compiled in his collection of hadith is directly linked to the Prophet Muhammad through a continuous chain of narrators. Thus, each person in the chain must have learned from someone and must be able to state who that person was. Similar requirements are present in other branches of

purifies it surely he will succeed...(Al-Shams 14:15)".

How can a shaykh assist in attaining this goal...?

A shaykh of Ma`rifat (tasawwuf) spends years in training in order to develop his character, mannerisms, daily schedule, outer being, acts of worship, and knowledge under the guidance of a spiritual master. They learn the essence of worship and practical implications of abandonment of the mundane life of this world from those who are models of god-consciousness. Further, they often spend years mastering the Islamic sciences of Hadith, Qur`an, tafsir, fiqh, etc. Each aspect of their training further connects them through chains of scholars to the Prophet Muhammad who, of course, was sent to connect creation to their Lord. When you enter the company of such a shaykh, their knowledge and extensive experience allows them to assess your spiritual state and hence, advise you on the best "medicine" to cure the diseases of your heart. Just as a doctor is trained to cure physical ailments,

ECSTASY AND "FINDING" [WAJD]

WEARERS OF WOOL [SUF PUSHAN]

TASTE [DHAWG]

TASAWWUF IS NOTHING BUT SHARI'AT

CONCLUSION

Imam Malik & Tasawwuf

Wa Llahu lahu ul-haqqi wa huwa yahdis-sabil.
Hasbuna Llahu wahdahu wa ni'mal-wakil.
Wa salli 'ala Sayyadina Muhammadin
wa aalihi wa sahbihi ajma'in
wal-hamdu li-Llahi rabb il-'alamin.
Truth belongs to Allah; it is He who shows the way.
Allah, alone, suffices us, and what a fine guardian is
He! Blessings upon our Master Muhammad
and his Family and Companions altogether
and praise is due to Allah, Lord of the Worlds.

after acquiring knowledge of the Din [Islam] one still

Islamic sciences as well. The science of Ma`rifat/Tasawwuf is no exception.

following the Shari`ya and Sunnah of the Prophet Muhammad .

WHAT IS TASAWWUF

GOOD CHARACTER [AKHLAQ]

AWARENESS OF GOD [IHSAN]

LOVE ['ISHQ]

AFFECTION [MAHHABA]

THE HEART ATTAINING TRANQUILITY [ITMINAN-I QALB]

CONCENTRATING YOUR MIND [JAM'-I KHATIR]

THE RELIGION OF AHMAD [DIN-I AHMAD]

CONTEMPLATION [FIKR]

CERTAINTY [YAQIN]

THE MOST EXALTED PARADISE [KHULD-I BARIN]

needs to have a Shaykh to protect one's faith

and remain steadfast. In our world, wherever there is a war, the fighting soldiers need a commander, without one there is no war. Whether the war lasts for 2 to 4 days or 4 years, a commander is necessary.

Similarly, man and his war with the devil and with his inner base self [nafs] is not merely for 2 to 4 years rather is at constant war and this is a greater war. Once, upon returning from a battle the Messenger of Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam, said:

"We are setting forth towards a greater Jihad [struggle] from the lesser Jihad"

Meaning: the war - struggle against the wishes of the inner base self [nafs] is a war with the devil. This is a more gruesome war and therefore the commander required for such a gruesome war requires a powerful, wise and able mentor - a Shaykh or Pir.

Therefore, it is a Sunna for every Muslim to make a pledge with Allah in the hands of a perfect Pir [Shaykh-e-Kamil] so that he may be guided throughout his life in his struggle to elevate himself, fight his nafs and become a true servant of Allah, subhanaha wa ta'ala. A person who does not have a Shaykh, the devil himself is free to become his Pir, since he has no spiritual guard protecting him from such influence.

In Sufism, a Sheikh should:

Follow the Prophet Salallahu alaihi wasallam.

Follow the Sharia and act from the Sunna.

He speaks what's in your heart. He answers questions that you have not spoken aloud.

When you are in his presence, you forget your troubles. He takes your load. You feel your troubles lifted.

He praises Allah and not himself. He points to Allah and not himself.

He has a silsila (lineage) and a licence to teach the path. Practices what he preaches. The teacher has to be on

provider [Master] is called a Pir; Spiritual Guide or Shaykh.

The Pir is also referred to as a Murshid; one who guides. In different regions a Pir is given variant names according to the local language, also in different era's

the Pir has been referred by various terms. Sometimes by Haddi

[Guide], sometimes Rehbar [also Guide], Bapa and Baba's. In all case these Masha'ikh have always been connected to the Ahl-e-Sunnat wa'l Jama'at. In other terms the Friends of Allah [Awliya' Allah] have no link or affiliation with

nulled sects. A Pir or Wali is and has connection with the Sunni Jama'at only. A sect or group in which the

Messenger of Allah, the families of the Prophet; Ahl al-Bayt or the Noble Prophetic Companions, [Sahaba-e-Kiram] salla Allahu 'alayhi wa aliha wa ashabihi wa sallam, are denigrated, the 'Masha'ikh-e-'Izam' do not

a very high adab level:

His adab to his Sheikh and his silsila, ultimately to the Prophet (pbuh).

His adab to the general public.

His adab to his murids.

His adab with other Sheikh's.

His adab with other Sheikh's murids.

THE NEED FOR A PIR [SPIRITUAL GUIDE]

NISBAT

IMPORTANCE OF A PIR--- THE REALITY OF

PLEDGE [BAY'AH]

'Faizan-e-Karam'

THE NEED FOR A PiR

Just like the seeker of knowledge is called a student and the provider of knowledge called a teacher likewise,

the receiver of spiritual training is called a 'Murid' seeker or devotee [one who has made intent on living a life

in total submission to the will of Allah] and its

the bulb, thus, illuminating the entire house. Likewise, the current of 'faizan' emerges from Madinah al-Munawwarah to Baghdad and from Baghdad to Ajmer and from Ajmer to each individual home - consequently illuminating the dark hearts.

It is an obligation [Fard] upon every individual to have faith [iman] and after aman there is a need for action [good deeds].

For another example, when a person sees a piece of cloth in the market, it does not provide any value, but when a piece of a cloth bought for the Holy Quran to covers,

it worth more then ornaments. The similar philosophy applies here, before the bayat through any sheikh or Aulia Allah or a Spiritual mentor, we are like vagabonds and when we have been given the sanctify hand on our back; we are the most venerable and valuable by all means.

The Bayat by an Aulia Allah is the most ultimate doorstep to the success on both worlds.

exist amidst them.

Nisbat

When a person gives his hand in the hand of a learned {Kmil} perfectly accomplished Pir and makes a pledge [initiate a pact],

this connection reaches the Blessed Prophet, salla Allahu 'alayhi wa sallam's, presence - this is because

each Pir or Shaykh has a Pir - the Seeker has a spiritual relation, a bond with his Mentor [Murshid] who in turn is connected

to his Mentor - thus making a chain of succession [silsilah] which finally reaches the Prophet Muhammad, salla Allahu 'alayhi wa sallam.

The Murids heart is fortified by the blessings running through him like currents from the power house. When it is produced

it flows through the cables and from the cable to the town, from thereon to the house and from the house into

'alayhuma as-salam.

It is determined by Allah, subhanaha wa ta'ala, to make things happen through asbab [sing. Sabab]. The need of means to acquire knowledge by means of a teacher. Upbringing by means of parents. To the extent that even for eating and drinking water in one's social life, everything is done by means of a wasila, nothing happens directly. Allah, the Almighty,

Himself states in the Qur'an;

"O You who believe, fear Allah and seek wasila [means] to reach Him."

By these Words of the Lord - Allah, it is clear that when reaching and approaching Allah by means of a wasila is fard [compulsory]

then what can man - the two legged animal achieve without the wasila [means]?

Salah [namaz] is a wasila [means] of drawing closer to the presence of Allah the Almighty and wudu being the

Thereafter, there is another requirement which is the need for a private Pir [Shaykh].

THE IMPORTANCE OF A PiR

There are two types of worlds:

[a] Alam-e-amr

[b] 'Alam-e-khalq

[a] 'Alam-e-amr: This is the world in which the Creator of the Universe says: 'KUN' [BE] and everything 'fayakun' - [SO IT BE]

comes into existence. There is no need for any physical means or causes to take effect. [asbab or 'ilal].

For example the ruh is from the amr of Allah, subhanaha-wa ta'ala.

[b] 'Alam-e-khalq: This is the world of means and causes. Everything in this realm is created by means and causes, contrary to 'alam-e-amr. All humanity came into being through the means, wasila of Adam and Hawa',

From these Words it is evident that Allah the Almighty orders that you seek means - wasila. Seek association [suhbah - companionship] of the Truthful and We will call upon you by your Im?ms [Shaykhs] whom you followed.

Thus we learn that the means and association of a mentor is the best means of gaining closeness to Allah.

Mawlana Jalal ud-Din, Rumi says, "Search for your Shaykh for without a Shaykh this journey is full of tribulation, fear and dangers."

Regarding the importance of a Shaykh, Mawlana Rumi says: "Without the shade of the Shaykh one cannot annihilate

the self [nafs] thus hold firm to the sleeve of a perfect Pir if you seek annihilation of the inner base self [nafs]."

Khwajah Baha'ud-Din said: "My son, love of Allah is not obtainable without a perfect Pir - Kamil Shaykh paving your way."

wasila [means]

for Salah and water being the wasila [means] of wudu.

We need to have food for survival, to cook the food we need the means of pans or pots. The Pot receives heat from the fire and thus food is prepared. Without such means for food preparation the world will remain without cooked food. Alas! What would happen if there were a few wanting to enter paradise without the wasila of the Messenger of Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam.

How is this possible!

Allah the Almighty, orders:

"O Believers! Fear Allah and remain in the company of the truthful."

In another statement Allah, subhanaha wa ta'ala, says:

"And on that Day We will call them with their Imams [Mentors, Shaykhs].

'alayhi wa sallam] hand is as if he has pledged with Allah, subhanaha wata'ala.

Unfortunately we are unable to pledge directly upon the hands of the Messenger of Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam, but we can do it through the khulaf?'; vicegerents. If you are unable to give your hand of pledge directly to the Messenger, salla Allahu 'alayhi wa sallam, then give your hand of pledge BAY'AT to the hand of the khalafah; vicegerent - mentor [Shaykh]. This is because you can take the services of all things that you would by its actual things. i.e. from the thing to which or who he is a Naib - vicegerent. For example, the vicegerent of wudu - ablution is tayammum.

After performing tayammum one can do everything that one can after having done the ablution wudu

Therefore, to be connected to a Naib; vicegerent of the Messenger, salla Allahu 'alayhi wa sallam, is in reality a connection to the Messenger and by the means of the

Mawlana 'Abd al-Rahman Jami, referring to the author of the famous 'Mathnawi Sharif Mawlana Jalal ud-Din Rumi, says:

"The Scholar of Rum could not become a Master up until he became the slave of Shams Tabrez."

Bay'ah

THE REALITY OF PLEDGE [BAY'AH]

In the Quran al kareem it is stated ;

"Lo! Those who plight their fealty to you, their fealty are actual fact with Allah and the Hand of Alah is over their hands." [al-Fath: 10]

This verse refers to the pledge - Bay'ah. We also come to know that to take or give a pledge BAY'AT is the Sunnah of the

Messenger of Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam, and to give the hand on the Messenger's [salla Allahu

the Shaykhs advice and hold consistency to the benediction given to him. He practices acts of worships and commits serviency - adopts - Allah-fearingness, self-avoidance and fulfils all of the Shaykhs orders, this occurs

when the Murid - Devotee makes him self-annihilated, totally devout and a true devotee-seeker of the Shaykh.

Then the Shaykh will bestow his specific compassion and hence take hold of his hands and move him forward in

the presence of the Messenger, salla Allahu 'alayhi wa sallam.

Now the Seeker-Murid will by the means - wasila of his Shaykh - Mentor self-annihilate himself to the Prophet,

salla Allahu 'alayhi wa sallam, and attain devotional annihilation in the Messenger, salla Allahu 'alayhi wa sallam,

and when the Seeker attains this level of devotion, the

Messenger we will be connected to Almighty Allah. We learn that when a seeker - Mured gives his hand upon the hands of a mentor [Shaykh] and pledges with him this is because he is a vicegerent of a Prophet - meaning that in reality he is pledging to non other than the Messenger.

By pledging to a Shaykh or Pir the Seeker repents for his sins and makes a firm commitment of loyalty to Allah and His Messenger and he makes the Shaykh his guarantor for his firm intention who holds the post of vicegerent; khalafah of the Messenger of Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam.

After pledging the seeker should annihilate himself to the Shaykh i.e. Fana fi ash-Shaykh, meaning the Murid - Seeker must sacrifice his needs before the priority of his Shaykh's needs, he does not act against the advice of the Shaykh, shows obedience to the Shaykhs instructions and self-annihilates his being in the Shaykhs being; to occupy day and night according to

SOME SPECIAL ADVICE TO A MUREED

NEVER DOUBT SHAYKH AL ISLAM | NEED FOR A SPIRITUAL GUIDE

CONDUCT OF THE MUREED | SUFIS AND SHAYKHS

ADAAB OF THE SHAYKH

Within the spiritual tradition, there is a map of the terrain held within the writings and the teacher's memory.

Books, stories, discussions and direct experience are all part of this map. As one traverses the path,

understanding of various methods become clear.

The purpose of the shaykh is to show you the path. To take the student to the curtain of unity. Beyond the curtain is the student's destiny. The student must humble himself/herself to the observations of the teacher, examining those aspects of oneself that needs to be purified. Remember you cannot pass through the curtain by 'yourself'. Just by joining the Sufi Order you are not going

Messenger, salla Allahu 'alayhi wa sallam, will hold out the hand of the specific devotee and with all confidence pass him on before the presence of the Almighty Allah and make his self [nafs] annihilated in the love of Allah, subhanaha wata'ala. In reality, this condition is the recognition of Allah's Unity [tawhid] i.e.,

the consciousness of the fact that there is no real being in the world other than He. To attain the level of Fanafi' Shaykh and

Fana fi' Rasul it takes great effort and strain and a long time to attain but after becoming Fana fi'Rasul it does not take long to become Fana fi'Allah because it is Rasul Allah, salla Allahu 'alayhi wa sallam, who helps the devotee to attain the level

of Fana fi-Allah - a task much easier for our beloved Prophet Muhammad, salla Allahu 'alayhi wa sallam, to fulfil.

Shaykh & Mureed Relationship

flexible, we observe who we truly are and that which we have accumulated.

Remember you have to have your own shaykhs adab

with you by showing respect to him, whether he has passed away or not. You have to be connected to him all the time and assume that you dont exist, that your teacher is the one who is running your affairs. You have to be humble and modest.

Listened to the advice of one of the servants of Allah: Always have the best intention towards your shaykh (Teacher). Do not abuse, slander or have your own opinion of what he says and does, or expose him to any evil. If he is true, then you will benefit by him. If he is a liar, Allah will give you benefit because of your intention.

In Sufism, a shaykh should:

Follow the Beloved Prophet Salla Allahu 'alayhi wa Sallam.

Follow the Sharia and act from the Sunna. He speaks

to go to Allah. You should do what the shaykh suggests to you. He is not ordering you to do these things, he is just showing the way. Therefore the mureed should have outmost respect for the teacher au ideal and to look for those aspects you desire and admire.

The teacher is there to deliver the teachings. Don't get stuck in thinking that the teacher is the teachings. The teacher is a human being who has studied and practiced the teaching longer than you.

And yet, what you project on the teacher is part of the process. If you practice the highest form of human being in your teacher,

you create that within yourself. You are initiating the real teaching and growth. Imagining the teacher embodies the teaching will lift you beyond your own limitations, and form a bridge to your higher self. You cannot do it on your own because of the hard shell of opinions and adaptations that surround you. By making that shell permeable and

to show respect towards his shaykh, whether living or not. The teacher has to be humble and modest. He always has to take the Prophet Salla Allahu 'alayhi wa Sallam as an example. His actions have to be correct with the Sharia,

Tariqa, haqiqa and marifa.

His adab to the general public:

A shaykhs adab with the general public is based on his remembering that he is representing the Beloved Prophet Salla Allahu 'alayhi wa Sallam and he must act with each person according to his/her level of understanding.

The teacher has to be modest, more tolerant and should not despise anybody.

His adab to his mureeds:

With his own murids the shaykh has to act with kindness, love and compassion. The goal should be only their own good.

The teacher's purpose is to help the murids reach his what's in your heart. He answers questions that you have not spoken aloud.

When you are in his presence, you forget your troubles. He takes your load. You feel your troubles lifted.

He praises Allah and not himself. He points to Allah and not himself.

He has a silsila (lineage) and a licence to teach the path. Practices what he preaches.

The teacher has to be on a very high adab level:

His adab to his shaykh and his silsila, ultimately to the Prophet Salla Allahu 'alayhi wa Sallam.

His adab to the general public.

His adab to his murids.

His adab with other shaykh's.

His adab with other shaykh's murids.

His adab to his shaykh:

In order to be a shaykh and to continue as a shaykh, the teacher has to follow his own shaykh. The teacher has

the shaykh does from

what is good for the mureed.

The shaykh should never try to take advantage of his murids. If they have money or properties, he should not try to get these away from them for his own use. If they donate or give willingly for the Tariqa (silsila) or for Allah's sake or for himself, then it is acceptable. But he should not devise a plan to take their money or properties.

His adab with other shaykhs:

He should always treat other shaykhs as his equal or better. A teacher should not try to show that he is greater than the other shaykh, this is true adab. His adab with other shaykhs murids:

A teacher should not take other shaykhs murids as his servants or try to get their money. A Teacher should not try and steal other shaykhs murids. This is a shame. It is not important how many followers a shaykh has. The important thing is how many of them the shaykh took to spiritual goal, to help him discover himself, to help him reach Allah.

The shaykh guides the murids to the Unconditional Love of Allah.

The shaykh may at times appear to be ruthless and harsh. He may say things which seem to cut deeply and hurt as he attacks

the lower self of the mureed, who is then thrown into confusion. From within this chaos the mureed is enabled to see certain base character traits of himself and having recognised them as negative he can then rectify them.

The mureed has to realize that in reality the shaykh does not scold him out of vindictiveness or actually say anything hurtful but rather that the teacher was simply bringing out of the mureed his base character traits which were so deeply hidden.

It is only the guilt and fear within the mureed that were receiving them as words of criticism and pain. This

Allah.

A true shaykh serves Allah only, and he lets Allah do everything. He gives the truth. He represents the truth and nothing but the truth. So we all have to follow the Beloved Prophet's Salla Allahu 'alayhi wa Sallam footsteps in Sharia, in Tariqa, in haqiqa and in marifa. May Allah help all the shaykhs to be true, may Allah help us all to clean ourselves inwardly and outwardly. Ameen.

The Shaykh shall Insha'Allah help the mureed in times of difficulty.

When it was near the time for the agonies of death for the great Scholar of Islam,

Imam Fakhr al-Din al-Razi (writer of the famous Tafsir (Exegesis) of the Noble Qur'an: Mafatih al-Ghayb - "Keys to the Unseen"),

Satan came, intending to misguide him in the final minutes of his life and asked this great Imam: "you have spent your whole lifetime in discussions and debates, have you ever recognised God?" he said, "Yes, indeed Allah is One" Satan asked:

"What evidence do you have substantiating this belief" The Imam presented a proof but Satan, once the teacher of the Angels rebutted this evidence. The Imam then presented further proofs but the cursed Satan continued to rebut him until 360 proofs in total were given by the Great Imam

substantiating that Allah is One. Imam Razi became perplexed and agitated, but because he was a mureed of the great pious Wali of Allah, Sayyiduna Najm al-Din al-Kubra' radi Allahu 'anhu, the Shaykh assisted him by

advising him to say, (whilst he himself was performing ablution in a far distant place), "say that I believe in Allah, to be One,

without the need of any proof or evidence". Thus said, Imam al-Razi, and Satan the accursed had no option but to immediately vanish.

Imam Ahmad Raza Khan, Radi Allahu 'anhu, asserted in Fatawa'-e-Afriqiyyah, that a mureed who has performed the bay'ah on the hands of a Shaykh (who has fulfilled the conditions) shall gain many benefits and shall be lead to success both in this world and the Hereafter......." the apparent success" (Falah-e-Zahir), "the inward success" (Falah-e-Batini),

"the success in being pious" (Falah-e-Taqwa'), "the success in Ihsan" (Falah-e-Ihsan).

One of the great ways to attain blessings from the Shaykh is to recite the Shajrah (Spiritual Genealogical Tree: the names of

all the shuyukh in the silsilah in which one has given bay'ah) continuously and firmly remembering the Shaykh in one's mind as though he is sat in front of the Blessed Rawdah (Sacred Tomb) of the Noble Prophet, salla Allahu Ta'ala 'alayhi wa sallam,

and imagine a luminous light is being transmitted from the Pure & Blessed Rawdah to the heart of the Shaykh and from his heart it is being transmitted into yours, Insha'Allah one shall find peace, tranquility and more importantly, the blessings of the Shaykh shall be transmitted to the mureed. (this is called Tasawwur-e-Shaykh and should be done in isolation facing

towards al-Madinah

al-Munawwarah, preferably in darkness).

Al Murid al Salik

Al Murid al Salik

An extract from Al Murid al Salik ; which is a book

from Mehboob al Subhani al-Ghawth al-A'zam Sayyadina al Shaykh Abd' al-Qadir Gailani Radi Allahu ta'ala anhu

Whoever relates himself to a Shaykh, in one way or another, thinking that his relationship will free him from

something in the Shari'ah, is sorely mistaken.

Tasawwuf is not wearing the patched wool,

the cutting edge and the shining sword that protects itself from imperfection. In this meaning, the Chosen

One (upon him be peace and blessings) said, "I leave you with a 'white' method (al-muhajat al-baydha'),

its night is like its day. Deviation from it leads to destruction." He also said, "I leave with you something

which, if you hold to it,

you will never go astray: the Book of Allah and my Sunnah."

When a seeker steps over the threshold into a Sufi **Khanqah** , he leaves the "world" and its concerns behind. The Khanqah is the school of love. We come here to observe, listen, learn and to practice service - not to pursue the ambitions of the world, not to satisfy or promote our own egos, nor to consume exciting "spiritual experiences", nor to test the sheikh or anybody else. Neither should we come here consumed with pride, arrogance or preconceived ideas of what we know, what we want to know and what

Weeping when singers sing,

Shouting, dancing, or enjoying (these things),

Or behaving like a madman;

Rather, tasawwuf is being pure without turbidity

And following the Haqq, the Qur'an, the din

And humbling the self to Allah, feeling unworthy

Sad, for having committed sins throughout life.

Support for this is found in the Book of Allah. The

Exalted says in one ayat:

"And no bearer of a burden shall bear the burden of another" (6:164); and in another:

"And that his striving shall soon be seen; then shall he be rewarded for it with the fullest reward" (53:39-40).

O Murid, you must be calm and your approach to this path must be the pure Shari'ah.

Your actions must be in accordance with the glorious Shari'ah both literally and interpretively. The Shari'ah is

to Allah." Since the wisdom of oath taking has been the pioneer step by Khulfa e Rashideen (4 Caliphs of Islam), but that were for govern and as well for purification.

Allah SWT States in Hoy Quran,

"ON THE DAY OF JUDGEMENT, YOU SHALL

BE CALLED BY YOUR DIVINE PREACHER"

For those who do not obtain Bayat, he falls under the supervision of devil.vorder to justify pros and cons.

The divine leader should replicate all the Sunnah of Prophet Mohammad (sallal laahu alaihi wasallam) and the character should not be dreadful character person.

The next of kin or the family tree for Bayat should ascend Prophet Mohammad SAW; otherwise the graciousness would not be showered.

Bayat by Woman

The bayat by a woman is prohibited, a woman can be a Saint, but can not proceeds as an Imam or the Divine leader, he leader is like the one who proceed as Imam of

we expect to know of the process of learning the "reality" of knowledge. Be it spiritual or material. This is not a sign of adab but rather mirrors the condition of why we are here in the first place. It indicates the lack of the inner light of wisdom and the need for a higher level of consciousness.

It is vitally important to arrive at the Khanqah in a state of ablution. Its good to have clean breath and body. One might even consider what one eats before a gathering. If some have the fragrance of musk and roses, while others smell of garlic and onions or the odor of cigarette, the spiritual atmosphere or surrounding suffers so to speak. Wear modest, clean and simple clothes so that the seeker is not in a state of discomfort during the zikr session. We are coming to a place to meet for the sake of Allah - not to a sporting event.

Originality of Bayat

The purity of Bayat defines, as "By taking oath on the hand of Allah's designated authority, that l shall be faithful

Hazrat Ali R.A, the Caliph ship has been awarded by the combine acceptance of high dignitaries.

Now a day the Caliph has been awarded on the basis of generation descendent, like from father to son. It is like either the son is capable of this esteem leadership or not, either the descendent Caliph has been chosen by order or endorsed officially by the Murshid or Spiritual leader.

If the system were like that, so Hazrat Abu Bakr Siddique son will steps after his departure from world will lead the Caliph ship.

But the true Caliph comes from the Murshid selection and blessings.

Warning of Fake Spiritual Leaders

The present socio culture structure does not able to identify the right order or Spiritual Leader to do Bayat, now a days people conduct false Spiritual Leadership and they betrays the people by charging huge sum of money and demands

Saala't.

Major Orders of Sufism

There are about ±70 Orders. Some of them are mention below.

Silsila e Qaderia - Lead by Hazrat GOUS E AZAM SHEIKH ABDUL QADIR GILANI DUSTAGHEER

Silsila e Chishtia - Lead by Hazrat Khawaja Moeen uddin Chishti Ajmaeri

Silsila e Surwardia - Lead by Hazrat Khawaja Shahuddin Shurwardee

Silsila e Naqshbundia - Lead Bahuddin Naqshbundi

Major Requirements for Descendant Ship

Either The Sheikh authorized in his own life the kinship for the descendent ship like Caliph Hazrat Abu Bakr Siddque R. A given the kinship of Caliph Ship to Hazrat Omar Farooq R.A by the combine thoughts.

Also like in the time of Hazrat Othman R.A and

But one should be aware of those fake Sheikh and Ulamas, also the person who does not practice the true guidance or does not practice Holy Quran and the Sunnah of Holy Prophet (Peace be Upon Him), he does not enhances spirituality.

Seven Stages to Acquire Saintliness

The first Step is solicitation (desire) and quest. Unless a mystic arouses and develops this in him he cannot enter in the field.

The second step is love (ishq). For this the mystic must be so firm in his desire and intentions that he should be prepared and be brave enough to face any grief in this path.

Recognition of the medium (marfat) is the third step. This is also known as mystic knowledge. This is granted by Almighty Allah to the mystic according to his mind and sagacity.

In the fourth stage the mystic has to cut off his link with the materialistic world. Unless and until he does this the mystic cannot succeed in the path. If there is any desire of the world in the seekers mind he will not be able to reach up to this level.

Tauheed (Oneness in One Allah) is the fifth step. When the Mystic reaches and recognizes this stage he finds Oneness of Almighty Allah every where he looks.

The distinction of "me" and "you" vanishes completely.

The state of madness, intoxication, and inebriety overcomes the mystic and he wanders around in this condition. With In this stage there comes a point when he realizes that all his knowledge (Ilm) that he had attained through out the years is limited, he gets astonished and thinks, is there still more to go. As a reaction he forgets him self and his appearance.

Perishibility to acquire the love of Almighty Allah is

the realm of physics to the realm of psychics, i.e., of mental energy. The Yogis even call mental energy "Prana," which also means "breath." We cannot acquire

the unconscious powers by mere practice. We are all born with a sleep-dynamo, but a few rare individuals are also born with conscious control over the geodesic bending which causes levitation and apports

Love: The essence of Allah is love and the Sufi path is a path of love. It is difficult to describe love in words. It is like trying to describe honey to someone who has never tasted or even seen honey, who doesn't know what honey is. Love is to see

what is good and beautiful in everything. It is to learn from everything, to see the gifts of Allah and the generosity of God in everything. It is to be thankful for all of Allah's bounties.

Self Knowledge: There is a famous saying, "He who knows himself [literally, "He who knows his nafs"] knows

the seventh stage. All the wants, prestige, ego fullness wipes away from the mystic. Having his quest he becomes a part of the divine manifestation. This position is also known as Fana-fil-Allah. After this stage Baqa-bil-Allah is the last step and all that remain in front of us all is only

the glimpse of Almighty Allah.

Conscious and Unconscious Mind Powers

The Mind has two kinds of powers, conscious and unconscious. With the conscious powers, we can develop a high level control by

mere practice, without having to understand the underlying details. Conscious powers are further divided into those In-The-Body,

like control of the brain, and those which normally only appear Out-Of-The-Body, such as HSP and the apparitional power. Unconscious

powers are things like the sleep-dynamo, which uses the slow, labored breathing of sleep to pump energy from

his Lord." There are two meanings to this. The first is that we can come to know our needs, desires and weaknesses, and also come to realize the existence of a majestic power. Then we know that we need a protector -- someone who feeds us, clothes us and shelters us in this world.

The second is a mystical explanation. Allah said, "I am closer to you than your own jugular vein." In knowing ourselves we will discover this deep connection with our Lord. By following this cord we can reach Allah.

Body and Eighteen thousand universes

The twelve openings in your body constitute twelve universes. Within each of those there are many more universes. And so many universes exist

within the FIve elements of earth, Fire, water, air, and ether. Even within mind and desire there exist countless universes. In all, there are

eighteen thousand universes. Arrogance, illusion desire, anger, miserliness, infatuation, fanaticism, and envy; intoxicants, lust, theft, murder,

and falsehood-these constitute seventeen universes. The eighteenth is the realm of the powers of Allah's dominion, the station of the 'arsh, the throne of Allah.

If you open each one of these universes and look within-as you go on opening and looking-you will And a thousand universes, each containing a

thousand energies or miracles. There are millions upon millions of them that bind us.

If one can understand the seeds of the eighteen thousand universes and overcome all these he will come to know the eighteenth universe-

the state of Allah's divine rule. That is just one point, one letter (alif), one dot (nuqtah), which remains with Allah. Everything is contained within that one.

Only when a man has conquered or understood all the other universes can he go to that eighteenth one-the one he is not aware of now.

kursï (A) The eye of wisdom in the center of the forehead.

ONENESS of "EXISTENCE" or of "WITNESS" "Wahdat -i Wudjud" or "Wahdat-i Shuhud?"

As for the matters of "wahdat-i wudjud" (Oneness of Existence) and "wahdat-i shuhud" (Oneness of Witness)

that have sometimes given rise to great debates among the awliyah in the past…

All of the awliyah have fully agreed upon the ONENESS of "ALLAH."

Even UBEYDULLAH AKHRAR from the Nakhshibandye path, has signified that the goal of Tasawwuf (Sufism)

is only to conceive the ONENESS of "ALLAH" by notifying that "the goal of Sufism revolves around the idea

of existence (wudjud)."

The PRESUMPTION that there were two ways of understanding the oneness has unfortunately divided the

You must come to understand the place out of which you came when you were born. You must also understand fecal arrogance (the anus). You must

understand the navel-the poisonous qualities. You must understand each of the seven openings that are above [two eyes, two ears, two nostrils, and the mouth]. You must know the 'arsh and the kursï.1 These make up the twelve openings. You must understand them.

After that you must understand the Five qualities-earth, fire, water, air, and ether. That makes seventeen. Within each of these seventeen, how many

universes there are! As we open out each one we will and many, many universes of illusion, many hells within. If we can understand the seventeen, we can understand what lies beyond. We can come to know the one point. That is what we have to understand.

'arsh (A) The throne of God on the crown of the head.

the entirety of all that you see!"

Thereupon the issue was later taken up by Ahmed Faruk Sarhandi 1000 years after RasulAllah's Hegria to Madina and

it was saved from the classification of the materialistic view that is "ALLAH is the entirety of physical existence (mawjudat),"

and was placed onto a course that "It IS only ALLAH that exists and everything is nothing more than HU's shadow,"

nothing has any particular entity of itself.

If need be to explain it more clearly:

Referring to the "wahdat-i wudjud" view, which is based on the Koran al Karim and numerous hadithes, everything

that exists (mawjud) is in fact nothing other than ONE Haqq's wudjud (existence) -not body-!

In reality there is only one single existence!

inefficient people of the matter into two groups, and each wali has brought an explanation in accordance

with his own spiritual state (hal) and position (martaba).

The foremost knowledge of AHADIYYAT -the quality of being AHAD- informed by Mohammed aleyhessalaam, has passed down to all awliyah step by step through the sayings of Hazrat Ali and Hazrat Abu Bakr, and has finally been systematized by Imam Ghazali and Muhyiddin Ibn Arabi under the term known as "wahdat-i wudjud" t

o serve as an understanding of ONENESS.

However, throughout the years various misunderstandings have given rise to misinterpretations of AHADIYYAT

and it has consequently been classified incorrectly as "the entire physical existence (mawjudat) is ALLAH; ALLAH is

However, this one single existence is in a new state of glory and exposes his various qualities in a new manner at every moment.

Within the universe of beings, there is only one single knowledge (ilm), one single WILL (irada), one single power (qudrat) and one single existence whose rules only operate.

There is not two separate wudjud such as an ALLAH's existence and also an existence of universe!

The reason for such a dualistic view is that the intelligent beings are in a veiled state in their creation for and while fulfilling the reason for their creation!

If there were not such a veil on their sight, then each intelligent being would be conscious of his original values and in this case there would not be appearance of multiplicity and any form of event involved in multiplicity.

After wahdat-i wudjud emphasized such a kind of reality for ages, Ahmed Faruk Sarhandi, who is also known as Imam-i Rabbani brought a clarification to the issue in the early 1000's after Hegria.

Wudjud is ONE! However This known and visible existence (wudjud) is a shadow (zill), it is all a "shadow."

In fact, what Sarhandi wanted to signify here by means of the word "shadow" is that wudjud is a "shadow," or an "illusion" when compared to the ESSENCE (Zhat).

The ESSENCE (zhat) is in a state that is independent from (munazzah) and pure of (mubarra) existence (wudjud)!

Similarly as we have explained in the Interpretation of the Chapter of IKHLAS, earlier, ALLAH is AHAD as regards HU's ESSENCE (zhat) that it is nonsense to act to ponder on it!

Thus, the people of the matter have been forewarned by Mohammed (peace and blessing be upon Him):

"Do not (act to) theorize about the ESSENCE (Zhat) of ALLAH"

qualities?

"I," you will answer.What is that which you call "I"?..

Of course, at that point you need to go back willingly or unwillingly. You need to go back to the qualities of that "I" to describe it just like an object tied to a rubber wire which can go as far as the rubber's elasticity allows and bounces back later.

Because whenever you attempt to identify your essence (zhat) that the word "I" refers to, you will definitely need to look into some of your features, that is, your characteristics, after all. Such a state is recognized as "arriving at the station of qualities from the station of Essence" in Sufi terminology.

So, it is an impossibility to think about the Essence of ALLAH!

This is where ALLAH who is AHAD, bears witness by Hu's self that "there is nothing else outside Hu":

We must correctly understand the above statement! It does not mean that you might theorize about it but you should rather not. It means that it is an impossibility to intellectualize It! An attempt to do this will absolutely confuse its objective and you will hence fall into an error! Therefore it is meant that you should avoid wasting time in vain by trying to embark on such an affair!

Here is an example simplified to explain why it cannot be:

You have a number of characteristics, each represented by a particular name. If someone asks "whom do all these qualities belong to?," Your answer will be, "certainly to you!" Of course, "Who are you, then?": You are someone who is alive, conscious, intelligent, who desire and who can bring his desires forth from potentiality into actuality, that is from imagination into practice.

All right! Who is the person who possesses these

means the contemplation of these meanings!

So are the universes, as a consequence!

The recognition of an end for universes is attributional (huqmi) and sets up a comparison with the ESSENCE!

Science of the visible established on the five senses (ilm-i zakhir, including ilm-i jifr) and the unseen -beyond

five senses (ilm-i batin including sensible experiments and qashif) are not enough to experience the TRUTH and

to know the One denoted by the name "ALLAH!"

It is only possible to attain and to live the "truth" (haqiqat) through "ilm-i ladun" (knowledge at the presence of ALLAH,

-at the sight of ALLAH-). Because, the realization of the divine qualities is only possible by way of ilm-i ladun.

If it should be represented in Sufi terms: The principal purpose is "to be able to know yourself in the

"ALLAH bears witness that there is no god, only HU" (3:18)

(Shahi-dAllahu 'anna-Huu laa 'ilaaha 'illa Huwa.)

"And ALLAH brings HU's witness into being under the individual names as HU will." (Wal malaa-'iqatu wa 'ulul-'ilmi.)

There is a very significant point to be emphasized now! It will be an immense delusion endeavoring to understand all existing things, the universe and spaces first and

then "ALLAH" subsequently!

The path defined in the past as "going to the effect from the trace" is extremely lengthy, maundering, risky and resembles a labyrinth! There is no way for one to get out of once he has entered.

There is no end to the names of "ALLAH!" There is no end to the meanings "ALLAH" names denote!

Infinite are the "occurrences" (states of beings) that

constant inward thought, to get rid of PRESUMPTIONs to attain the truth and to actualize through divine realities and qualities within.

Islam and attributes

However, the Jalali and Jamali attributes are in evidence in the cult of Islam. Again, the attributes may be "personal", "relational", "and verbal": the first are like Pure, Sacred, living; the second are those that involve the manifestation of an attribute, liker creator, destroyer; and the third are those that show action, Providence, etc. So far

the philosophical aspect of Dh?t and Sif?t has been based in the teaching of the Quran. The philosophers speculated and theorized on the doubtful verse of the Quran (Ayat-i-mutashabihat).

Some of the verse has been mentioned above and others are the following:

For God is in the East and West, so wherever thou

dimension of

Names (Asma), in the dimension of Qualities (Sifat) and in the dimension of the Essence (Zhat)." That this is

only accomplished if the goal to be attained is understood and It's effect is lived. The foremost objective to reach this goal must be to learn and understand what "ALLAH" is!

If the journey begins with "ALLAH" and reaches "ALLAH" with "ALLAH," then it becomes very short!

Let us consequently specify that it must be our primary goal and objective to contemplate HU's universes

through understanding "ALLAH," not trying to attain "ALLAH" through understanding the universes!

Otherwise all our lives will be wasted within the universes, and without being able to reach beyond the "veils," we come to the end of our lifetimes in this world and pass away in a "veiled" state.

May "ALLAH" have decreed to us to live in a state of

appropriate state of wisdom, a wisdom that is beyond intellect. It is with that wisdom that we need to reflect.

The Quran is full of the attributes of God such as speech, seeing, hearing, knowing, etc. The best definitions given are all negative; indeed, as in the definition of a point, nothing could be positive. The Kalima, of the first article of the Muslim faith asserts, "There is no Allah, but Allah, and Prophet Mohammed is Messenger of Allah".

The word Allah is from al-elah. Ilah is simple "that which is worthy of worship." So the Kalima means: there is no one worthy of worship excepting the One who is

worth of worship. Some people worship several things; some worship anything or everything that are believed to help them in the realization of their objects. Some worship their good selves; some have, in the words of Bacon, the idols of the market-place, the idols of the forum, the idols of the cave and the idols of the thread to worship. Some worship

turns thy face, there is the face of God-(Sura Baqara ii:128)

ii. Really God surrounds everything-(Sura Nisa, v:116)

iii. God is with you, wherever you are-(Sure Hadid, lvii:5)

iv. We are nearer to man then his jugular vein-(Sure Waqiya, lvi:78)

v. I am in your individuality, but you do not observe.-(Sura Dhariyat, li:19)

vi. He is the first and the last-the apparent and the real-and He knows everything-(Sura Rahman, lv:26)

vii. God is the light of the heavens and the earth, etc--(Sura Anfal, viii:18)

Attributes of God

All created things tell His story. Everything is a sign of His power, a proof of His existence.

If we want to understand this, we need the

manifestation. Then he is Samad (independent). Everything

depends on Him, He does not depend on anything. Though positive in appearance these are really negative in nature. Also the saying "He is unbegetting and undegotten",

is obviously negative in nature. It is same as the definition of a point out of which the whole world is formed.

(1). 'Abdul Karim Jili in hius Insan-ul-Kalam (p. 61) says that Sifat are always hidden in Dhat. For if Sifat appear by themselves, they become separate entities, they are that which convey knowledge to the understanding. Benevolence is never as an entity, but it is only the Dhat tha is benevolent.

Ihsan

Ihsan (Ehsan or Ahsan) is an Arabic term meaning perfection or excellence. In Islam, Ihsan is the Muslim responsibility to obtain perfection, or excellence, in

the phenomena of the Universe. The Muslim Kalima declares that none these worthy of worship. These all are transient illusory appearances. The one deserving of worship is the

God on whom these depend, and this he testifies as in evidence (shahada), unlike the Jewish Kalima (Shema Isra'il) where the testimony is of the ear, "Here, O Israel, Jehovah,

our Elohim, is one Jehovah."

Again the Sura, which in the quintessence of the Quran (Sura Ikhlas) give negative definitions. God is Ahad, i.e. His Dh?t is homogeneous. Here He is not wahid, if that means

one as opposed to two, three and any other number-implying contrast and comparison-but He is Ahad. A pile of grain of the same species illustrates the nature of Ahad

where his zhat is concerned, it is homogeneity or more correctly oneness of homogeneity. Heterogeneity is in

worship, such that Muslims try to worship God (Arabic Allah) as if they see Him, and although they cannot see Him, they undoubtedly believe he is constantly watching over them. That definition comes from the hadith in which Muhammed (S.A.W.) states, "[Ihsan is] to worship God as though you see Him, and if you cannot see Him, then indeed He sees you." (Al-Bukhari and Al-Muslim).

The concept of Ihsan has been understood differently by various Islamic scholars. For example, some scholars explain Ihsan as being the "inner-dimension" of Islam whereas shariah is often described as the "outer-dimension". Ihsan is excellence in worship, work, and in social interactions. For example, ihsan includes sincerity during Muslim prayers and being grateful to parents, family, and Allah.

Sufis have divided Ihsan into two parts :

Muraqaba i.e. to worship with the thought that God is seeing us.

Mushahida i.e. to worship God as if we see Him.

Tajalli

Tajalliat (plural of tajalli) or Theophanous in the realm of being are manifestations of the divine Truth with regard to infinite perfection and eternal glory.

The divine Theophanous are essentially the outpouring of His Beauty, His Perfection and His Love which are expressed in the immense theatre of the universe.

1 First level: Pure Essence

2 Second level: The Attributes

3 Third level: Acts

First level: Pure Essence

These are called existential Theophanous of the Essence. They are the determinations of Allah in Himself, for Himself in His Essence transcending all manifestation and form.

The world from which these Theophanous and their radiance spring is called Unity alam al-ahadiyya (Realm of

Unity). In this universe, the divine Essence appears as

beyond all description, name or qualification. It is the world of pure Essence considered as Mystery of Mysteries and Secret of Secrets from which the Theophanous of the

Essence originate, the mirror in which the absolute existential Reality is reflected.

Second level: The Attributes

These are the existential Theophanous of divine qualities. The existential Theophanous of divine Attributes are the determinations of Allah in Himself for Himself under the aspect of His intrinsic Names and Attributes. The world specified for this type of theophany is alam al-wahda (Realm of Unicity of the Essence with Its Attributes).

Allah-Truth manifests both in His Essence and in His intrinsic Perfection after his concealment as "Hidden Treasure. This appearance arises by the mediation of

what Ibn Arabi calls the most holy emanation (al-fayd al-aqdas). In this particular world of Theophanous the beings destined to incarnate appear in the form of

immutable realities.

Third level: Acts

These are the active existential Theophanous since the nature of Allah or the divinity as such is Essence, Attributes and Action, personified by His Divine Names.

The existential Theophanous of divine Action are the extrinsic effects of divine Power in the manifest world. The world where these Theophanous are exercised and revealed is called a1am a1-Wahdâniyya ,The Unification in its three aspects: Essence-Attribute-Action. It appears by the way of the holy emanation (al-fayd al-Muqaddas): a universe

where Allah manifests Himself in the form of eternal realities encompassing species and individuals, sensible forms and abstractions.

Allah is always watching you and sustaining you. Do not be afraid of anything.

Do not be sad about anything

the people experience so many sufferings and joys.

merge with that, we have to experience all of these sorrows, leave them, and go on. That is the explanation of wisdom, the explanation of love.You must realize this.

You have to ask for forgiveness every second of your life, every breath, every moment. I am the heart within your hearts, and I know all your intentions and thoughts.

I am within your hearts, and I understand all your thoughts. I have not left your hearts for even a second. Look within your hearts with wisdom, and within your hearts you will see Allah The mind thinks that you are far away from me,

Yaqeen

Yaqeen is generally translated as "certainty", and is considered the summit of the many stations by which the path of walaya (sometimes translated as Sainthood) is fully

completed. This is the repository of liberating experience in Islam. In relation to the exoteric religious life Certainty is the sister of religious life in its perfection

But it is the mind that experiences these. Wisdom knows no joy or sorrow. This is how it is. When we see Allah as our only treasure and go in search of Him, everything in the world will be sorrow. He alone will be ourjoy, and everything else will be suffering. On the path in search of Allah, seeing Him is the only joy and seeing everything in the world is sorrow. If we pay attention to these sorrows, we cannot see the joy of Allah.

sorrow is part of our nature, part of life. You must not pay it much You have to experience everything, go beyond, and know that Allah is the treasure which is our only joy. When in search of that treasure, we should not

give much thought to all these other experiences. They are just the world.

No matter where we are, this is how it is. We have to conquer all these and go beyond. Other than Allah, everything else that we see is sorrow.

Until we know what the real joy is and until we

(ehsân),

that is to say the adoration of Allah according to the visionary way; through this channel it is the pillar of Islam in the accomplishment of its external practices, as it is the

foundation of faith (imân) in its internal dogma. It is in fact ihsân which gives the external religion its true meaning and the domain of faith its real values.

Certainty (al-yaqîn), comprises three degrees.

Stages

1.1 **Ilm al-yaqîn (the knowledge of Certainty)**

1.2 Ayn al-yaqîn (the Eye of Certainty)

1.3 Haqq al-yaqîn (the total reality of Certainty)

Ilm al-yaqîn (the knowledge of Certainty)

The first degree is referred to by the name 'ilm al-yaqîn (the knowledge of Certainty), which means that Certainty is the result of knowledge. At this degree the object of Certainty is knowledge just as the aim of knowledge is Certainty. Both together are in the soul uniquely, such that Certainty is the first degree of spiritual life and the last of speculative experience. This particular degree of mystical yaqîn is the result of divine Theophanous in Act at the level of existence and also the result of Theophanous

of lights of nature at the Gnostic level.

Ayn al-yaqîn (the Eye of Certainty)

The second degree of yaqîn is what one calls in Sufi terms ayn al-yaqîn (the Eye of Certainty), that is, Certainty as a consequence of contemplation and vision.

At this level, the object of Certainty is present in front of the Gnostic and is not only a speculative concept. Here knowledge becomes what one calls 'ilm-e-huzuri"

(Presence of knowledge), and that is the second aspect of Certainty in the spiritual way and in liberating experience. By this kind of knowledge, the man of the

Way is distinguished from philosophers and

of the divine The ophanies in Essence at its existential level and that of the diffusion of the Light of lights (Dazzling Irradiations) at the level of the the ophanies of the Gnostic.

Fanaa

Fanaa is the Sufi term for extinction. It means to annihilate the self, while remaining physically alive. Persons having entered this state are said to have no existence outside of, and be in complete unity with, Allah. Fanaa may be attained by constant meditation and by contemplation on the attributes of Allah, coupled with the denunciation of human attributes. It is a sort of mental, yet real, death. The man of the "Way" experiences it freely; it is the final passage which leads to the summit of the Stages. It liberates man from all contingency outside of his spiritual quest; his ultimate aim is the Truth. Three degrees may be distinguished here: fanâ' of acts, attributes and essence.

learned men. This particular degree of spiritual Certainty is the result of divine Theophanous of Attributes at the level

of existence, just as it is the result of Theophanous of lights of the intellect at the level of gnosis.

Haqq al-yaqîn (the total reality of Certainty)

Finally, the last degree of yaqîn is called haqq a1-yaqîn (the total reality of Certainty), that is, Certainty as supreme truth. Here, Certainty has a particular coloring: it is the fruit of an all-embracing experience because the object of Certainty is identical to the one who is experiencing it, knowledge being transformed into actual experience and actual experience into knowledge. At this stage, in fact, knowledge is not limited to the intellect, nor to the vision of the one who is contemplating it, it becomes one with the human being. This is the final phase of yaqîn, the apotheosis of the spiritual and intellectual journey. This high degree of Sufi Certainty is the effect of the Emanation

while carrying a heavy load on his shoulder, who,

when fatigued, throws away the load and falls asleep under the shade of a tree. Such is the condition of the average person, who spends his life blindly under the influence

of his senses and gathers the load of his evil actions; the agonies of his earthly longings creating a hell through which he must pass to reach the destination of his journey.

With regard to him the Qur'an says, 'He who is blind in life, shall also be blind in the hereafter.'

The next way is that of devotion, which is for true lovers. Rumi says, 'Man may be the lover of man or the lover of God; after his perfection in either he is taken before the

King of love.' Devotion is the heavenly wine, which intoxicates the devotee until his heart becomes purified from all infirmities and there remains the happy vision of the Beloved, which lasts to the end of the journey. 'Death is

The Sufi fanâ in its triple manifestation does not have an exclusively negative effect or action; it is the annihilation of everything contingent, whether this be in the form of action, attribute or essence; more precisely, it is the annihilation of everything that is not Allah, and Allahis the supreme object of all good, all beauty. Fanâ' thus conceived is an internal state which requires from the Sufi a sustained and permanent effort of concentration to break his fetters and take on the demands and calls of truth, by his acts, his moral virtues, his whole being. That implies perfect control of himself: in words, deeds and thoughts. It is at this price that he attains an interior spiritual state where he becomes the pure and clear mirror in which the lights of Truth are reflected in all their splendor.

There are three ways in man's journey towards God.

The first is the way of ignorance, through which each must travel. It is like a person walking for miles in the sun

a bridge, which unites friend to friend' (Sayings of Mohammed).

The third is the way of wisdom, accomplished only by the few. The disciple disregards life's momentary comforts, unties himself from all earthly bondages and turns his eyes toward

Allah, inspired with divine wisdom. He gains command over his body, his thoughts and feelings, and is thereby enabled to create his own heaven within himself, that he may rejoice

until merged into the eternal goal. 'We have stripped the veil from thine eyes, and thy sight today is keen', says the Qur'an. All must journey along one of these three paths, but in the

end they arrive at one and the same goal. As it is said in the Qur'an, 'It is He who multiplied you on the earth, and to Him you shall be gathered.'

1 Grades _ Perfection is reached by the regular practice of concentration, passing through three grades of development:

1.1 Fanaa fis sheikh _ Faná -fi-Shaikh, annihilation in the astral plane,

1.2 Fanaa fir rasool _ Faná-fi-Rasul, annihilation in the spiritual plane,

1.3 Fanaa fillah _ and Faná-fi-Allah, annihilation in the abstract.

Baqaa

Baqaa, with literal meaning of permanency, is a term which describes a particular state of life with God, through God, in God, and for God. It is the summit of

the mystical manazil, that is, the destination or the abode. Baqaa comprises three degrees, each one referring to a particular aspect of the divine Theophanous as

principle of existence and its qualitative evolution, comprising of faith, knowledge, and grace.

1.1 First aspect: the level of acts

1.2 Second aspect: the level of qualities and attributes

1.3 Third aspect: the level of the essence

First aspect: the level of acts

The first aspect of the Sufi permanency is situated at the level of acts. The action of the Sufi is here united with the divine action acquiring its order, harmony and durability.

This specific degree of Sufi "baqâ'" is the result of the shooting forth of the divine thespian as existential principle and the lights of nature as source of knowledge.

Second aspect: the level of qualities and attributes

The second aspect of permanency is situated at the level of qualities and attributes. Here human virtues are raised to the level of the divine Attributes, acquiring their perfection,

dignity and durability: such that the man's heart attains to a spiritual abode where it is the pure and clear mirror on which the characteristics of the supreme Creator are engraved.

In its turn, the power of acts in the abode of permanence becomes a docile instrument by which the divine plans in the world and within the living person are realized.

This particular form of "baqâ'" is a reflection of the divine existential Theophanous at the level of the Attributes and Qualities, and the effect of the lights of the

intellect as principle of knowledge.

Third aspect: the level of the essence

The last degree of baqâ' is permanency of the essence. In this domain the essence of the servant is raised to the height of the divine Essence in its Unity, Sublimity

and Universality. He is totally absorbed by the divine Life. It is through God that he sees, through Him that he hears, through Him that he expresses his will, through

Him that he contemplates. This is the most perfect

named after Shaykh `Ahmed er Rifai, is called the "Rifaiyyah", the "Qadira order," named after Shaykh `Abd al-Qadir al-Jilani, is called the"Qadiriyyah", and the "Chishiyyah order" by Hazrat Abu Ishaq Shami Chishty.

In most cases the shaykh nominates his 'khalafah' or successor during his lifetime, who will take over the order. In rare cases, where the shaykh dies without naming

Ecstasy (Wajad)

Wajad by Sufis: it is especially cultivated among the Chishtis. This bliss is the sign of spiritual development and also the opening for all inspirations and powers.

This is the state of eternal peace, which purifies from all sins. Only the most advanced Sufis can experience Wajad. Although it is the most blissful and fascinating state, those who give themselves entirely to it become unbalanced, for too much of anything is undesirable; as the day's labor is a necessary precursor of the night's rest, so it is better to enjoy this spiritual bliss only after the due

form of Sufi "baqâ'", the final stage of the hero's quest. This particular abode is in its turn acquired by the effect of the Theophanous of the Essence on the existential plane and by the effect of the Theophanous of Light at the Gnostic level.

Tariqat

A Taraqah is a school of Sufism. A Taraqah has a Murshid, or Guide, who plays the role of leader or spiritual director of the organization.

A Sufi Tariqah is a group of Murid for desirous, desiring the knowledge of knowing Allah and loving Allah (a Murid is also called a 'Faqir' or 'Fakir' ,

another Arabic word that means poor o r needy, usually used as al-Faqir 'ilá Allah, English: The needy to God's knowledge.

Nearly every Taraqah is named after its founder, and when the order is referred to as a noun -yah is usually added to a part of the founder's name. For example the "Rifai order,"

Noor

Noor is the link which binds being to knowledge in Sufism. The word itself means light. Each particle of light that is reflected of the "mirror of the heart" projects

spiritual knowledge according to distinctive types of colors. A Sufi can differentiate between the following:

Noor is the spiritual light of a person. It emanates primarily from the forehead, but can bloom from the whole body. A person's spirituality can be judged by the noor

emanating from him. Noor is descended from the heavens, reaching the Kabatulallah in Makkah. From there it is distributed to all the Masjid. There it manifests in those

Al-Lah is the Light of the heavens and earth.

In this Universe, there are several worlds and galaxies. The Essence and Reality of Allah is something only Allah knows or those with whom He has shared His Secrets. How much of this information Allah has shared

performance of worldly duties. Sufis generally enjoy Wajad while listening to music called Qawwali, special music producing emotions of love, fear, desire, repentance, etc.

Aspects of Wajad

There are five aspects of Wajad:

Wajad of dervishes, which produces a rhythmic motion of the body.

Wajad of idealists, expressed by a thrilling sensation of the body, tears and sighs.

Wajad of devotees, which creates an exalted state in the physical and mental body.

Wajad of saints, which creates perfect calm and peace.

Wajad of prophets, the realization of the highest consciousness called Sidrat al-Muntaha.

One who by the favor of the murshid arrives at the state of Wajad is undoubtedly the most blessed soul and deserves all adoration.

with His chosen servants is not our concern. However, we do know that Allah created this entire universe for us humans. It is stated on several occasions in the Quran that the foundation of this universe is the Light (nur) of Allah. Based on this fact it is imperative that Man and all of his abilities be centered on one foundation.

It is our daily observation that not all of our actions, motions, whims, thoughts, imaginations, and feelings are dependent on the body of bones and flesh. Because when the Spirit disconnects its link with the physical body then this body of bones and flesh is unable to act on its own. As long as the Spirit is attached with the body, all the needs, and functions necessary for life are present.

In other words, Spirit (ruh) is the foundation of the body.

According to the Quran(Koran), a limited knowledge of the Spirit is given. Nevertheless even this limited knowledge is still knowledge. What we are trying to emphasize is that what we consider Man is a body of bones and flesh, though that Man is nothing but fiction.

The real Man is the one that protects that skeleton of flesh and keeps it in motion, whom the Quran calls ruh (Spirit). This ruh, in order to fulfill the needs of life uses a medium. We call this medium, chromosomes. In the Quran, God has said that, We poured Our ruh in him (Adam). In other words, ruh created a medium and after that gave him the senses. ruh is in fact a component of the Divine and in it all the knowledge of Divine Discretions and Attributes are present, which Allah so Willed. Just how this knowledge was acquired by the component, is a Divine Mystery, which could never be explained.

There are eleven thousand generators (latifa, plural lataif) at work inside the Man. According to Sufism, there are eleven thousand Divine Names as well. Every Divine Name is an Attribute and every Divine Attribute is

knowledge (ilm). This knowledge further expands into more and more spheres to become a manifestation of the Divine Attributes.

To enter the unseen world (al-ghayb) or to behold anything beyond Time and Space, we have to first free ourselv Al-Lah is the Light of the heavens and earth.

that are spiritually inclined.

Modes of Zikr

Depending upon the mode of dhikr, it has been divided into 3 kinds:

Dhikr-e-Jalli - Dhikr with tongue loudly

Dhikr-e-Khaffi- Dhikr in heart (hidden dhikr - i.e not from tongue)

Sufis further divide the mode of meditative dhikr according to the Latifa in which they are done. These include:

Dhikr-e-nafsi

Dhikr-e-Qalbi

Dhikr-e-Ruhi

Dhikr-e-Sirri

Dhikr-e-Khafi

Dhikr-e-Akfha

Forms of Zikr

Different Sufi Orders have different syllabus of dhikr. Most common ones are as follows:

Allah (The name of God)

Ya-Hayyu-Ya-Qayyum (O Living & Giver of life)

La illaha illallah (There is no god but God)

Allah Hu (God Is)

99 Names of God[2]

Verses from Qur'an

Poetry of the Sufi Masters

Darud Sharif (Asking God to send peace & blessings upon Muhammad)

Istaghfar (Asking forgiveness from Allah)

MURAQABA

Muraqaba is the Sufi word for meditation. Literally it means "to watch over", "to take care of", or "to keep an eye". Metaphorically,

it implies that with meditation, a person watches over or takes care of his spiritual heart (or soul), and acquires knowledge about it, its surroundings, and its creator.

In holy Quran, God Said:

"And the most beloved things with which My slave comes nearer to Me, is what I have enjoined upon him; and My slave keeps on coming closer to Me through praying or doing extra deeds besides what is obligatory till I love him,

so I become his sense of hearing with which he hears, and his sense of sight with which he sees, and his hand with which he grips, and his leg with which he walks."

Stages of Muraqaba

Following are the maqamat (stages) in which sufis have broadly categorised their journey of ascension. This categorization is an

arbitrary one, and each level is generally further divided into several sub-levels. During the process of enlightenment, some stages can merge or overlap each other.

Muraqaba improves human memory, mental concentration in and boost spiritual energy in individual. You feel good and glow by the mystic enlightenment of Muraqaba. Muraqaba can help you to develop paranormal abilities like extrasensory

perception and clairvoyance as well. But uncertainty, perplexity, depression, anxiety, and other psychological

disorders are its deficiency as well.

For beginners, creating a picture of Blue Lights is the initial exercise of Muraqaba because Blue is considered

as the color of spirituality, obedience and peace.

Violet-Indigo-Blue-Torquise-Green-Yellow-Orange-Pink-Red.

Noor (Invisible Light)

Haatif-e-Ghabi (Unhearable sound of Cosmos)

Names of Allah -- For getting acquaintance with attributes of Allah

Allah (Proper name of God) -- Final level of Muraqaba of names of Allah

Middle level muraqabas

Moat (Death) -- For getting acquaintance with life after Death

Qalb (Heart) For getting acquaintance with Spiritual Heart

Wahdat (Unity) -- For getting acquaintance with the reason behind cosmic unity i.e. God's will

La (Nothingness) -- For getting acquaintance with material lessness, or non-material universe

Fana -- Annihilation of Self, getting acquaintance with the alpha and omega of universe.

Only 15-20 minutes of meditation is recommended. After the preliminary period of 90 days, you can increase the interval if you like. The best time for doing exercises of Muraqaba is before the sunrise and after the sunset especially before going to bed.

Primary level of Muraqaba includes "mystical understanding of light, Invisible Light, heartbreaking sound of Cosmos and Names of God for getting an association with attributes of God."

Types of muraqaba

There are many different kinds of muraqaba that are practiced in various Sufi schools in different parts of the world.

Following is a list of the ones commonly practiced.

Beginner level muraqabas

Muraqaba of light

These are usually used for beginners, or for cure of various diseases.

the person goes into a state between sleep and wakefulness. So the person can remember that

he saw something, but not specifically what it is.

Adraak (experience)- With continuous practice of meditation, the sleepiness from meditation decreases. When the conscious mind is not suppressed by sleep and is able to focus, the person can receive the spiritual knowledge from his subconscious mind. At this stage,

the person is unable to see or hear anything, but he is able to experience or perceive it.

Warood

(coming, beginning)- When adraak (experience) becomes deep, it is exhibited as sight. The stage of warood starts when mental concentration is sustained and somnolence is at its minimum. As soon as the mind is focused, the spiritual eye is activated. The conscious mind is not used to see through the spiritual eye, so concentration comes and goes. Gradually, the mind gets used to this kind of visions and the mental focus is

High level muraqabas

Tasawwur-e-Sheikh (Focussing mind on master) -- To facilitate the transfer of spiritual knowledge from master to student.

Tasawwur-e-Rasool (Focussing mind on prophet) -- To facilitate the transfer of Faiz (arcane spiritual knowledge) from prophet to

student. For Muslims, this focussing of mind is done on Muhammad. For people following other religions, their particular holy figures

are used to focus mind upon.

Tasawwur-e-zat-e-Ilaahi (Focussing Mind on God) -- With the help of this Muraqaba, the student experiences the Tajalli-e-Zaat of God.

Gnosis of self

Ghanood (Somnolence)- This is the starting level of meditation. When a person starts meditation, he enters into a somnolent or sleep state often. With the passage of time,

Fatah

(opening, victory)- The peak of Shahood is called Fatah. At this stage, the person doesn't need to close his eyes for meditation.

Here the person is freed from both space and time. He can see/hear/taste/touch anything that are present anywhere in time and space.

Gnosis of the creator

Fanaa

(extinction, annihilation)- Through a series of stages (maqamat) and subjective experiences (ahwal), this process of absorbation

develops until complete annihilation of the self (fana) takes place and the person becomes al-insanul-kamil, the "perfect man". It is the

disintegration of a person's narrow self-concept, social self- and limited intellect (feeling like a drop of water aware of being part of the

sustained. With prac **Gnosis of the universe**

Kashaf/Ilhaam (unveiling of arcane knowledge)- Kashaf, or Ilhaam is the stage where man starts getting information that most people

are unable to observe.

In the beginning, this condition occurs suddenly without personal control. With practice, the mind gets so energized that it can get this knowledge by will.

Shahood (evidence)- When a person can get any information about any event/person with his will, this condition is called Shahood. This stage is broadly

categorized according to activation of the senses:

The person can see things anywhere in the universe

The person can hear things anywhere in the universe

The person can smell things anywhere in the universe

The person can touch things anywhere in the

universe (hadith)

which transcends all forms and sounds, and enjoy their union with the beloved

The highest stage of fana is reached when even the consciousness of having attained fana disappears. This is what the Sufis call "the

passing-away of passing-away" (fana al-fana). The mystic is now wrapped in contemplation of the divine essence.

Since it is a state of complete annihilation of carnal self, absorption or intoxication in God, the pilgrim is unable to participate in worldly affairs, he is made to pass into another state known as Fana-al-Fana (forgetfulness of annihilation). It is a sort of oblivion of unconsciousness.

Since two negatives make one positive, the pilgrim at this stage regains his individuality as he was when he started the journey. The only difference

is that in the beginning he was self-conscious, but after having reposed in the Divine Being, he regains that sort of individuality which is God-consciousness or

ocean). The stage is also called Fana fit tawheed ("extinction with the unity"), and Fana fil Haq (Extinction in the reality).

Sair illallah

(journey towards the God)- Here the person starts his spiritual journey towards the ultimate reality of the universe, i.e. God.

Also called Safr-e-Urooji

Fana fillah

(Extinction of the self in God)- One of the important phases of mystical experience which is attained by the grace of God

by a traveler on the mystical path is the state of fana fi Allah, "extinction of the self in God". This is the state where the person becomes

extinct in the will of God. It is important to mention that this is not incarnation or union. Most Sufis, while passing through this experience,

have preferred to live in the greatest depth of silence

My slave keeps on

coming closer to Me through performing Nawafil (praying or doing extra deeds besides what is obligatory) till I love him, so I become his sense of hearing with which he hears, and his sense of sight with which he sees, and his hand with which he grips, and his leg with which he walks.

There is another verse from Qur'an , that is used to explain this concept.

We (Allah) are nearer to him (man) than his jugular vein.(50:6)

When Sufis have come out of the Fana fillah state and enter Baqa billah, many of them have produced works of unsurpassed glory,

especially in the fields of philosophy, literature, and music. These works have crowned the culture of the entire Islamic world and inspired Sufis and non-Sufis for generations. As the great Persian Sufi poet, Hafiz of

absorption in God. This state is known as Baqa-bi-Allah - living or subsisting with God.

Sair min allah (journey from the God)- ere the person comes back to his existence. Also called Safr-e-Nuzooli.

No one can subsist with The Supreme Creator and to believe as such is shirk. What really happens is the person's awareness of Allah increases so much so that he forgets his own self and is totally lost in Allah's magnificence.

Baqaa billah (eternal life in union with God)- This is the state where man comes back to his existence and God appoints him to guide the humans. This is a state in which the individual is part of the world, but unconcerned about his or her rewards or position in it.

This doctrine is further explained in an authentic tradition of the prophet which states that God said:

And the most beloved things with which My slave comes nearer to Me, is what I have enjoined upon him; and

communities and there are a number of differing opinions on the matter.

Sufi view

The Sufi orders engage in ritualized dhikr ceremonies. Each order or lineage within an order has one or more forms for group dhikr,

the liturgy of which may include recitation, incense, meditation, ecstasy, and trance. Dhikr in a group is not limited to these rules

but most often done on Thursday and/or Sunday nights as part of the institutional practice of most orders. Dhikr is sometimes

accompanied with traditional instruments such as the Daf, Ney, Dombak, Tar (lute), Setar (lute), Santur

SUFISM or Tariqat is the embodiment to shariat and sunnat.

Its aim is to build inner and other qualities of man, to cleanse him all sins and develop a strong character

Shiraz, who is fondly remembered as the "tongue of

the unseen", said centuries ago: "He whose heart is alive with love, never dies.". Allah says about these people in the Qur'an:

"Lo, indeed, the friends of God have no fear, nor are they grieved."

Zikr Bead

Known also as tasbih, these are usually beads upon a string, 99 or 100 in number, which correspond to the ninety-nine

names of God and other recitations. The beads are used to keep track of the number of recitations that make up the dhikr.

Some Islamic scholars argue that using the beads are forbidden, however. Many claim that the usage of the fingers to count

is better as that is what was practiced by Muhammad S.A.W. The issue is still hotly debated in some

according to the

doctrine of religion. Sufism appeared with great aplomb during the first decade of the spread of Islam.

Its aim was to teach good conduct, purification of self, cultivation of a religious disposition and development of thought.

It taught and familiarized people with the doctrine of religion and shariat.